ن سیریز

مظہر کلیم

منکر نکیر کا جزیرہ

عمران سیریز

منکر نکیر کا جزیرہ

مظہر کلیم

روبی پبلی کیشنز

اردو بازار ـــــ لاہور 2

ناشر : محمد عمران

پرنٹر : گل حسن

قیمت : ۱۳/=

ا۹ جے پبلی کیشنز اردو بازار لاہور 2

ابے او سلیمان ——— عمران حلق کے بل چیخا۔

کیا ہے صاحب ——— آپ کی چیخیں سنتے سنتے میرے کانوں کے پردے خراب ہو گئے لیکن آپ کا گلا آکاش وانی کی طرح چلائے ہی جاتا ہے۔ اور خراب نہیں ہوتا۔ سلیمان نے جواباً اسی والیوم میں چیخ کر جواب دیا لیکن جواب دینے کے بعد اس نے گلا پکڑ لیا اور بری طرح کھانستا ہوا بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

اب بولتے کیوں نہیں ——— کیا بات تھی صاحب۔ ؟

مم ——— مجھے مدھُالا سے عشق ہو گیا ہے۔ ! عمران نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر اس طرح دبایا جیسے درد دل بڑھ رہا ہو۔

میں کیا کر سکتا ہوں صاحب ——— صبر کیجئے کہ صبر کتنی مٹھائی والوں کی صحت کا راز ہے ! سلیمان نے پرسکون لہجے میں عمران کو صبر کی تلقین کی اور کچن کی

طرف روانہ ہوگیا۔

لل۔ لیکن صبر کرنے کے لئے خبریں سننا بہت ضروری ہیں پیارے ذرا ریڈیو کھول دو شاید مدہوبالا کوئی تقریر ہی کردے۔ اس مرتبہ عمران کا لہجہ حد درجہ ڈھیلا تھا۔

سلیمان ٹھٹھک کر رک گیا۔ مدھوبالا تقریر کرے گی؟"

"ہاں ہاں —— سنا ہے وہ آج کل خیرسگالی کے دورے پر آئی ہوئی ہے ویسے پیارے یہ خیرسگالی کیا سالے کو خیر کی گالی دینے کے لئے کہا جاتا ہے؟"

معلوم نہیں صاحب —— ! سلیمان نے خیرسگالی کی مٹی پلید ہوتے دیکھ کر منہ بنایا اور ریڈیو کھول دیا۔ شاید وہ سمجھ گیا کہ عمران نے یہ لمبی چوڑی تمہید صرف ریڈیو کھلوانے کے لئے ہی باندھی تھی۔

ریڈیو کا والیوم پورا کھولنے کے بعد وہ جلدی سے کچن میں گھس گیا۔

اس وقت خبروں کا وقت تھا۔ اناؤنسر بڑے جوش و خروش کے ساتھ ہمسایہ کمیونسٹ ممالک کے ساتھ کئے گئے حالیہ معاہدے اور ترقیاتی منصوبوں کی تفصیل سنا رہا تھا۔

ابھی وہ ترقیاتی منصوبوں پر خرچ آنے والی کثیر رقم کی تعداد ہی بتا رہا تھا کہ اس کی آواز بند ہوگئی۔

عمران نے الوؤں کی طرح دیدے نچائے اور دوسرے ہی لمحے وہ اچھل کر سر کے بل کھڑا ہوگیا۔

ریڈیو پر کتوں، بلیوں اور نہ جانے کن کن جانوروں اور درندوں کی مشترکہ

چیخ و پکار اور غرانے کا بے ہنگم شور اٹھ رہا تھا۔

یہ سب کچھ اچانک ہی ہوا تھا۔ آواز چونکہ خاصی بلند تھی اس لئے سلیمان نے جیسے ہی ان آوازوں کو سنا اس نے سمجھا شاید عمران کے کمرے میں کتے و بلیوں کے ساتھ کئی دوسرے جانور گھس آئے ہیں۔ وہ کفگیر اٹھائے عمران کے کمرے کی طرف لپکا لیکن جیسے ہی وہ کمرے میں داخل ہوا اس کا جی چاہا کہ کفگیر اپنے ہی سر میں دے مارے —— کمرے کے اندر کچھ ایسا ہی منظر تھا۔

ریڈیو سے کتوں اور بلیوں کا پروگرام نشر ہو رہا تھا۔ بالکل ایسے جیسے ریڈیو سٹیشن پر شہر بھر کے کتے اور بلیاں مدعو ہوں۔ ادھر عمران سر کے بل کھڑا بڑے انہماک سے اس پروگرام کو سن رہا تھا جیسے پروگرام لفظ بلفظ سمجھ رہا ہو۔

اچانک یہ طوفان بدتمیزی ختم ہوگیا اور عمران جھٹ سے قالین پر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا —— ریڈیو سے اب ایک عجیب سی آواز آ رہی تھی —— عجیب پراسرار اور سرسراتی ہوئی آواز جیسے روح سرگوشیاں کر رہی ہو۔

"آپ لوگ میری آواز سن رہے ہیں —— میں ہوں مندریکر ——! مندریکر —— عوام کا خادم مندریکر —— آج رات آپ لوگ میرے کمالات کا ایک ادنیٰ سا کرشمہ دیکھیں گے۔ ٹھیک دس بجے رات۔ یاد رہے میں ہوں مندریکر عوام کا خادم —— مندریکر"

روح کی سرگوشی ختم ہوگئی اور پھر کتوں اور بلیوں کی بیت بازی فیصلہ کن مرحلے میں داخل ہوگئی —— مصرعوں پر مصرعے پڑھ ڈالے گئے۔ ٹھیک دو منٹ بعد اناؤنسر بڑے معذرتی لہجے میں کہہ رہا تھا۔ ہمیں افسوس ہے کہ ذہنی کل پرزوں کی

خرابی اور بجلی کے تسلسل میں فرق آجانے کی وجہ سے آپ ہمارا پروگرام دو... تک نہیں سُن سکے"۔

سلیمان کا منہ حیرت سے کھلا ہوا تھا اور اس کے ہاتھ میں کفگیر یوں ... رہی تھی جیسے شکست خوردہ تیغ زن کے ہاتھ میں تلوار ——— اس کے ذہن ... کئی سوالات کلبلا رہے تھے جن کے اخراج کے لیے اس کی ذہنی ہنڈیا میں ابال اُبال آئے جا رہے تھے۔

سلیمان نے بے چینی سے کفگیر دوسرے ہاتھ میں منتقل کی اور عمران کی ... دیکھا عمران اس وقت اس اداس اُلو کی طرح دکھائی دے رہا تھا جو اپنی ... کے انتظار میں بیٹھا فراق کی گھڑیاں گن گن کر گذار رہا ہو۔

یہ سب کیا تھا صاحب ——— ؟

"ابے ہائیں ——— تو نے نہیں سُنا۔ ڈرامہ ہو رہا تھا ڈرامہ،

ڈرامہ ——— کیسا ڈرامہ صاحب!

بلیاں کتے کے گلے میں گھنٹی باندھنے پر غور و فکر کر رہی تھیں۔

لیکن صاحب غور و فکر کرنے میں اس قدر شور تو نہیں ہوتا۔

ابے بقراط یہ صوتی غور و فکر تھا ——— سمجھے یا میں اٹھ کر تمہارے بارے ... غور و فکر شروع کر دوں ——— عمران نے غرا کر آنکھیں نکالیں۔

اس گھر کی ہر شے پر آسیب سوار ہے۔ سلیمان بڑبڑاتا ہوا واپس پلٹا ... اس کا جی تو چاہ رہا تھا کہ پسندے پکانے کی جتنی بھی ترکیبیں اسے یاد ہیں وہ ... عمران کو سنا ڈالے لیکن مجبوراً ضبط کا مظاہرہ کرنا ہی پڑا۔

سلیمان جیسے ہی کمرے سے نکلا ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ عمران نے لپک کر ریسیور اٹھا لیا۔ علی عمران گوردا سپوری ایم۔ ایس۔ او پی!

سلطان بول رہا ہوں ——— !

فرمائیے عالیجاہ! بندہ بست دستہ کھڑا ہے، معاف کیجیے گا وہ دست دستہ۔ نن نہیں دست بستہ یعنی کر دست بستہ ——— جی ہاں!

بک چکے ——— ؟

جی ہاں ——— ! عمران کا لہجہ فرماں برداری کے جذبات سے مغلوب تھا۔

کچھ دیر پہلے خبروں کے دوران میں کیا گڑبڑ تھی ——— سُنی تم نے؟

ج ج ——— جی ہاں شاید شہر کے کتوں اور بلیوں کے درمیان جنگی معاہدے کی تفصیل نشر ہو رہی تھی۔

بکو مت۔ میں مندرجہ کے بیان سے کسی جرم کی بو سونگھ رہا ہوں۔

ج ج ——— جی ہاں بو تو میں بھی محسوس کر رہا ہوں ——— عمران نے یہ کہہ کر لمبے لمبے سانس لیے جیسے دوسری طرف سر سلطان نے بھی سنا ہو گا۔ سانس خارج کرنے کے بعد عمران نے پرسکون لہجے میں مزید کہا۔

جی دراصل سلیمان جو لھے پر ہنڈیا چڑھا کر میرے مستقبل کی فکر میں ڈوب گیا ہے۔ اس لیے سالن جلنے کی بو ——— ہم۔ میرا مطلب ہے۔ ایں۔ بند کر دیا فون ——— عمران نے ٹھنڈی سانس بھر کر ریسیور کریڈل میں ڈال دیا۔

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہوئے نہ جانے کتنی دیر ہو چکی تھی شاید سر سلطان سمجھ گئے تھے کہ معاملہ عمران کی سمجھ سے بھی بالاتر ہے یا پھر وہ حسب عادت پہلے سے کچھ جانتا

نہیں چاہتا اس لیئے دماغ چٹوانے سے کہیں بہتر تھا کہ سرے سے بات ہی نہ
کی جائے۔

عمران چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر اس کمرے میں جا گھسا جہاں ایکسٹو کا
ٹیلی فون رکھا ہوا تھا۔ اس نے فون پر جولیا کے نمبر ڈائیل کیئے اور غرایا۔

ایکسٹو ——————!

یس سر۔ جولیا اٹنڈنگ!

رات دس بجے سیکرٹ سروس کے تمام ممبروں کو شہر میں گشت کرنے کا حکم
دو اور انھیں سختی سے تاکید کر دو کہ کسی بھی غیر معمولی واقعہ کو دیکھ کر دخل اندازی نہ
کریں بلکہ بلا تاخیر مجھے اطلاع دیں۔

بہتر ہے جناب میں ابھی اطلاع کرتی ہوں۔ جناب۔ وہ! جولیا کچھ
کہتے کہتے رک گئی۔ لہجے سے پتہ چلتا تھا کہ وہ کچھ معلوم کرنے کے لیئے بیتاب
ہے۔ لیکن عمران نے سخت لہجے میں کہا۔

کچھ نہیں۔ میں بھی اتنا ہی لاعلم ہوں جتنی کہ تم ——!

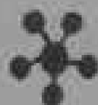
عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا اور دوسرے کمرے کی طرف لپکا۔ عین اسی وقت
دوسرے کمرے میں فون کی گھنٹی نے بجنا شروع کر دیا تھا۔

عمران نے ریسیور ہاتھ میں لے لیا۔ لیکن منہ سے کچھ نہ بولا۔

میں فیاض بول رہا ہوں۔ ہیلو۔ ہیلو۔ کیا تم سن رہے ہو عمران!

دوسری طرف سے فیاض کی آواز سنائی دی۔ عمران سمجھ گیا کہ فیاض بھی اس
اعلان کے سلسلے میں بات کرنا چاہتا ہے جو کچھ دیر قبل ریڈیو سے نشر ہوا تھا۔

فیاض کی باز پرس سے بچاؤ کی ایک ہی صورت عمران کی سمجھ میں آتی۔ بہرحال
دوسرے لمحے اس کے حلق سے کتوں اور بلیوں کی سی ملی جلی آوازیں نکلنے لگیں ——
دوسری طرف سے فیاض کی دھاڑ سنائی دی۔
عمران نے اطمینان سے ریسیور رکھ دیا۔ اور دوسرے ہی لمحے وہ باہر جانے کے
لیئے تیار ہو رہا تھا۔



مسٹر شعیب ایک معزز شہری اور سرگرم سیاسی لیڈر تھے، اس وقت
خاصی رات ہو رہی تھی۔ وہ ایک دعوت سے واپس آ رہے تھے، ان کی دو نوعمر
لڑکیاں اور بیگم ان کے ساتھ کار میں موجود تھیں —— ان کی کار اس وقت
چینھم روڈ سے گذر رہی تھی۔

اگرچہ اس وقت دس بجے تھے لیکن محسوس یوں ہو رہا تھا جیسے نصف
شب کا عمل رہا ہو۔ سردی اپنے پورے عروج پر تھی۔ ہوا تیز تھی جس کی وجہ سے

ٹھنڈک اور بھی بڑھ گئی تھی۔

سڑک دُور دُور تک ویران تھی۔

بے داغ یونیفارم میں ملبوس ڈرائیور سردی کے احساس سے بے نیاز جیسے پتھر کا بنا ہوا تھا۔ اس کی نگاہیں سامنے سڑک پر جمی ہوئی تھیں جہاں کی ہیڈ لائٹیں سڑک کے ذرہ ذرہ کو منور کر رہی تھیں۔

اچانک ڈرائیور کا ہاتھ اسٹیرنگ پر بہک گیا اور اس کے منہ سے خوفزدگی کی چیخ نکل گئی۔

سڑک پر الٹے ہاتھ ایک طویل القامت جوڑا باہوں میں باہیں ڈا خراماں خراماں چلا جا رہا تھا — مرد اور عورت دونوں کے قد کسی بھی طور فٹ سے کم نہ رہے ہوں گے۔

ڈرائیور کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ اس نے بوکھلاہٹ میں بریک لگانے کی کوشش کی لیکن اس کے مقدر کو کیا کہیے بوکھلاہٹ میں پاؤں کا دباؤ ایکسیلیٹر پر بڑھتا چلا گیا۔

کار جو پہلے ہی پچپن کی رفتار سے جا رہی تھی ایک دم طوفان میل بن گئی۔ ڈرائیور نے کار پر قابو پانے کی کوشش کی لیکن آناً فاناً چند لمحوں میں نئی شیورلیٹ کار سیدھے ہاتھ کی ایک کوٹھی کی دیوار سے جا ٹکرائی۔

کار کی بیرونی دیوار توڑتی ہوئی کوٹھی میں جا گھسی۔ ونڈ اسکرین ریزہ ریزہ ہو گیا۔ بیرونی دیوار کے عقب میں مہندی کی باڑ تھی۔ کار اس میں پھنس گئی ورنہ وہ شاید کوٹھی کے برآمدے تک جا پہنچتی۔

اسٹیرنگ نکل کر ڈرائیور کے سینے پر لگا اور وہ دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو گیا۔ ڈرائیور بوکھلاہٹ میں اسٹیرنگ سے ہی لپٹ گیا تھا اس لیے جھٹکا زیادہ شدید لگا۔ وہ تو خیر ہوئی کہ پسلیاں سلامت رہیں ورنہ شاید وہ موقع پر ہی دم توڑ دیتا۔ ونڈ اسکرین کی کرچیں مسٹر شعیب اور ڈرائیور کی پیشانی میں گھس گئیں۔ مسٹر شعیب اس وقت ڈرائیور کے برابر والی سیٹ پر بیٹھے اونگھ رہے تھے اس لیے ان کی آنکھیں بال بال بچ گئیں البتہ مسٹر شعیب اس اچانک حادثے سے فوراً بے ہوش ہو گئیں۔ دونوں لڑکیاں معجزانہ طور پر محفوظ رہیں۔ انھیں بہت ہی معمولی چوٹیں آئی تھیں۔



ایکسٹو کا حکم ملتے ہی صفدر اپنے فلیٹ سے نکل گیا تھا۔ وہ تقریباً بجے تک مختلف ہوٹلوں اور بازاروں میں گھومتا رہا۔ بہت سے لوگ بازاروں گلی کوچوں میں ٹولیاں بنائے کھڑے تھے۔ شاید یہ لوگ مندر کی سرگوشیاں سن کر ہی جمع ہوئے تھے۔

صفدر نے موٹر سائیکل اسٹارٹ کی اور سپرنگ سوسائٹی کی طرف نکل گیا۔ سارے علاقے کی سیاحت کرنے کے بعد اس وقت اس کی موٹر سائیکل چیتھم روڈ سے گذر رہی تھی ــــ!

سردی مزاج پوچھ رہی تھی۔ سرد ہوا کے جھونکے اس کے سینے پر منجمد برف کی طرح چوٹ رہے تھے۔ لیکن اسے اسکی کچھ زیادہ پرواہ نہ تھی ــــ وہ اپنے چیف کے اس انداز سے اچھی طرح واقف تھا جس سے وہ اپنے ماتحتوں کی مزاج پرسی کرتا رہتا تھا۔

اچانک فلڈ لائٹ میں اس نے ایک طویل القامت جوڑے کو آتے ہوئے دیکھا۔ اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں اور ہاتھ ہینڈل پر کانپ گئے۔ بات تھی بھی چونکنے والی۔ ایک تو آنے والوں کا حیرت انگیز حد تک بڑھا ہوا قد دوسرے وہ اس جوڑے سے اچھی طرح واقف تھا!

عین اسی وقت ایک کار تیز رفتاری سے آتی دکھائی دی۔ صفدر نے محسوس کیا کہ اس طویل القامت جوڑے پر نگاہ پڑتے ہی ڈرائیور کے حواس غائب ہو گئے۔

دوسرے ہی لمحے صفدر کے منہ سے ایک طویل سانس خارج ہوئی۔ کار ایک کوٹھی کی دیوار کو توڑتی ہوئی اندر گھس گئی تھی۔ صفدر نے مڑ کر دیکھا دیو قامت جوڑا غائب تھا۔

صفدر نے کار کو جس انداز سے ٹکراتے دیکھا تھا۔ اسکے حساب سے کار میں بیٹھے ہوئے ایک بھی متنفس کا بچنا محال تھا۔ تاہم صفدر نے عین اسی جگہ موٹر سائیکل روکی اور دیوار سے ٹوٹی ہوئی دیوار کی طرف لپکا

کار کے ٹکرانے سے خاصی آواز پیدا ہوئی تھی۔ پھر رات کے سناٹے نے

اس کی آواز دور دور تک سنائی دی ہوگی۔

صفدر نے کار کا دروازہ کھولا اور ڈرائیور کو باہر کھینچ لیا۔ اس وقت تک کوٹھی کے مکین اور پڑوس کے کچھ لوگ بھی جمع ہو چکے تھے۔ انھوں نے زخمی ڈرائیور اور شعیب کو کار سے کوٹھی میں منتقل کرنے میں صاحب خانہ کا ہاتھ بٹایا۔

مسٹر شعیب کو جلد از جلد ہوش میں لایا گیا۔ ڈرائیور کی بے ہوشی خاصی گہری ثابت ہوئی۔ تاہم اسکے زخموں کی ڈریسنگ کر دی گئی۔

صفدر اس وقت تک زخمیوں کی دیکھ بھال میں مصروف رہا جب تک کہ کوٹھی کے مالک نے پولیس کو فون نہیں کر دیا۔ پولیس کچھ دیر میں پہنچا ہی چاہتی تھی لہٰذا صفدر چپکے سے کھسک لیا۔

اگلے دس منٹوں کے بعد صفدر چیتھم روڈ کے ٹیلی فون بوتھ سے اپنے چیف کو کال کر رہا تھا۔



عمران دس بجے سے بہت پہلے اپنے فلیٹ سے نکل گیا تھا۔ سوا دس بجے تک اس نے سڑکوں پر کوئی غیر معمولی بات نہیں دیکھی تو اپنی گاڑی کا رخ فلیٹ کی طرف موڑ دیا۔ اب سوائے اسکے کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ اپنے مرکز

رپورٹ کا انتظار کرنا۔

ابھی وہ اپنے کمرے میں پہنچا ہی تھا کہ خفیہ کالوں کا اشارہ کرنے والا بلب
جلتا بجھتا دکھائی دیا۔ وہ بڑی بے تابی سے فون کی طرف لپکا۔

میں صفدر بول رہا ہوں جناب۔ صفدر کی آواز سنائی دی۔

ایکسٹو ۔۔۔! عمران نے خشک لہجے میں کہا

میں آپ کو حیرت انگیز اطلاع دینا چاہتا ہوں۔

سسپنس پیدا کرنے کی ضرورت نہیں۔ عمران کا لہجہ اس قدر ناخوشگوار
دوسری طرف صفدر کا حلیہ ضرور بگڑ گیا ہوگا

جی جناب۔ میں حیران ہوں کہ ابتدا کہاں سے کروں۔!

اپنے حواس پر قابو رکھو میں تمہیں اس قدر کمزور اعصاب کا آدمی نہیں سمجھتا
ان کا لہجہ بڑی حد تک بدل چکا تھا۔ دوسری طرف سے صفدر کی اکھڑی اکھڑی
سانسیں صاف سنائی دے رہی تھیں۔

کک۔ کیا آپ یقین کریں گے کہ میں نے بارہ فٹ لمبا آدمی اور اتنے ہی قد کی
عورت کو چشم رود پر دیکھا ہے؟

کوئی وجہ نہیں کہ تمہاری بات پر یقین نہ کیا جائے ۔۔۔! عمران نے دلچسپی ظاہر کرتے
دھیمے نرم لہجے میں کہا۔

لل۔ لیکن ناقابل یقین بات یہ ہے کہ وہ طویل القامت جوڑا مشہور
اداکارہ راج اور کلی کا تھا۔

ہوں ۔۔۔! عمران نے صفدر کی بات سن کر پرسکون اور سپاٹ
لہجے میں کہا۔ صفدر اپنی جگہ حیران ہو رہا ہوگا کہ ایکسٹو اس خبر کو سن کر اچھل کیوں نہیں

پڑا۔ لیکن اسے کیا معلوم کہ خود ایکسٹو اس قدر حیران کن ہستی ہے کہ اسے دوسروں کی
باتوں پر حیران ہونے کی فرصت ہی نہیں ملتی۔

یہ واقعہ چشم رود پر کس جگہ پیش آیا ۔۔۔؟

ریڈ ہاؤس سے چند گز کے فاصلے پر جناب!

ہوں ۔۔۔ کوئی خاص بات؟

سر! عین اسی جگہ پر جہاں راج اور کلی کا دیو قامت جوڑا دکھائی دیا تھا
ایک کار کا ایکسیڈنٹ ہوا ہے۔ میرا خیال ہے کہ ڈرائیور کی نگاہ بھی اس عجوبہ پر پڑ
گئی تھی اور وہ بوکھلاہٹ میں گاڑی پر قابو نہ رکھ سکا ۔۔۔ صفدر نے
حادثے کے بعد کے سارے حالات بھی سنا ڈالے۔

ٹھیک ہے تم اب آرام کرو ۔۔۔ اور ہاں اس کوٹھی کا نمبر کیا ہے جس میں
زخمی اس وقت بھی موجود ہیں؟

ایف چھیالیس جناب!

او کے ۔۔۔! عمران نے ایکسٹو کے سپاٹ لہجے میں کہا اور سلسلہ
منقطع کر دیا۔

عین اسی وقت برابر والے کمرے سے دوسرے فون کی گھنٹی سنائی دی۔ عمران
نے لپک کر ریسیور اٹھایا اور لہک کر بولا۔ علی عمران۔ ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی [illegible]

میں فیاض بول رہا ہوں ۔۔۔!

بولو۔ بولو۔ پیارے کنفیوشس نے کہا ہے کہ بولنے سے ٹانگیں مضبوط اور
معدے کی گنجائش بڑھ جاتی ہے ۔۔۔!

یہ بحث کسی اور وقت کے لئے اٹھا رکھو اور فوراً جیتھم روڈ پر آجاؤ۔

کک۔ کیوں کیا سر ٹشر کو گرفتار کرنے کا ارادہ ہے۔ ؟

کیا بکتے ہو۔۔۔ ؟

یار۔۔۔ آئے اب تم سے کیا پردہ۔ اسی روڈ پر ہم۔ میرا وہ رجسٹر ہے یا وہ میں نے ابھی کیا کہا تھا۔ خیر۔ نہیں۔ گھسٹر گھسر یار بتاتے کیوں نہیں کہ کیا کہتے ہیں۔ اس سالے کے باپ کو۔

سر۔۔۔۔! فیاض حلق کے بل چیخا۔

چلو۔ تو اسی سڑک پر میرا سسر رہتا ہے۔۔۔ وہ کیا نمبر ہے اس کی کوٹھی کا۔۔۔ ہاں ہاں۔۔۔ یاد آگیا۔۔۔ ایف جے یس سو پر ایف چھپا دیا گیا۔۔۔؟ دوسری طرف فیاض کو غالباً سکتہ ہو گیا۔

کیوں۔۔۔ کک۔۔۔ کیا تم بھی امیدوار بن کر آسامنے کے طالب علم آگئے اوہ آئی ای بوری طالب دیدار آگئے ہو لا معاملہ ہے۔ کیوں؟

عمران کی بکواس جاری رہی لیکن دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو چکا تھا۔ عمران نے فون ڈس کنکٹ کر کے ریسیور کریڈل میں ڈال دیا اور ایک طویل سانس لی۔ چند منٹ بعد وہ فلیٹ سے باہر جا رہا تھا۔

پندرہ منٹ بعد وہ [illegible] ہاؤس کے سامنے تھا اور دوسرے ہی لمحے ایف جے ہاؤس کے گیٹ کے سامنے اپنی فیٹ سے اتر رہا تھا۔

گیٹ پر [illegible] کے سپاہی البتہ موجود تھے۔ اگرچہ اس وقت وردی میں [illegible] نہ رہے تھے تاہم [illegible] کے کچھ لگ

وہاں موجود تھے۔ آس پاس کی کم و بیش ہر عمارت کی کھڑکیاں اور روشندان مکینوں کی شب بیداری کا اعلان کر رہے تھے۔۔۔!

عمران نے فلیٹ کا دروازہ بند کیا اور گیٹ پر کھڑے ہوئے ایک بوڑھے سپاہی کی طرف لپکا۔ انداز ایسا تھا کہ اس نے معانقہ کیا کہ جب کیا۔۔۔ سپاہی گڑبڑا کر ایک طرف سمٹ گیا۔

عمران نے جلدی میں صرف مصافحہ پر ہی اکتفا کیا۔۔۔ اور اس سے بال بچوں کی خیریت معلوم کرنے لگا۔ سپاہی بھونچکا سا دیکھ رہا تھا۔ دوسرے سپاہی بوڑھے سپاہی کی بوکھلاہٹ سے محظوظ ہو رہے تھے اس لئے انھوں نے قطعاً دخل اندازی نہیں کی۔ شاید ان میں سے ایک بھی عمران سے واقف نہ تھا۔۔۔

فیاض کوٹھی کے کمپاؤنڈ میں کھڑا تھا۔ اس کی نگاہ جیسے ہی عمران پر پڑی وہ لپکتا ہوا اس کے پاس پہنچ گیا۔۔۔ تم کب آئے؟

تقریباً اٹھائیس سال آٹھ مہینے ایک ہفتہ ڈیڑھ دن سوا گھنٹہ بیس منٹ اور دس سیکنڈ پہلے۔۔۔

میں نے تمہاری عمر نہیں پوچھی تھی۔۔۔! فیاض جھنجھلا گیا۔

فیاض غالباً اس کی غیر متوقع آمد سے بوکھلا گیا تھا۔ اس لئے یہ تکا سوال کر بیٹھا تھا۔ رہا عمران تو وہ تو خدا سے ایسی باتیں چاہے۔ فیاض کا دوسرا فقرہ بھی کچھ کم نہ تھا۔ ابھی عمران نے اس کی ٹانگ لینے کی کوشش کی ہی تھی کہ فیاض کو اپنی بوکھلاہٹ پر قابو پانے کی سوجھی پھر ایسے میں عمران کو اندر گھسیٹ لے جانے کے سوا چارہ ہی کیا تھا۔

فیاض عمران کو کنگن اس کمرے میں لے گیا جہاں زخمیوں کو
فراہم کیے گئے تھے۔ صاحب خانہ ایک مشہور اور قابل ڈاکٹر تھا۔ اس نے زخمیوں
کو بروقت طبی امداد بہم پہنچا کر انھیں مزید کسی صدمے سے دوچار ہونے سے بچا لیا تھا۔

جس وقت عمران کمرے میں داخل ہوا۔ مسٹر شعیب بڑی حد تک پرسکون تھا مگر
ان کی دونوں لڑکیاں جن کی عمریں بالترتیب بیس بائیس سال رہی ہوں گی اپنی ماں کو
بے ہوش دیکھ کر رونے میں مصروف تھیں۔

اگرچہ مسٹر شعیب انھیں تسلی دے دے کر پرسکون رہنے کی تاکید کر رہے تھے تاہم
وہ ایک بار اور ایک حال میں رونے سے باز نہ رہ سکیں اور یہ بات عمران کو بوکھلاہٹ میں
مبتلا کرنے کے لیے کافی تھی۔

نہ جانے کیوں وہ روتی ہوئی لڑکیوں کو دیکھ کر بوکھلا جاتا تھا۔۔۔ لیکن اب تو
بوکھلاہٹ اس پر سوار ہو چکی تھی اور جب بوکھلاہٹ حملہ کر دے تو اس سے کسی بھی
سنجیدہ حرکت کی توقع عبث تھی۔

عمران نے بوکھلائی ہوئی نگاہوں سے لڑکیوں کو دیکھا اور بے تابی سے ڈرائیور کی طرف
بڑھ گیا۔۔۔ شعیب۔ را۔ نے۔ لگ۔ کی کوئی بات نہیں۔ تمھاری والدہ بھی
جوشش ہم۔ میرا مطلب ہے خوشش ارے وہ کیا کہتے ہیں ہاں ہوش میں آ جائیں گی۔

کمرے میں ادھر ہر شخص نے چونک کر عمران کی طرف دیکھا جو اس وقت ڈرائیور کو
پچکار پچکار کر تسلی دینے میں مصروف تھا۔ فیاض نے گھبرا کر پہلو بدلا۔ رونے والی لڑکیوں نے
رونا دھونا چھوڑ حیرت سے بھیگی بھیگی نگاہوں سے عمران کو گھورنا شروع کر دیا۔

وہ ماحول جو پہلے لڑکیوں کی سسکیوں اور ہچکیوں سے سوگوار تھا اب خاموشی کے بوجھ

مجمع خاموشی تلے دب کر رہ گیا۔
سب کی نگاہیں عمران پر جمی ہوئی تھیں لیکن عمران سب سے لاپرواہ ڈرائیور کو
یوں دیکھنے میں مصروف تھا جیسے حیران ہو کہ اسے تسلی دے بھی تو کس طرح؟

آپ کو گفتگو کرتے وقت ماحول کا اندازہ کر لینا چاہیے تھا۔

ج۔ جی۔ ہاں۔۔۔ عمران نے بوکھلا کر سامنے دیکھا۔ ایک ادھیڑ
عمر کا بردبار شخص کھڑا اسے گہری نگاہوں سے گھور رہا تھا۔ عمران نے جلدی سے
گنواروں کی طرح پیشانی چھو کر اسے تسلیم کیا اور بے بسی سے فیاض کی طرف دیکھنے لگا

فیاض نے جلدی سے آگے بڑھ کر دونوں کا تعارف کرایا۔ موصوف اس
کوٹھی کے مالک ڈاکٹر داراب تھے۔ عمران اس کی شہرت اور قابلیت سے واقف
تھا۔ اس نے جلدی سے نسبتاً سلجھے ہوئے انداز میں دوبارہ تسلیم کیا۔ انداز ایسا
تھا جیسے سابقہ احمقانہ تسلیم کی تصحیح پیش کر رہا ہو۔

اور آپ ہیں ڈی۔ جی۔ رحمان صاحب کے بیٹے عمران! فیاض نے عمران کے
بارے میں بتایا۔ ڈاکٹر داراب مسکرا دیے اور مسٹر شعیب کی طرف مڑ کر بولے۔

اس لڑکے نے ماحول کی اداسی میں زندہ دلی کی روح پھونک دی ہے۔ میرا
خیال ہے ہمیں اس کا شکرگزار ہونا چاہیے۔

میں تمھارا شکرگزار ہوں بیٹے۔۔۔!

م۔ مگر مجھے شکریے کی بالکل ضرورت نہیں

جی۔ ! مسٹر شعیب کا لہجہ حد درجہ متحیر تھا۔

جج۔ جی ہاں۔ شکرگزاری کی کوئی ضرورت نہیں۔ م۔ میرا مطلب ہے میں



عمران سیریز کا تہلکہ خیز ناول

سلور جوبلی درندہ

(از مظہر کلیم)



منہ اٹھا کر بڑبڑایا۔ اسکی بڑبڑاہٹ خاصی بلند تھی۔ کمرے میں موجود کم و بیش ہر شخص نے اسے سنا ہوگا۔ ذرا سی چونک کر خاموش ہو گیا اور عمران کو گھورنے کے بعد قدرے جھلائے ہوئے لہجے میں بولا۔

اگر میری جگہ آپ ہوتے تو شاید اب تک پاگل ہو چکے ہوتے —

میں شروع ہی سے دماغی طور پر دیوالیہ ہوں — میری بات چھوڑو کیا آپ نے کبھی بارہ فٹ کا مرد یا عورت دیکھی ہے؟

بارہ فٹ کی عورت — عمران نے آہ بھر کر اسکی طرف دیکھا اور کہا کاش کوئی ساڑھے گیارہ فٹ کی ہی مل جائے

عمران تم خاموش رہو — فیاض نے عمران کو ڈانٹا اور وہ یوں منہ پھلا کر بیٹھ گیا جیسے تھوتھنی پر بھیڑیئے نے کاٹ لیا ہو

ہاں، تم اپنا طلسماتی بیان جاری رکھو —! فیاض کے لہجے سے گہرے طنز کا احساس ہوتا تھا۔

میں عرض کر رہا تھا جناب کہ میں نے موڑ مڑتے ہی ایک دیو قامت جوڑا دیکھا تھا۔

دیو قامت جوڑے سے تمہارا کیا مطلب ہے؟ فیاض غرایا۔

مرد و عورت دونوں کا قد کسی طرح بھی بارہ فٹ سے کم نہ تھا۔

کیا — ؟ فیاض اور کمرے میں موجود ہر شخص حیرت سے اچھل پڑا۔ اگلے ہی لمحے سب ڈرائیور کے گرد گھیرا ڈالے کھڑے تھے۔

تم کیا سمجھتے ہو کہ اس الف لیلوی کہانی پر یقین کر لیا جائے گا؟

میں سچ کہہ رہا ہوں جناب — میں قسم کھانے کے لیے تیار ہوں!

تم بچے ہو — تمہارے اس بیان پر کوئی بھی یقین نہیں کر سکتا۔ وہ بھی اچانک بھڑک اٹھی —

عمران نے برا سا منہ بنا کر فیاض کی طرف دیکھا — اسے فیاض کی اس عادت سے سخت چڑ تھی لیکن وہ اس وقت کرتا بھی تو کیا —؟

چلو اٹھو — یہ نرم بستر تمہیں راس نہیں — میں عنقریب تمہیں جانے فٹ کا بنا کر واپس بھیجوں گا — فیاض نے طنزیہ لہجے میں ڈرائیور سے کہا۔

مسز اور مسٹر شعیب نے ڈرائیور پر شبہ کرنے پر احتجاج کیا لیکن فیاض تو اس وقت جھلایا ہوا تھا — تاہم اس نے انھیں یقین دلایا کہ حقیقت کا پتہ لگانے کے لیے ڈرائیور کا کوتوالی جانا بہت ضروری ہے اور پھر اگر وہ بے گناہ ہوا تو اسے ذرہ بھی نقصان نہیں پہنچے گا —

لیکن ہم کوئی کارروائی نہیں کرنا چاہتے پھر یہ ضد کیوں ہے —؟ بیگم شعیب نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

خاتون شاید آپ نے ابھی اس کا بیان خود سے نہیں سنا۔ اس قسم کی افواہیں اگر عوام میں پھیل گئیں تو نہ جانے کیا قیامت آ جائے — بہر حال مجھے نقصان کرنا میرا فرض ہے — فیاض نے یہ کہہ کر ایک انسپکٹر کو اشارہ کیا کہ ڈرائیور کو کوتوالی لے چلے —

انسپکٹر ڈرائیور کو ساتھ لے کر باہر نکل گیا

ابھی انسپکٹر اور ڈرائیور کو کمرے سے گئے دو منٹ گزرے تھے کہ ایک فائر کی آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی کسی کی تکلیف میں ڈوبی ہوئی کراہ بھی —!

ہم کوئی فاتح و لتج تو ہوں نہیں کہ آپ باج کے طور پر شکر گزار ہوں گے — مم میرا مطلب ہے — کک — کیا مطلب ہے فو پر سیاض —!

عمران نے کچھ نہ سمجھ آنے والے لہجے میں فیاض کو مخاطب کیا لیکن فیاض بھلا اب کہاں اس کے دام میں آنے والا تھا اس نے بے نیازی سے منہ پھیر لیا

عین اسی وقت بیگم شعیب نے ہلکی سی کراہ کے ساتھ کروٹ بدلی اور دوسرے لمحے وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر سب کو دیکھ رہی تھیں —

دونوں لڑکیاں انھیں ہوش میں دیکھ کر جلدی سے ان کے ساتھ لپٹ گئیں انھیں اس طرح لپٹتے دیکھ کر عمران کو بے سہارا اور تنہا ڈرائیور پر بہت ترس آیا اس کا جی تو چاہا کہ نعرہ لگا کر ڈرائیور سے جا لپٹے — اس کی دانست میں اگر ہوش میں آنے پر بیگم شعیب اس نوازش کی مستحق تھیں تو کیا ڈرائیور کسی سے کم تھا —؟

تقریباً بیس منٹ بعد بیگم طاقت بخش مشروبات اور دواؤں کے اثر کی وجہ سے بالکل ترو تازہ دکھائی دینے لگیں —

بیگم شعیب کو پر سکون دیکھ کر فیاض نے سوالات شروع کر دیے لیکن مسٹر شعیب کی طرح وہ بھی کوئی تسلی بخش جواب نہ دے سکیں

وہ سب لوگ اس بات سے بے خبر تھے کہ ڈرائیور نے کیا کر کیوں اور کس طرح گاڑی دیوار میں گھسیڑ ڈالی تھی —

اب فیاض نے قہر آلود نگاہوں سے ڈرائیور کی طرف دیکھنا شروع کر دیا عمران تاڑ گیا کہ اب ڈرائیور کی خیر نہیں —!

فیاض نے مشتبہ نگاہوں سے ڈرائیور کو دیکھا اور مسٹر شعیب کی طرف پلٹ کر

بولا۔ یہ آپ سے ملازمت آپ کے پاس ہے؟

کم و بیش دس سال سے۔

ہوں۔ ! فیاض نے اُسے ایکبار پھر مشکوک نگاہوں سے گھورا پھر عمران کی طرف دیکھنے لگا۔ وہ اس وقت سر جھکائے اونگھنے میں مصروف تھا

حادثے کی تفصیل بیان کرو۔ ! فیاض ڈرائیور کو قہر آلود نگاہوں سے گھور کر گرج اٹھا۔ ڈرائیور کو شاید اس رویے کی توقع نہ تھی۔ وہ رحم طلب نگاہوں سے بیگم شعیب کی طرف دیکھنے لگا۔

بیگم شعیب شاید اس کا مطلب سمجھ گئیں۔ انھوں نے دلاسا دینے والے لہجے میں ڈرائیور سے کہا۔ تم سارا واقعہ من و عن بیان کر دو۔ ہم میں سے کوئی تمھیں الزام دینے کے لیے تیار نہیں۔

ڈرائیور کو بیگم کے دلاسے سے تسکین ہوئی تو وہ فیاض کی طرف دیکھ کر لرزتے ہوئے لہجے میں بولا۔

جناب میں اس گھرانے کا برسوں پرانا ملازم ہوں۔ میں ملٹری کا ایک ریٹائرڈ سپاہی ہوں۔ اپنی فوجی زندگی میں جنگ بھی لڑ چکا ہوں اور جنگ کے دوران میں میں نے کئی پر خطر راستوں پر ڈرائیونگ بھی کی۔ مگر۔۔۔۔۔

مگر۔ کیا۔ ؟

یقین جانیے میں اتنے کمزور اعصاب کا آدمی بھی نہیں ہوں۔ میں نے لاشوں سے بھرے ہوئے میدانوں میں گاڑی چلائی ہے۔ اور مجھے خود پر ہر وقت قابو رہا ہے۔

بالکل اسی طرح جس طرح اس وقت زبان پر قابو ہے۔ عمران آسمان کی طرف

راج اور کلی کا طویل القامت جوڑا اگرچہ صفدر اور مسٹر شعیب کے ڈرائیور کے سوا اور کسی نے نہیں دیکھا تھا۔ تاہم ڈرائیور کے قتل کے بعد حالات کچھ اور بھی الجھ گئے تھے۔ اس ضمن میں جولیا کو تمام معلومات صفدر سے حاصل ہو گئی تھیں اس لیے صبح اخبار میں ڈرائیور کے بیان میں بارہ فٹ لمبے جوڑے کا ذکر پڑھ کر اسے حیرت نہ ہوئی البتہ ڈرائیور کے قتل نے اسے سوچنے پر مجبور کر دیا۔

جولیا سوچ رہی تھی کہ ڈرائیور کا قتل کس خانے میں فٹ کرے۔ ظاہر ہے اگر کوئی اسے بارہ فٹ لمبے جوڑے کے بارے میں بیان دینے سے روکنا چاہتا تھا تو اس جوڑے کو سڑک پر گھومنے سے کیوں باز نہیں رکھا گیا۔ آخر ڈرائیور کو بیان دینے کے بعد کیوں قتل کیا گیا؟ قاتل کون ہے؟ وہ مسلسل یہی سوچ رہی تھی ایک سوچ کے پیچھے دراصل وہ پراسرار سرگوشی کارفرما تھی جو کل اس نے خود اپنے کانوں سے ریڈیو پر سنی تھی۔

اب جولیا کے ذہن میں اس عجیب و غریب سرگوشی کے بارے میں خیالات

کلبلانے لگے۔

جب سے مندر بیکر نے ریڈیائی سرگوشیاں نشر کرنا شروع کی تھیں ملک کے اخبارات میں سنسنی خیز افواہیں اور ناقابل یقین خیالات کی بھرمار ہو رہی تھی —

کئی بار جولیا نے سوچا بھی کہ ایکسٹو سے اس سلسلے میں بات چیت کرے لیکن جلد ہی اس خیال پر اوس پڑ جاتی۔ ایکسٹو سے بلا وجہ گفتگو کا انجام کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں تھی — ظاہر ہے کہ ایکسٹو کے نزدیک یہ کوئی وجہ نہ تھی کہ اس کا ذہن کچھ معلوم کرنے کے لیے بے چین ہے —!

بس اچانک ہی اسے عمران کا خیال آگیا اور کچھ ہی لمحے وہ باہر جانے کے لیے تیار ہو رہی تھی —— پھر بیس منٹ بعد عمران کے فلیٹ کی کال بیل پر اس کی انگلی کا دباؤ بڑھتا ہی چلا جا رہا تھا۔

دروازہ کھلنے میں قدرے تاخیر ہوئی — پھر عمران کا حماقت مآب چہرہ دکھائی دیا۔

جولیا پر نگاہ پڑتے ہی عمران کے چہرے پر ایسے تاثرات ابھر آئے جیسے جولیا کو اس وقت سے پہلے کبھی دیکھا تک نہ ہو۔

ففف۔ فرمائیے۔ آپ میری کیا خدمت کر سکتی ہیں۔ — مم۔ میرا مطلب ہے ہو گئے ہے —! جولیا نے اسے دروازے سے ایک طرف دھکیلا اور اندر گھس آئی عمران ہی ہی کرکے اس کے پیچھے لپکا۔

ہہم۔ مگر۔ کسی نے تنہائی میں — میرا مطلب ہے! عمران نے تھوک نگلتے ہوئے کہا اس وقت اس کا چہرہ یوں دھواں دھواں ہو رہا تھا جیسے کسی جوان تنہا لڑکی کا چہرہ

فائر کی آواز سنتے ہی سب چونک اٹھے۔ عمران پلک جھپکتے ہی دروازے سے باہر تھا — مڑ کر دیکھا کہ ڈرائیور پیٹ پکڑے فرش پر ڈھیر ہو رہا ہے — عمران نے کمپاؤنڈ کا فوری جائزہ لیا۔ دور و نزدیک کوئی دکھائی نہ دیا۔ گولی شاید ڈرائیور کے پیٹ میں لگی تھی — پولیس انسپکٹر کا چہرہ زرد ہو رہا تھا اور وہ عجیب سی بے بسی سے زخمی ڈرائیور کو دیکھنے میں مصروف تھا —

فیاض جو عمران کے پیچھے ہی لپکا تھا۔ آگے بڑھ کر ڈرائیور کو سہارا دینے لگا — فیاض کو قریب پا کر ڈرائیور نے تکلیف میں ڈوبے ہوئے لہجے میں کہا۔ مم۔ میں نے جھوٹ نہیں کہا تھا — وہ — وہ دونوں واقعی — بارہ بارہ فٹ —! ڈرائیور نے آخری ہچکی لی اور فیاض کے بازوؤں میں جھول گیا۔

فیاض نے لاش کو فرش پر ڈال دیا۔ زیادہ خون نکل جانے کی وجہ سے لاش کا چہرہ سیاہی مائل ہو رہا تھا۔ لاش فرش پر پڑی تھی اور فیاض بے تصور کی طرح اسے دیکھنے میں مصروف تھا۔

مسٹر شعیب بھی گولی چلنے کی آواز سن کر باہر نکل آئے تھے۔ انہوں نے ڈرائیور کو مردہ دیکھا تو جلدی سے واپس کمرے میں چلے گئے اور اپنی بیگم اور دونوں بیٹیوں کو باہر آنے سے روکنے کی جدوجہد کرنے لگے۔

مسٹر شعیب شاید انہیں مطمئن کرنے میں ناکام رہے تھے۔ اس لیے وہ برآمدے میں نکل آئیں اور لاش کے قریب جا پہنچیں۔

لاش دیکھتے ہی بیگم شعیب فیاض پر برس پڑیں ... جو منہ میں آیا بک دیا۔ اس نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ ڈرائیور کی موت کی تمام تر ذمہ داری

فیاض اور صرف فیاض پر عائد ہوتی ہے۔

فیاض نے گلو خلاصی کے لئے بڑے ہاتھ پاؤں مارے لیکن کوئی ہمت نہ لگی۔ مجبوراً اسے فون کرنے کے بہانے وہاں سے کھسک لینا پڑا۔

عمران ان تمام باتوں سے بے نیاز کچھ اور ہی تلاش میں مصروف تھا۔ وہ کمرے میں دیوار کے ساتھ ساتھ دیکھتے ہوئے آگے بڑھ رہا تھا۔

اچانک ایک جگہ اس نے رک کر دیوار کا پلاسٹر کھرچا اور وہاں پلاسٹر میں ایک چھوٹا سا گڑھا پڑا ہوا تھا جیسے کوئی ننھی سی گولی [illegible] اس نے نکالی ہو۔

عمران نے ادھر ادھر تلاش کرنے کے بعد وہ ننھی سی چیز دیکھ لی۔ دوسرے ہی لمحے وہ ننھی سی چیز بڑی صفائی سے اسکے کوٹ کی جیب میں منتقل ہو گئی اور اس نے کھڑے ہو کر ادھر ادھر ایسی نگاہوں سے دیکھ کر انکار میں گردن ہلا دی جیسے اسے کسی خاص چیز کی تلاش تھی لیکن وہ حاصل نہیں ہو سکی۔

فیاض ابھی تک فون کر کے واپس نہیں آیا تھا اس لئے عمران کے لئے میدان صاف تھا۔ اگلے ایک منٹ بعد وہ گیٹ پر تھا۔ گیٹ پر کھڑے ہوئے موٹے کانسٹیبل نے اسے دیکھ کر بتیسی کی نمائش کر دی۔ عمران جلدی سے اسکے قریب جا کر اور رازدارانہ لہجے میں پوچھنے لگا کون سا منجن استعمال کرتے ہیں آپ؟

کانسٹیبل کو حیران و ششدر چھوڑ کر عمران نے کار کو گیئر میں ڈال دیا۔



کمرہ کھلا ہی رہ گیا —— ریڈیو پر قوالی کی آواز بند ہوتے ہی بلی کی ایک دلخراش چیخ سنائی دی —— دوسرے ہی لمحے طوفان بدتمیزی براڈکاسٹ ہونے لگا۔

عمران نے لپک کر کمرے کے کونے میں رکھا ہوا ایک بریف کیس اٹھا لیا اسے کھولا تو اندر سے ایک مشین برآمد ہوئی —— عمران نے مشین کو کیس سے باہر نکال لیا۔ ٹرانسمیٹر سے ملتی جلتی شکل کی کوئی چیز تھی۔

عمران کے ہاتھ مشین کے باہر نکلتے ہی تاروں اور پلگوں سے الجھ گئے۔ وہ بڑی سرعت سے انہیں سیٹ کر رہا تھا۔

جولیا اس مشین کو پہلے بھی کئی بار دانش منزل میں دیکھ چکی تھی لیکن اسے کبھی استعمال کرنے کی نوبت نہیں آئی تھی لہذا وہ اس کی تکنیک سے قطعی ناواقف تھی۔

مشین کے اطراف میں کئی سوئچ اور رنگ برنگے بلب لگے ہوئے تھے۔ سوئچ کی طرف چھوٹے چھوٹے تیر بنے ہوئے تھے۔ ڈائلوں پر ہندسوں کی ترتیب سے پتہ چلتا تھا کہ ان ہندسوں کا تعلق وقت سے ہے۔ وہ وقت متعین کرنے کے کام آتا ہے اور دوسرا [illegible] دوسرے [illegible] معلوم ہوتا تھا۔

عمران چونکہ اس وقت بے حد سنجیدہ تھا اس لئے جولیا نے کسی قسم کی مداخلت نہیں کی تھی بلکہ ایک طرف بیٹھی اسے گھورتی رہی۔

ریڈیو سے بدستور [illegible] نشر ہوتا رہا اور عمران مشین کو سیٹ کرنے میں مصروف رہا۔

لیکن اس وقت جبکہ یہ طوفان بدتمیزی ختم ہوا اور بند ہو گیا۔ سرگوشی ریڈیو کے اسپیکر سے ابھری۔ عمران مشین کو سیٹ کر چکا تھا اور ایک ڈائل اور قلم سنبھالا۔

شاید کچھ لکھنے کے لیے تیار ہو چکا تھا۔

اس نے بٹن کھینچ رکھے تھے جن کی وجہ سے اطراف میں لگے ہوئے مختلف رنگ کے بلب جل جل کر بجھ رہے تھے اور دونوں ڈائلوں کی سوئیاں یوں تھرتھرا رہی تھیں جیسے تپ لرزاں کا مریض۔

منڈریکر کی سرگوشی سنائی دی ـــ وہی پہلے کی سی سرگوشی ـــ پراسرار، کپکپاتی ہوئی سرگوشی ـــ جیسے کوئی روح سرگوشیاں کر رہی ہو۔

"میں ہوں منڈریکر"۔۔ عوام کا خادم منڈریکر ـــ کل رات میں نے اپنے کمالات کا ایک ادنیٰ سا کرشمہ پیش کیا تھا۔ بعض دشواریوں کی بنا پر میں نے اسے دن کی روشنی میں پیش نہیں کیا۔ مجھے اعتراف ہے کہ چند معمولی قسم کی احتیاطوں سے وہ طویل القامت جو شہر کے ویران حصے کی طرف جا نکلا ـــ جہاں شاید دو ایک آدمیوں سے زیادہ اسے نہیں دیکھ سکے۔

میں نے یہ حرکت خوف و ہراس پھیلانے کے لیے نہیں کی۔ میں دراصل اپنی تخلیقی قوتوں کو عوام کی فلاح و بہبود کے لیے بروئے کار لانا چاہتا ہوں اس لیے اس کرشمہ کا مظاہرہ ناگزیر تھا۔

میں جانتا ہوں اس وقت حکومت کی مشنری میرا سراغ لگانے کے لیے چل پڑی ہے۔ اس لیے میں حکومت سے درخواست کروں گا کہ میری راہ میں زیادہ رکاوٹیں کھڑی کرنے کی کوشش نہ کرے۔ مستقبل قریب میں کسی بھی وقت میں ایک اہم ترین اعلان کرنے والا ہوں۔ یاد رہے

کسی مردے کی اچانک آمد پر ہو جاتی ہے۔

اب تم نے بکواس کی تو ـــ! جولیا نے میز پر رکھی ہوئی ایک فٹ لمبی سلاخ ہاتھ میں لے کر ہلا دی۔ گویا سلاخ کا استعمال اس کے نامکمل فقرے کا دوسرا حصہ تھا۔

ارے باپ رے ـــ! عمران بوکھلاہٹ میں کئی قدم پیچھے ہٹ گیا۔

اچانک جولیا نے چونک کر ریڈیو کی طرف دیکھا اور عمران کو گھورنے لگی۔

یہ تم گانے کب سے سننے لگے ـــ؟ جولیا نے متحیر لہجے میں پوچھا۔

جب سے تم نے نگاہ پھیری ہے ڈارلنگ سونا تو رات چاندی ہے۔ آئی ایم سوری اندھیری ہے ـــ عمران نے باقاعدہ گنگنا کر جواب دیا۔

جولیا نے برا سا منہ بنا کر خاموش رہنا ہی مناسب خیال کیا۔

ریڈیو سے زنانہ آواز میں قوالی نشر ہو رہی تھی ـــ کوئی مگر گلا پھاڑ پھاڑ کر گا رہی تھی ـــ گا کیا رہی تھی ـــ گویا تفتیش کر رہی تھی۔ تفتیش کا مصرعہ دو ہی تھا ـــ کس نے چرائی میری راتوں کی نیند یا ـــ!

جولیا اگرچہ خاموش ہو گئی تھی تاہم اسے حیرت تھی کہ عمران قوالی کیوں کر ہضم کر رہا ہے۔ عمران جولیا کو خاموش پا کر آواز کی طرف ہمہ تن گوش ہو گیا۔

جب گانے والی نے تفتیشی مصرعہ بار بار دہرایا تو عمران نے ادب سے سر جھکا کر ایسا منہ بنایا جیسے اب آگے رونے کی کوشش کر رہا ہو۔

دو اگلی بار منہ بنانے کے لہجے کو جب ان جذبات بھری اندیا کہ کوئی سراغ نہ ملا تو عمران نے جھپٹ کر فون کا ریسیور اٹھا لیا اور جلدی جلدی کسی کے نمبر ڈائل کرنے لگا

قدرے توقف کے بعد بولا۔ دوسری طرف سے یقیناً کسی نے فون اٹینڈ
کر لیا ہوگا عمران نے ریڈیو کا والیوم کھول دیا اور ماؤتھ پیس ریڈیو کے سپیکر کے
عین سامنے کر دیا۔
گلے والی چلا چلا کر کہتی رہی ——— کس نے چرائی میری راتوں کی نندیا ——
او نندیا —— آں نندیا —— راتوں ... راتوں کی نندیا ——!
عمران بیٹھے بیٹھے سر ہلاتا رہا۔
آواز اس قدر تیز تھی کہ پہلے تو جولیا نے کانوں میں انگلیاں ٹھونسیں۔ پھر
جھنجھلا کر اٹھی اور والیوم کم کر کے عمران سے ریسیور چھینا اور کریڈل پر زور سے پٹخ دیا
میں پوچھتی ہوں۔ دوسروں کو بیزار کر کے تمہیں کیا ملتا ہے ؟
اب کوئی چوری کی رپٹ بھی نہ لکھوائے ——— عمران نے منہ بنا لیا۔
چوری۔ کیسی چوری ——؟
کیا تم گونگی ہو گئی ہو۔ ہائے کوئی بے چاری کی راتوں کی نندیا چرا کر لے
گیا —— کم بخت دن کا قیلولہ چرا کر لے جاتا تو قوالی تو نہ سننا پڑتی۔
بکے جاؤ ——— جولیا نے جھلا کر منہ پھیر لیا۔
اچھا ——! عمران نے سعادت مندی سے کہا اور قوالی دن کی رلیہ پا
وہ وہ مجھے پچیس کیسے کہ جولیا کی طبیعت صاف ہو گئی۔
عمران سنجیدہ ہو جاؤ ——— خدا کے لیے عمران ——— میں اس وقت
بڑی الجھن میں ہوں ——!
عمران نے ابھی جواب دینے کے لیے منہ کھولا ہی تھا کہ اس کا منہ —— بند رہ

میں سمندر بکر ہوں ——— سمندر بکر جو عوام کے لیے تابندہ مستقبل کا ضامن ہے
سرگوشی ختم ہو گئی اور ہوا کی تیز سائیں سائیں اور چیخوں کا سلسلہ
شروع ہو گیا پھر دو منٹ بعد اناؤنسر پروگرام میں خلل پڑنے پر معذرت کر رہا تھا۔
عمران نے مشین بند کر دی اور جولیا کی طرف دیکھا جو ٹٹولنے والی نگاہوں سے
اسکی طرف گھور رہی تھی۔ عمران نے بوکھلانے کی بڑی شاندار اداکاری کی۔
یہ سمندر بکر کون ہے ؟
منکر نکیر کا خالو ———! عمران نے مشین بریف کیس میں بند کی اور
کاغذ کا وہ پرزہ جس پر اس نے آڑی ترچھی لکیریں کھینچ رکھی تھیں جولیا کی طرف بڑھا دیا
لو جولی ڈارلنگ ———! اسے سرہانے رکھ کر روزانہ سونا ... کرو
اللہ نے چاہا تو اولاد نرینہ —— میرا مطلب ہے —— ورینہ بلکہ پیرانہ ——— وہ کیا کہتے ہیں
اسے۔ ہاں یاد آگیا —— اولاد نرینہ کے لیے اکسیر ہے!
جولیا پاؤں پٹخ کر کھڑی ہو گئی —— لعنت ہے آئندہ یہاں آنے والے پر
تک —— کیا بک رہی ہو جولی آئندہ تو میرے ہونے والے سسر کے آنے کا
پروگرام ہے۔
تم خود کو نہ جانے کیا سمجھتے ہو ——! جولیا نے جانے کے لیے قدم اٹھایا۔
چپ۔ پہنچا ہوا آدمی ہوں۔ ریڈیائی وحی سے گذارہ کرتا ہوں۔ ہم میلہ کی
اسی طرح تعویذ لکھ لکھ کر عوام کو ——— میرا مطلب ہے ——— سنو تو ——— رکو تو
———! عمران جولیا کو روکنے کی کوشش میں تقریباً دھکیلتا ہوا دروازے تک
لے گیا —— جولیا کو دروازے سے باہر نکال کر اس نے لجائی ہوئی آواز میں کہا۔

دوپہر گھنٹے اور بیٹھتیں جولیا ڈارلنگ ابھی تو تمہیں دیکھنے کی بھوک بھی نہیں اتری — !

عمران نے یہ کہکر دروازہ بند کر لیا۔ جولیا کچھ دیر تو جھلاہٹ میں دروازہ دھڑدھڑاتی رہی۔ پھر پاؤں پٹختی ہوئی چلی گئی۔

عمران نے الوؤں کی طرح دیدے پٹ پٹا کر ایک طویل سانس خارج کی اور ٹیلیفون کی طرف متوجہ ہو گیا جس کی گھنٹی عین اسی وقت بجنے لگی تھی۔

ہیلو۔ علی عمران ماسٹر کوریٹ — ایف ایس سی، بی ایس سی، ایم ایس سی، ڈی ایس سی گرداسپوری وغیرہ بول رہا ہوں۔

میں فیاض ہوں عمران — !

تم بکتے ہو — !

کیا بکواس ہے — !

میں کہتا ہوں تم انتہائی کنجوس آدمی ہو — !

اوہ — بابا — ! فیاض کی آواز سنائی دی اور عمران نے چہک کر جواباً گلکاری ماری اور بولا۔

ارے سوپر تم — تم۔ میں ابھی تمہیں فون کرنے والا تھا۔

زہے نصیب — کیا بات ہے! دوسری طرف سے فیاض کی شوخ آواز سنائی دی۔

میں اس کیس کے بارے میں دریافت کرنا چاہتا ہوں —

کیسا کیس — ؟ فیاض چونکا۔

کیا ابھی کچھ دیر پہلے تم نے ایک چوری کا کیس درج نہیں کیا ؟

کیا بک رہے ہو — !

وہ ابھی کوئی ایک محترمہ کی راتوں کی نیندیں چرا کر لے گیا تھا۔

ہوں — تو وہ تم تھے — فیاض یکدم حلق کے بل چیخ اٹھا اور پھر مسلسل گرجتا برستا رہا لیکن وہاں سن کون رہا تھا — فیاض کو غصے میں سلسلہ منقطع ہونے کا احساس تک نہیں ہوا۔

ادھر عمران جلدی جلدی باہر جانے کی تیاری میں مصروف تھا۔ وہ جانتا تھا کہ آئندہ بیس منٹ بعد ایک ٹماٹو کیچپ کی فیاض سا تیز بوتل وردی میں ملبوس فلیٹ میں دھری ہو گی۔



پیسیفک سٹوڈیوز ملک بھر میں وہ واحد اسٹوڈیو تھا جس کی چار دیواری کے اندر ہر قسم کی منظر کشی کی جا سکتی تھی۔ ساڑھے پانچ مربع میل کے رقبے میں اگر ایک طرف دقیانوسی مجنوں کی دشت نوردی کے لیے صحرا بنا ہوا تھا تو دوسری جانب ماڈرن فرہاد کے لیے ڈیری فارم کھولنے کی گنجائش بھی موجود تھی۔

رات کے دس بجے کا عمل تھا۔ مشہور فلم ڈائریکٹر گوہری ایک نئی فلم کی ش
میں مصروف تھا۔ چیمبنگ اسٹوڈیوز کے ایک سرسبز حصے میں سیٹ لگایا جا چکا تھا
گوہری نے گھڑی میں وقت دیکھا اور زور سے چلایا۔

نمبر تین لائٹ آف کردو ــــ الو ــــ الو کے چرخے سنبھال کر
کرو۔ گوہری نے یہ کہکر منہ سے ایک بدبودار گالی اگلی اور لائیٹ مین تھوک لگا
لائیٹ کی طرف متوجہ ہوگیا۔

لائیٹ مین نمبر تین کے سامنے کچھ فاصلے پر ایک تالاب بنا ہوا تھا جس
بیچوں بیچ سنگ مرمر کا ایک حسین مجسمہ کھڑا تھا۔ مجسمہ کے قدموں میں
طرف مڑے ہوئے تھے، موروں کی کھلی ہوئی چونچوں سے پانی کی پھواریں گر رہی

تالاب کے چاروں طرف رنگ برنگ پھولوں سے لدے ہوئے مصنوعی
تھے جنکی شاخوں میں جگہ جگہ نیلے پیلے اور لال قمقمے روشن تھے۔

مرکری لائیٹوں کی روشنی چاروں طرف سے اس منظر کو چاندنی رات کا
بنانے کی کوشش کر رہی تھی۔ کچھ بلندی پر روئی کے گالوں کے درمیان ایک روشن
چاند اور بادلوں کی آنکھ مچولی کا منظر پیش کر رہا تھا۔

تالاب میں کنول کے پھول تیر رہے تھے اور سنگ مرمر کے چبوترے پر ایک
نوجوان جوڑا دنیا و مافیہا سے بے خبر راز و نیاز میں مصروف تھا۔

گوہری نے ایک نظر سارے منظر پر ڈالی اور تنقیدی جائزہ لے کر چیخ
کر لائٹ مین کو ہدایات دینے لگا۔ نمبر دو ٹرالی دو فٹ پیچھے ہٹا لو ــــ ابے دا
میرے خصم، شہوانی کھیل نمبر کھونو ــــ ایک نمبر زدہ بائیں سر کو ــــ حرامی کے بچے

بے بی سپاٹ کرو۔
ٹک ان۔ کیمرہ مین
یا تعنت بلیز۔ کیمرہ مین نے کیمرہ کی آنکھ سے منظر کا جائزہ لیا اور فاصلے میں
گریٹ الشکل کیمرہ مین
سر ہلا دیا۔ اسکے برابر میں مکالمہ نگار فضلی کھڑا تھا۔ اچانک اس نے جھک کر کیمرہ مین
سے کوئی سرگوشی کی عین اسی وقت گوہری کی نگاہ پڑ گئی۔ بس پھر کیا تھا۔ وہ جھلایا
ہوا پاؤں پٹختا کیمران کی طرف بڑھا۔

"یہ کیا تم ہر وقت اسکے بوسے لیتے رہتے ہو۔ ہٹو الگ، کام کرنے دو"
یہ سنتے ہی مکالمہ نویس کے مکالموں کی ساری برجستگی رخصت ہوگئی اور
وہ کھسیا کر الگ ہٹ گیا۔ اسے سرگوشی کے لیے بوسے کا لفظ پسند تو بہت آیا لیکن
بوسہ جس ہستی سے منسوب تھا اسکے بوسے کا تصور بھی موت سے کم نہ تھا جو ظاہر ہے کہ
کبھی خوش حلق سے نہیں اترتا۔

گوہری ابھی اسکی مزید خبر لینا چاہتا تھا لیکن اسے چونک کر ایک جوان آدمی
کی طرف متوجہ ہو جانا پڑا۔ وہ ہانپتا کانپتا سیٹ پر پہنچ گیا۔ اسکے پیچھے کئی بیجھ ان
چوکیدار لٹھ سنبھالے چلے آرہے تھے ــــ ہر چوکیدار کا سینہ دھونکنی کی طرح چل رہا تھا
اور لمبی مونچھیں بالائی ہونٹوں کے ساتھ مل کر یوں اوپر نیچے ہو رہی تھیں جیسے
کوئی طیارہ غوطہ مار مار کر فضا میں اڑ رہا ہو ــــ شاید نووارد نے
انھیں خاصا دوڑا لیا تھا۔

گوہری جو پہلے ہی بھنا بیٹھا تھا آگ بگولا ہوگیا۔ وہ گندی گندی گالیاں
بکتا اس احمق کی طرف بڑھا۔

ــــ کون ہو تم اور یہ کیا افراتفری مچا رکھی ہے!

مم — میں — میں ہوں اور یہ نفری۔ تفری تفری — مم —!

بکواس بند کرو —— گوہری حلق کے بل دھاڑا۔

نوجوان نے جلدی سے ہونٹ بھینچ لیے۔ اسکے چہرے پر ذلت [illegible]
آثار تھے۔

اچانک ایک پولیس کا دستہ دکھائی دیا۔ انسپکٹر ان سب سے آگے [illegible]
اور وہ اس وقت بڑے جوش وخروش میں دکھائی دے رہا تھا۔ شاید کسی [illegible]
اس احمق کے ہلڑ بونگ مچانے کی اطلاع پولیس کو بھی دے دی تھی۔

انسپکٹر سپاہیوں سمیت ان کے قریب پہنچا۔ گوہری جس احمق سے باز[illegible]
کرنے میں مصروف تھا وہ اس سے اچھی طرح واقف تھا۔

آپ یہاں عمران صاحب —!

کہاں —— ! عمران نے پھرتی سے جھک کر زمین پر ادھر ادھر ٹٹول[illegible]
اور پھر گوہری کی طرف یوں دیکھنے لگا جیسے [illegible] ہاتھ نہ لگی ہو۔

انسپکٹر نے جس لہجے میں عمران کو مخاطب کیا تھا۔ وہ گوہری کو بوکھلا دینے
کے لیئے کافی تھا۔ گوہری نے سر پکڑ لیا اور یوں کراہنے لگا جیسے کچھ دیر قبل اپنے زندہ [illegible]
کی خبر موصول کی ہو۔

مجھے افسوس ہے گوہری صاحب آپ کا وقت ضائع ہوا۔ انسپکٹر بولا

ارے صاحب۔ وقت کی بھی ایک ہی کہی —— میں تو دانی بدن دیوانہ
ہوتا جا رہا ہوں —!

کچھ مالیخولیا کی بھی شکایت ہے کیا؟

جی ——؟

گوہری نے چونک کر عمران کی طرف دیکھا پھر متحیر نگاہوں سے انسپکٹر
کا جائزہ لیا جو اس وقت بری طرح ہنسنے میں مصروف تھا۔

میرا خیال ہے میں آپ کا تعارف کرواہی دوں — آپ ہمارے ڈائریکٹر
[illegible] کے صاحبزادے علی عمران ہیں۔!

[illegible] کیا ——؟ گوہری نے منہ پھاڑ کر عمران کی طرف دیکھا جو اس
وقت اسٹیج کا مسخرہ دکھائی دے رہا تھا۔

گوہری کو اپنی طرف متوجہ پایا تو عمران فوراً جھک کر کورنش بجالایا اور ڈھلے
[illegible]ریوں کا حوالہ دے کر نامکمل تعارف کو مکمل کر دیا۔

ادہر۔ ہوہو۔ ہوہوہو —— معاف کیجئے گا جناب۔ چوکیداروں کا
علم آپ سے واقف نہ تھا ورنہ —— میرا مطلب ہے ب!

جی ہاں۔ جی ہاں —! عمران زور زور سے سر ہلانے لگا جیسے اس کا مطلب
پہلے سے ہی سمجھ رہا ہو۔

میں آپ سے بھی معذرت چاہتا ہوں انسپکٹر صاحب۔ آپ کو بھی
بلاوجہ زحمت ہوئی۔ دراصل میرے کئی دشمن ہمیشہ میری شوٹنگ کے وقت
کھیلا کرتے رہتے ہیں اس لیئے —!

کوئی بات نہیں —— انسپکٹر اخلاقاً بولا پھر عمران کی طرف دیکھ کر کہا
—— عمران صاحب کوئی میرے لائق خدمت ہو تو حاضر ہوں —!

نہیں اس کے لئے سلیمان ہی کافی ہے۔ عمران کے لہجے سے یوں پتہ چلتا تھا

جیسے اس نے کسی کی نوکری کی درخواست رد کر دی ہو۔

انسپکٹر ڈکھیا کر ہنسا اور جانے کے لئے مڑ گیا۔

آپ میں غضب کی اداکارانہ صلاحیتیں ہیں جناب ـــــ معمولی سی کوشش آپ کو فن کی بلندیوں پر پہنچا سکتی ہے ـــــ ابے او اُلو کے پٹھے!

گوہری اچانک چلایا اور عمران بدک کر کئی قدم پیچھے ہٹ گیا۔

معاف کیجئے گا آپ سے نہیں کہا ـــــ!

عمران سے معذرت چاہ کر گوہری تالاب کے کنارے نیم دراز ہیرو کو گھو[رنے] لگا جو اسکی گالی سن کر یوں بدکا تھا جیسے بچھو نے ڈنک مارا ہو۔

ذرا میری نگاہ چوکی اور لگ پڑے اپنی والدہ سے راز و نیاز کرنے!

یہ ریمارک سن کر ہیروئن کا چہرہ غصے سے تمتما اٹھا لیکن وہ ضبط کر گئی شا[ید] وہ جانتی تھی کہ گوہری کی اینٹ کے جواب میں پتھر پھینکنے کا مطلب ہے اپنے مستقبل کی راہوں میں روڑے پھینک دیئے جائیں۔

عمران نے گوہری کی توجہ اپنی طرف مبذول کرانے کے لیئے پہلے تو ایک توبہ شکن ڈکار ماری پھر اس کا کندھا تھپک کر کہا۔

راز و نیاز سے معدہ بہت قوی ہو جاتا ہے جناب ـــــ اور آدمی آدمی کو ہضم کرنے کی قوت پیدا کر لیتا ہے ـــــ آئیے لگے ہاتھوں کچھ ہو جائے راز و نیاز!

گوہری اس کا مطلب ہی نہیں سمجھ سکا تھا۔ اس لیئے وہ بے بسی سے عمران کی طرف دیکھ کر رہ گیا ـــــ اب تو عمران نے گوہری کا ہاتھ پکڑ لیا اور ایک طرف کھینچنے لگا۔

گوہری اس قسم کی بے تکلفیوں کا عادی تو نہ تھا لیکن عمران کی حیثیت واضح ہو جانے کے بعد وہ اس سے خاصا مرعوب دکھائی دے رہا تھا۔ وہ کسی نہ کسی طور عمران کے ساتھ گھسٹتا ہوا ایک طرف بڑھ گیا۔

یہ راج اور کلی کب سے مسلسل شوٹنگ میں آ رہے ہیں! عمران نے الگ آکر رازدارانہ لہجے میں پوچھا۔ گوہری نے حیرت سے اس کا جائزہ لیا اسکے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ عمران الگ جا کر واقعی راز و نیاز شروع کر دے گا۔ اچانک گوہری کا موڈ بدل گیا اس نے دانت پیس کر کہا۔

خدا غارت کرے صاحب۔ ان دونوں نے تو میری ایسی کی تیسی کر دی۔

نہ جانے یہ سالا اپنی والدہ کو لے کر کہاں غائب ہو گیا ـــــ!

سالا اور والدہ ـــــ تو کیا راج آپ کا سالا تھا اور کلی آپ کی سگی

ارے لاحول ولا۔ دراصل یہ سلسلے ہیرو اور ہیروئن فلمی محبت کرتے کرتے اصلی محبت پر اتر آتے ہیں اور پھر ان کی شادی اور ہیروئن کی فلم سے علیحدگی واقع ہو جاتی ہے ـــــ راج اور کلی بھی اسی چکر میں غائب ہیں۔

آپ چشمہ کون سے نمبر کا استعمال کرتے ہیں۔ عمران نے پر تجسس لہجے میں دریافت کیا۔

جی ـــــ گوہری کی پیشانی اس اچانک سوال پر شکن آلود ہو گئی۔

ابھی جس جوڑے سے آپ سلیس اردو میں گفتگو کر رہے تھے وہ راج کلی کا نہیں تو کیا مونگ پھلی کا جوڑا تھا۔

ارے لاحول ولا ——— گوہری باوجود خفگی کے کھلکھلا کر ہنس پڑا۔
عمران صاحب آپ بھی بڑے ہی بذلہ سنج اور باغ و بہار قسم کے آدمی ہیں ——— ہم دونوں تو اکھڑا بیٹھا۔ مجبوراً راج اور کلی کا میک اپ کر کے کام چلا رہا ہوں۔

اور اصلی راج اور کلی ——— ؟

برسوں کی نائٹ شوٹنگ کے بعد انھیں کسی نے نہیں دیکھا۔

آپ نے تلاش تو کیا ہوگا ——— !

تلاش کی بھی ایک ہی رہی۔ میں تو کنوؤں میں بانس تک ڈلوا چکا ہوں صاحب!

کنوؤں میں بانس ——— ! اسکی کیا ضرورت تھی۔ عمران نے خاکساری سے دانت نکال دیئے۔

گوہری کا منہ بن گیا۔

اچانک عمران نے جھک کر ایک خول نما شے زمین سے اٹھالی۔ کچھ دیر وہ اس شے کو ہتھیلی پر رکھے غور سے دیکھتا رہا۔ اگلے ہی لمحے اسکے چہرے پر سنجیدگی کی جگہ دوبارہ حماقت طاری ہوگئی۔

یہ کیا ہے جناب ——— ؟

چھلکا ہے ——— عمران نے لاپرواہی سے کہا اور پھر گوہری کو سنجیدگی سے گھورنے لگا۔ کیا فلموں میں فائرنگ کے سین فلمانے کے لیے حقیقی ریوالور استعمال ہوتے ہیں!

نہیں جناب ——— ایسا تو کبھی نہیں ہوا

ہوں ——— عمران نے ہنکاری بھری اور چونک کر بولا۔ ارے وہ سامنے

کنوؤں سے اس میں بھی بانس ڈلوا دیا! بھول گئے آپ

عمران ذرا کچھ بھرتا ہوا گوہری کے قریب جا پہنچا اور گوہری منہ ہی منہ میں نہ جانے کیا بڑبڑا رہا تھا۔ اسے بڑبڑاتے سن کر عمران نے ہانک لگائی۔

یار ریوڑیاں بعد میں چبا لینا جلدی سے یہاں آجاؤ ——— !

گوہری برا سا منہ بنائے عمران کے پاس آ کھڑا ہوا۔ عین اسی وقت عمران نے کنوئیں میں جھانکا اور سیدھا کھڑا ہوگیا۔ اب وہ یوں کانپ رہا تھا جیسے فضا کا درجہ حرارت اچانک صفر سے نیچے گر گیا ہو ———

گوہری عمران کی حالت دیکھ کر بوکھلا گیا۔

کیا ہوا ——— ! گوہری بوکھلاہٹ میں عمران کا سہارا لینے لگا۔ دیکھنے کے لیے لپکا لیکن دوسرے ہی لمحے اسکی نگاہ کنوئیں میں پڑی اور وہ خود بھی گھبرا گیا۔ کنوئیں کی خشک تہہ میں دو لمبی لمبی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ لاشوں کے چہرے آسمان کی طرف اٹھے ہوئے تھے۔ دونوں لاشیں ایک برہنہ تھیں اور دونوں کے سینے پر گول نشان یہ اعلان کر رہے تھے کہ گولیاں انہیں اندر تک سے اندر گھسی ہیں۔ خون کی کافی مقدار جسم سے نکل کر جم چکی تھی۔

لاشوں کو دیکھتے ہی گوہری چکرا کر کنوئیں کی منڈیر سے ٹک گیا عمران نے بڑھ کر اسے نہ سنبھال لیا ہوتا تو وہ ضرور کنوئیں میں جا گرتا۔

یہ سب کیا ہے —— ؟ گوہری کی آواز خوف سے کپکپا رہی تھی۔

ایک بار دیکھئے دوسری بار دیکھئے شرم آتی ہے اور آتی رہے گی دیکھنے کی ہوس ہے —— !

اُف خدایا ـــــ ان کے قد کس قدر غیر معمولی ہیں۔

اسی کو کہتے ہیں صاحب آدمی چلا اونٹ کی چال اور اپنی بھی بھول گیا عمران نے بڑے تاسف لہجے میں کہا پھر پرجوش لہجے میں بولا ـــ

اب دیکھتا ہوں کون اداکاری کے فن میں اس گرداب پورلیٹ سے ٹکر لے۔ بس اب جلدی سے مجھے ہیرو بنا دو ـــ رجڑی صاحب!

میرا سر چکرا رہا ہے ـــ مجھے سنبھالیے ـــ عمران نے اسے دوبارہ سنبھالا اور کنوئیں سے دور لے آیا۔ گوہری بے ہوش ہو چکا تھا۔

عمران نے تھوک نگل کر گوہری کو اپنے کندھے پر ڈالا اور سیٹ کی طرف چل دیا۔ تیز تیز قدموں سے چلتا ہوا عمران سیٹ پر پہنچا اور گوہری کو ایک آرام کرسی پر ڈال دیا۔ گوہری کو بے حس و حرکت دیکھ کر نائٹ شوٹنگ کا سارا عملہ ان کے گرد جمع ہو گیا۔ ہر کوئی اسکی بے ہوشی کا سبب دریافت کرنا چاہتا تھا ـــ لیکن عمران سب کے سوالات کو نظر انداز کر کے باہر کی طرف لپکا۔

سب لوگ اسے کوئی پولیس آفیسر سمجھے ہوئے تھے اس لیے اسے روکنے کا خیال کسی کے ذہن میں نہیں آیا وہ باسانی گیٹ تک پہنچ گیا اور اگلے ہی لمحے وہ فضا میں تیز رفتاری سے اپنے فلیٹ کی طرف اڑا جا رہا تھا۔

عمران نے کچھ دیر قبل ٹیلی فون پر اپنے تمام ماتحتوں کو براہ راست حکم دیا تھا کہ وہ ہر وقت گھر پر موجود رہیں ـــ انتہائی مجبوری کی حالت میں اگر انہیں باہر جانا بھی پڑے تو محدود دائرہ عمل کا ٹرانسمیٹر ضرور ساتھ رکھیں

تمام ماتحتوں کو فرداً فرداً سنجیدگی سے احکامات دینے کے بعد جب عمران نے سلسلہ منقطع کیا تو اسے تھکن سی محسوس ہونے لگی۔ ظاہر ہے اسکی طبیعت بکواس کرنے کو چاہ رہی تھی۔

تھوڑی دیر غور کرنے کے بعد اس نے فیاض کے نمبر ڈائل کیے اور کچھ دیر انتظار کرنے کے بعد عمران سمجھ گیا کہ فیاض اپنے بیڈ روم میں پہنچ چکا ہے

عمران نے فون بند نہیں کیا اور انتظار کرتا رہا۔ دوسری طرف گھنٹی بجنے کی مسلسل آواز آ رہی تھی۔ پھر دو منٹ بعد فیاض کی دہاڑ سنائی دی۔

کون ہے ـــ!

رحمن زادہ علی عمران ـــــ ایم ایس سی ـــ!

کیا ہے فون بند کر دوں۔ فیاض اسکے ڈگریوں کا اسٹارٹ لیتے ہی حلق کے بل چیخ اٹھا

اگر اپنے مقدر کے پھاٹک بند کروانا چاہتے ہو تو تمہاری مرضی!

کیا چاہتے ہو ـــ؟

تمہاری تفتیش کس مرحلے میں ہے۔

اوہ! تو تم بھی اس کیس میں دلچسپی لینے لگے ـــ عمران ڈیئر ـــ میں پریشان تھا کہ تمھیں راغب کروں تو کس طرح کروں ـــ؟ فیاض کا لہجہ یکلخت بدل گیا اس وقت اس کی آواز میں حلوائی جیسی ملائمت تھی۔ بقول عمران۔

مجھے اپنی طرف راغب کرنے کی بس ایک ہی صورت ہے!

وہ کیا ہے؟ فیاض جھونک میں پوچھ بیٹھا۔

جنس بدل ڈالو پیارے!

لا حول ولا ـــ فیاض کا کھسیانا قہقہہ سنائی دیا۔

تم کبھی کبھی بہت تکلیف دہ ہو جاتے ہو۔ معلوم ہے کل جس وقت تم ٹوپی پر کلا سنوار رہے تھے اس وقت رحمان صاحب اچانک آفس میں چلے آئے تھے۔

ہاں تو سوپر جب مرغی انڈے پر بیٹھتی ہے تو جانتے ہو بچے کیوں جلدی نکل آتے ہیں؟

مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں۔ فیاض نے مسلسل ہنستے ہوئے کہا۔

ارے واہ ـ تم نے کبھی وہ منظر نہیں دیکھا جب مرغی انڈا دینے کے لئے ٹوکرے کے نیچے چھپتی پھرتی ہے ـ!

ٹوکرے کے نیچے مرغی ـ واہ! فیاض دل کھول کر ہنس رہا تھا۔

ہاں سوپر دراصل میری وہ مرغی بہت موٹی تازی تھی اور میں نے اس کا نام چلو بے مرغی رکھ چھوڑا تھا۔

بہت سور ہو ـ! فیاض کا مارے ہنسی کے برا حال ہو گیا۔ اس کے ذہن سے نیند کا غلبہ پوری طرح سے غائب ہو چکا تھا۔ اچانک اسے ہنستے ہنستے خیال آیا کہ عمران کو لغو؟ پھر حرکت کا ... اسے پٹری پر لانے کا بس ایک ہی طریقہ تھا جسے فیاض نے فوراً آزما ڈالا۔

اچھا عمران ـ بہت نیند آ رہی ہے ـ باقی باتیں کل صبح!

لل ـ لیکن اس گولی کے بارے میں کیا خیال ہے جو ڈرائیور کے جسم سے برآمد ہوئی؟

کیوں پیارے اس گولی سے کیا نتیجہ نکالنے کے موڈ میں ہو؟ فیاض اپنی

کامیابی پر مسرور تھا۔ اس کی دانست میں اس کی چال واقعی کامیاب رہی تھی اور وہ کارآمد باتوں کی طرف مائل ہو چکا تھا۔

خیر تو تم اس وقت بتانے کے موڈ میں نہیں ہو ـ! عمران غرایا

ڈرائیور کو ۲۲ بور کے ریوالور سے ہلاک کیا گیا تھا ـ فیاض جلدی سے بول اٹھا

ہوں ـــ عمران کی کہیں دور سے ڈوبی ہوئی آواز سنائی دی

کس سوچ میں ڈوب گئے ـــ!

تو تمہیں اس وقت نیند آ رہی ہے! عمران کی آواز میں شرارت کا عنصر تھا

کیا فون بند کر دوں ـــ! فیاض جھنجھلا گیا۔

ہاں بیٹے جا اپنی حسرتوں پہ چڑھا دا چڑھا کے سو جا لیکن پیسیفک اسٹوڈیوز میں ایک کنواں ہے ـــ!

کیا تم نے یہی اطلاع دینے کے لئے فون کیا تھا؟

نہیں پیارے ـ اس کنوئیں کا آنکھوں دیکھا حال سنو گے تو گلیوں میں گاتے پھرو گے ــــ او بابو آگ میرے دے دے ـ او جانے والے بابو ـــ!

کیا بکتے ہو ـــ! فیاض اب جھلاہٹ کی انتہا تک پہنچ گیا۔

میری جان اس کنوئیں میں دو عدد لاشیں موجود ہیں۔

کیسی لاشیں ـــ؟

بڑی خوبصورت ہیں اور کئی فٹ لمبی بھی ـــ!

تمہارا مطلب ہے ـــ! فیاض نے چونک کر کچھ کہنا چاہا۔

ہاں پیارے وہی طویل القامت جوڑا ـــ! عمران نے اس کا فقرہ پورا کر دیا

بکواس ۔۔۔ کیا کوئی اس قدر لمبے قد کا بھی ہو سکتا ہے!

ہاں پیارے ۔۔ اب ذرا آنکھوں اور کانوں میں ٹانگیں جھٹک کر سویا کرو ۔۔۔! کیا تم نے منڈریکر کا بیان نہیں سنا!

اوہ ۔۔۔ یار یہ دردسری کہاں سے کود پڑی۔

دردسری نہیں سوپر سری پائے ۔۔۔ جو چار روپے سیر ملتے ہیں اور کم دو روپے ۔۔۔ چلو آٹھ آنے پاؤ ۔ چلو تین آنے چھٹانک!

یہ کیا بکنے لگے تم ۔۔۔ فیاض اس بے تکے بھاؤ سے جھنجھلا گیا۔

یہ تو بھاؤ کی باتیں ہیں پیارے لیکن ڈیڈی بزنس کے معاملے میں بالکل کورے ہیں اور وہ ہمیشہ بے بھاؤ کی ہی سنایا کرتے ہیں،

یار مجھے تو کچھ سجھائی نہیں دیتا۔ فیاض بے بسی سے بولا۔

اچھا میں تمہیں مشورہ دیتا ہوں لیکن وعدہ کرو کہ بے چوں و چرا عمل کرو گے اس پر ۔۔۔!

تم کہو تو سہی ۔۔۔ میں نے کب تمہاری بات ٹالی ہے۔

تم اب کرو سوپر ۔۔ اپنے چودہ طبق بلکہ طباق الیکٹرک سپلائی کمپنی کو روانہ کر دو تاکہ وہ انھیں اچھی طرح روشن کر دے۔

یہ مشورہ ہے ۔۔۔! فیاض کا لہجہ بتا رہا تھا کہ اس نے بڑی دقت سے عمران کا یہ مشورہ ہضم کیا ہے

ہاں سوپر اگر تم نے اس مشورے پر عمل نہ کیا تو لاشوں کو دیکھتے ہی تمہارے چودہ طبق خود بخود روشن ہو جائیں گے ۔۔۔!

فیاض نے کان کھڑے کیے ۔۔

وہ لاشیں کن کی ہیں ۔۔۔؟

مشہور فلمی جوڑے ۔۔۔ راج اور کلی کی ۔۔۔!

کیا ۔۔۔؟ فیاض کا منہ دوسری طرف حیرت سے یقیناً پھٹ گیا ہوگا

لیکن عمران تو فون بند کر کے فلیٹ کے نصف دروازے کی طرف جا رہا تھا، ارادہ تھا کہ فلیٹ کے دروازے کو باہر سے مقفل کر دے ورنہ یہ بات تو طے تھی کہ فیاض خود کو منکر اور اسے لے کر بھاگ کر دوبارہ لاشوں کے درشن کرانے لے جائے گا۔



سلیمان کو جب اس کے ایک جاننے والے نے بتایا کہ ہندوستان میں ایک گدھا اخبار کا مطالعہ کر کے بین الاقوامی شہرت کا مالک بن گیا تھا تو اسے خود پر بہت تاؤ آیا۔ بھلا اس نے اب تک اخبار جیسی اہم چیز کو کیوں نظر انداز کیے رکھا جبکہ اس کے سامنے عمران صبح سویرے ہی اخبار کے لیے یوں چیخنا شروع کر دیتا تھا جیسے اخبار نہ پڑھا تو پورے آدمی کے بجائے گدھا ہو کر رہ جائے گا۔

ویسے یہ بات حلق سے اتر ہی نہ سکتی تھی کہ کوئی گدھا محض اخبار پڑھ کر تعلیم یافتہ ہو گیا ہوگا۔ لیکن یہ انکشاف کرنے والا بھی کچھ کم بھروسے کا آدمی نہ تھا۔

صلہ

جتانے والا شوگی تھا — شوگی عمران کو دادا کہتے کہتے اسے خالو کہنے لگا تھا۔ پھر بھی اسے کچھ کم عزیز نہ رکھتا تھا۔ ان کے درمیان یہ رشتہ داری بہت کم عرصہ میں قائم ہوئی تھی — بس اچانک ایک روز سلیمان کو اپنی تنہا زندگی کا خیال آیا۔ اس نے ٹھنڈی آہ بھر کر شوگی کو اپنی ویران زندگی کا رونا سنایا اور شوگی نے فوراً خود کو بطور متبنّٰی پیش کر دیا — یہ تو خیر ہوئی کہ سلیمان نے اس کا خالو بننا ہی گوارا کر لیا — شاید اس امید پر کبھی کوئی "خالہ" نامی شے ہاتھ لگ ہی جائے گی۔¹

ہاں تو جب سے سلیمان نے اخبار کا مطالعہ شروع کیا اس سے طرح طرح کی حرکتیں سرزد ہونے لگیں۔ وہ کبھی کبھی تو اخبار پڑھتے پڑھتے اپنے پیچھے دُم ٹٹولنے لگتا اور کبھی یوں سوگوار ہو جاتا جیسے اخبار پڑھنے کے لیے جس گدھے پن کی ضرورت ہو گی وہ اس میں مفقود ہو۔

یہ بات اتفاقی طور پر ہی اسکے ذہن سے چپک گئی تھی کہ اخبار اور گدھے کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔

اخبار والے نے صبح سویرے اخبار تہہ کر کے دروازے کے نیچے سے اندر پھینکا۔ سلیمان نے جھپٹ کر اخبار اٹھایا اور وہیں کھڑے کھڑے اخبار بینی شروع کر دی۔

اچانک اسکی نگاہ ایک خبر پر پڑی۔ وہ بری طرح چونک اٹھا۔

عمران اس وقت بے سرے خراٹوں کے اخراج میں مصروف تھا۔ سلیمان نے جلدی سے اس کے کمرے میں گھس کر اسے بری طرح جھنجھوڑ ڈالا۔

عمران ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ ابے او باورچی کی اولاد کیوں گدھے پن کا مظاہرہ کر رہا ہے۔ عمران نے اٹھتے ہی محاورے کی ایسی تیسی پھیر دی۔

¹ اس حقیقت کا تجزیہ کرنے کے لیے ہمارا سالانہ شمارہ "چولی دامن" پڑھیں۔

صاحب یہ خبر پڑھیں —!

کمبخت سارے خراٹوں کا مزہ کرکرا کر دیا۔

آپ خبر تو پڑھیں خراٹوں کا مزہ دوگنا ہو جائے گا۔

اس میں تمہارے انتقالِ پُرملال کی خبر ہے کیا؟

یہ خبر آپ کے معدے کے لیے اچھی نہیں —! کیوں؟

ہاں ہاں۔ وہ مونگ کی دال بہت ہضم ہے — کے لیے — کیوں؟

عمران نے لڑاکا عورتوں کی طرح ہاتھ ہلا کر طعنہ دیا۔

میں پوچھتا ہوں آپ خبر پڑھیں گے یا نہیں!

نہیں نہیں — سو بار نہیں —

جہنم میں جائے فیاض — ہاں —! سلیمان نے برا سا منہ بنا کر پاؤں پٹخا۔

آمین — پیارے سلیمان خدا تمہاری زبان میں کیڑے — لاحول ولا — وہ کیا کہتے ہیں یار وہ عید کے دن بھی کہتے ہیں —— ہاں مبارک — مبارک ہو!

اچھا —— پھر نہ کہیے گا —— ہاں ——! سلیمان نے اخبار اس کی گود میں پھینکا اور کچن کی طرف روانہ ہو گیا۔

عمران نے آنکھوں کی طرف دیدے گھمائے اور اخبار اٹھا لیا۔

عمران جانتا تھا کہ حیرت انگیز خبریں پڑھنے کے بعد عموماً سلیمان اسے بور کرنا شروع کر دیتا ہے — یہ الگ بات ہے کہ ایک مرتبہ اسے ایک ایسی خبر بھی سنسنی خیز محسوس ہوئی جسکے مطابق فیملی پلاننگ کی ادویہ — استعمال کرنے کے

باوجود ایک محترمہ نے پانچ بچوں کو جنم دیا اور وہ بھی ایک ساتھ —

بڑے بُرے منہ بناتے ہوئے عمران نے ایک سرخی دیکھی اور اس کے ہاتھ سے اخبار چھوٹ گیا —— خبر واقعی حیرت انگیز تھی، خبر کا عنوان تھا

"ایس پی فیاض کا اغواء"

عمران نے جلدی سے اخبار سنبھالا اور خبر پڑھنے لگا۔ خبر کی تفصیل پڑھنے کے بعد اس نے دھاڑ دھاڑ کر سلیمان کو آوازیں دیں۔

سلیمان بوکھلایا ہوا اس کے کمرے میں داخل ہوا اور ہانپتا ہوا بولا —

کیا بات ہے صاحب کیوں چلا رہے ہیں صبح صبح۔

ابے یہ خبر تو پڑھ ذرا۔

میں سرخی دیکھنے کے بعد خبر پڑھتا ہی نہیں صاحب!

کیوں —؟ عمران نے حیرت سے دریافت کیا۔

جب سرخی سے ہی پورا مطلب واضح ہو جاتا ہے تو پھر وقت کیوں ضائع کیا جائے!

یا سلیمان کہیں تمہارا پہلا نام بقراط تو نہیں!

نہیں —— کیوں؟ سلیمان نے حیرت سے چونک کر کہا۔

میں نے سمجھا شاید —— تم سب کچھ بھلا کر باورچی بن گئے ہو۔

آپ نے مجھے کیوں بلایا تھا —؟

ارے ہاں — نئے تعلیم یافتہ باورچی یہ خبر پڑھ کر تفصیل پڑھنے سے آنکھوں کا نور اور دل کا سرور بڑھ جاتا ہے۔

سلیمان نے بُرا سا منہ بنایا اور اخبار لے کر بلند آواز میں خبر پڑھنے لگا۔

آج کوتوالی میں ایک شخص پاگلوں کی طرح چیختا ہوا داخل ہوا اور انچارج کو بتایا کہ جناب ایس پی فیاض کو کسی نے اغواء کر لیا ہے، انچارج یہ سنتے ہی بُری طرح بوکھلا گیا۔ اس نے جلدی جلدی اعلیٰ حکام کو اطلاع دی اور خود بھاگم بھاگ سپرنٹنڈنٹ فیاض کی سرکاری قیام گاہ پر پہنچا۔ اس وقت بیگم فیاض لان میں چہل قدمی کر رہی تھیں۔ انچارج بوکھلاہٹ میں انہیں تسلی دینے لگا، نتیجے کے طور پر بیگم فیاض اس پر برس پڑیں۔

بیگم فیاض کے چلانے کی آواز سن کر سپرنٹنڈنٹ فیاض جو اس وقت گھر پر موجود تھے اپنے کمرے سے باہر نکلے انہوں نے حالات دریافت کیے تو انچارج نے انہیں جلد تفصیلات سے آگاہ کیا

اس دلچسپ خبر کی حقیقت واضح ہو جانے کے بعد انچارج نے سپرنٹنڈنٹ فیاض اور ان کی بیگم سے معذرت چاہی اور اس شخص کے اغواء کی رپورٹ درج کر کے تفتیش شروع کر دی جسے اس کے گھر والے پیار سے ایس پی کہتے تھے اور سوئے اتفاق اس کا نام بھی فیاض تھا"

خبر سنانے کے بعد سلیمان کبھی تو عمران کی طرف دیکھنے لگا اور کبھی اپنی بغلوں میں دیکھنے لگتا۔ اپنی دانست میں وہ بغلیں جھانکنے کی عملی صورت کا مظاہرہ کر رہا تھا لیکن محسوس یوں ہو رہا تھا جیسے وہ بغلیں بجانے کی فکر میں ہو —

خدا غارت کرے ان لوگوں کو ۔۔۔ بزرگ کہہ گئے ہیں تجربات کو ہر روز
گر کچھ سا کو نہ سلایا کرو لیکن کون سنتا ہے ۔
ٹھرے کا اغوا سے کیا تعلق ہے ؟ سلیمان اچھلا تو عمران تحرّا گیا۔
ابے کیوں نہیں تعلق ۔۔۔!
اب اس بات کو ثابت کریں ورنہ میرا استعفیٰ دھرا سمجھیں ۔ ہاں!
ابے سلیمان بھائی ۔۔۔ تم سمجھتے کیوں نہیں۔ ٹھرہ نکالنے سے بچیاں [illegible] ڈر جاتی ہیں ۔
تو کیا اس بچے کو پریاں اٹھا لے گئیں ؟
اور نہیں تو کیا میں اٹھا لایا ہوں ۔۔۔ عمران نے جواباً آنکھیں نکالیں۔
یہ کون سے مرے کا کمال ہے صاحب ۔۔۔ سلیمان کی آواز میں یکایک تجسس کی لہریں تڑپنے لگیں ۔۔۔ عمران نے ٹھنڈی سانس بھر کر اسکی طرف دیکھا۔
زیادہ دبلا ہونے کی ضرورت نہیں ہے ۔۔۔ یہ ٹھرا بچوں پر ہی اثر کرتا ہے۔
واہ صاحب تجربہ کرنے میں کیا حرج ہے۔
حرج تو کچھ نہیں پیارے ۔۔۔ لیکن تکیہ کے نیچے رکھ کر سونا۔
وہ کیوں ۔۔۔ ؟
ابے کوئی بھوت وغیرہ بھگا پہنچا تو ۔۔۔! عمران نے آنکھ مار کر سلیمان کو کچھ سمجھانے کی کوشش کی لیکن عین اسی وقت گھنٹی نے ٹرن ٹرن بجانا شروع کر دیا۔ عمران سلیمان کا پیچھا چھوڑ کر فون کی طرف متوجہ ہو گیا۔

علی عمران [illegible] بمعہ اپنی ڈگریوں کے ۔۔۔!
ظاہر بول رہا ہے جناب!
بولو بچے، تمہیں کیا تکلیف ہے!
سر وہ آج کے اخبار میں فیاض کے اغوا کی خبر پڑھی آپ نے!
خوب شائع ہوا آیا ہے اخبار والوں کے ہاں۔ فیاض کی صورت اسی وقت فوٹو دینے والی ہو گی اچھا بس ابھی مجھے بھی تو یاد آیا ۔۔۔ وہ کیا کہتے ہیں عیادت ۔۔۔ عیادت کے لئے جانا ہے۔
ہاں ۔ ہاں عیادت ۔۔۔ بلیک زیرو کا تعجب خاندان تھا لیکن اس سے پہلے کہ بلیک زیرو مزید کچھ کہتا عمران نے جلدی سے ریسیور رکھ کر سلیمان کو آوازیں دینا شروع کر دیں۔ سلیمان تو غائب تھا البتہ فون کی گھنٹی نے دوبارہ بجنا شروع کر دیا۔ عمران نے ریسیور اٹھا لیا۔
زرو الو [illegible] بول رہا ہوں ۔۔۔ جلی ہوئی آواز [illegible] دوسری طرف سے سر سلطان کی جھنجھلائی ہوئی آواز سنائی دی۔
جی ۔۔۔ جی ۔۔۔ وہ تو آج ہی [illegible] منانے گلگت چلا گیا ہے۔ [illegible] سلسلہ شروع کر دیا۔ سر سلطان کی آواز میں بے بسی تھی۔ پھر انھوں نے [illegible] جنگ سے بچے ہوئے ہتھیار ڈال دینے میں ہی عافیت سمجھی۔ اس نے عمران کو فوراً [illegible] پہنچنے کا حکم دے کر انھوں نے سلسلہ منقطع کر دیا۔
عمران نے ریسیور کو کان سے الگ کر کے کچھ ایسی نگاہوں سے دیکھا جیسے

ابھی کچھ دیر بعد سر سلطان اس میں سے برآمد ہونے والے ہوں۔

یہ بات عمران کے لئے باعث حیرت تھی کہ سر سلطان نے اسے آفس میں کیوں طلب کیا ہے۔ اسے اپنی غیر سنجیدگی پر ذرا سا ملال ہوا کہ اگر وہ ڈوبی سے بات کرتا تو شاید اس الجھن کا شکار نہ ہونا پڑتا۔

مزید تاخیر سے بچنے کے لیے عمران نے جلدی جلدی تیار ہونا شروع کر دیا۔ ٹھیک پندرہ منٹ بعد اسکی کار سر سلطان کے آفس کی طرف جا رہی تھی۔

مختلف سڑکوں کی پیمائش کے بعد عمران کی فیاٹ سر سلطان کے آفس کے سامنے رک گئی۔ ادھر ادھر متلاشی نگاہوں سے دیکھنے کے بعد عمران بڑی عجلت کے ساتھ سر سلطان کے آفس میں جا گھسا۔

سس۔ سلام علیکم۔ عمران نے گنواروں کی طرح ماتھے پر ہاتھ رکھ کر سلام کیا۔

گدھے کم از کم میری عمر کا ہی لحاظ کیا کرو۔ ہر وقت کا مسخرہ پن اچھا نہیں لگتا — سر سلطان نے اسے دیکھتے ہی ڈانٹ پلا دی۔

گدھے لحاظ داری کے معاملے میں نسبتاً حساس واقع ہوئے ہیں جناب لیکن میری موجودگی میں وہ اس بات کی جرأت بھی نہیں کر سکتے کہ — اور — اوغ — اوپ

عمران کی آواز اچانک گھٹ گئی جیسے گلے میں پھندا پڑ گیا ہو —

کسی کے مضبوط ہاتھ نے لوہے کے شکنجے کی طرح اسکی گردن جکڑ لی تھی —

عمران نے گردن جھٹک کر دو ایک بار چھڑانے کی کوشش کی لیکن بے سود —

نے ڈکا ہے جالی ہو قارا گیا۔

آخر اس نے پہلے گردن گھما کر عقب میں دیکھنا چاہا اور لوں کا — جب میں جکڑ رکھی تھی۔

رحمٰن صاحب نے اس کی گردن اپنے مضبوط — آمد پر سر سلطان زیر لب مسکرا

عمران کی ظاہری حالت اور رحمٰن صاحب کی — سے کہا۔

دیئے۔ انہیں مسکراتے دیکھ کر رحمٰن صاحب نے —

تم نے اسے بہت سر چڑھا لیا ہے سلطان — ورا کیا قصور ہے؟

ج۔ جی ہاں ڈیڈی دیکھیے ناں اب اس میں — ور اسکی گردن چھوڑ دی

خاموش رہو — رحمان صاحب نے اسے ڈانٹا

ایک کرسی کی طرف دھکیل دیا پھر خود بھی بیٹھ گئے۔ — سلطان نے [illegible]

کہو آج ادھر کیسے بھول پڑے —! سر

سے رحمان صاحب کی طرف دیکھا۔

کچھ نہیں — ادھر سے گذر رہا تھا۔ سوچا کئی دنوں سے تم سے ملاقات نہیں ہوئی —!

ج — جی ہاں میں بھی اسی لئے آیا تھا — عمران نے تھوک نگل کر کہا۔

رحمان صاحب نے کوئی بات منہ سے تو نہ نکالی البتہ کڑے تیوروں سے عمران کو گھورا اور عمران "سانپ سونگھنے" والے محاورے پر غور کرنے لگا۔

آج مسٹر ریکر کوئی اہم اعلان کرنے والا ہے۔

ہوں — اس سلسلے میں ورکنگ ہو رہا ہوگا! سر سلطان نے تجزیہ انداز میں عمران کی طرف دیکھ کر جواب دیا۔

یہ مسٹر ریکر کون ہے — اس کا کچھ سراغ لگا —!

نہیں — ہمارے متعلق بھی کوئی ایسا سلسلہ نہیں پھر غیر ملکی ایجنٹوں کو بھی چیک کیا جا چکا ہے —!

ہوں تو پھر یہ کوئی غیر ملکی ہستی ہے جو غیر قانونی ذرائع سے ملک میں داخل ہوئی ہے —! سر سلطان نے دھیمے لہجے میں کہا۔

تم کیا کر رہے ہو سلطان —؟

میں نے کیا کرنا ہے بھئی —— خود بچتو اس سلسلے میں ابھی تک خاموش ہوں۔۔ ظاہر ہے اب وہ بھی تو آخر انسان ہی ہے — عمر وری نہیں ہے ہر بار اس کا ذہن درست لائنوں پر ہی چل رہا ہے۔ رحمان صاحب بولے۔

ج۔ جی ہاں — اسی لئے تو پہلے اغواء کی اطلاع پا کر سپرنٹنڈنٹ پولیس کے گھر تک دوڑ لگانے والے کو کوتوالی انچارج بنا دیا جاتا ہے —

خاموش رہو —— رحمان صاحب غرائے۔

کیسے خاموش رہوں ڈیڈی —— اگر پچھلی مرتبہ مجرم عین موقع پر پکڑا جاتا تو پولیس کے درست اندازوں کے مطابق اس وقت علی عمران ایم ایس سی کو پھانسی کے تختے پر ہونا چاہیے تھا۔۔

میں کہتا ہوں خاموش بیٹھو —!

جی ہاں۔۔ مم — میں تو خود اس میں اگر چپکا ہو جاؤں گا لیکن دنیا والوں کا منہ کون روکے گا —؟

بتاؤں —؟ رحمان صاحب گرج اٹھے۔

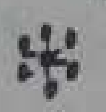
نن — نہیں ڈیڈی — میں تو اب ویسے بھی کافی سمجھدار ہو گیا ہوں —

حمد عمران کی [illegible] جب [illegible] سلور جوبلی [illegible]

یہ کہتے کہتے عمران کی آواز یوں بھرا گئی جیسے سمجھدار ہونے میں [illegible] خود ہی کا ہو اور سمجھدار ہونا بجائے خود ایک لعنت سے کم نہ رہا ہو —

اب تم بالکل خاموش بیٹھو گے — سمجھے!

ج — جی ہاں سمجھ گیا — عمران نے سر سلطان کو ایک [illegible] اشارہ کیا۔ اور دروازے کی طرف یوں لپکا جیسے رحمان صاحب نے اسے کھا جانے کا حکم دیا تھا۔ سر سلطان عمران کا اشارہ سمجھنے کے باوجود اسے روک نہیں سکے لیکن عمران —— وہ تو اس وقت اپنی فیاٹ کو ہوا کے دوش پر [illegible] اڑا رہا تھا



عمران سر سلطان کے آفس سے نکلتے وقت انہیں آنکھ سے اشارہ کر گیا تھا اس لئے وہ اپنی فیاٹ کو بھگاتا ہوا سب سے پہلے تو [illegible] ٹیلی فون بوتھ تک پہنچا اور سر سلطان کے آفس نمبر ڈائل کئے —

عمران بول رہا ہوں جناب —!

کہو —— دوسری طرف سے سر سلطان نے مختصر سا جواب دیا۔ رحمان صاحب اس وقت بھی ان کے آفس میں موجود تھے —

میرا خیال ہے آپ منڈریکر کے لئے پریشان ہیں۔

تم ٹھیک سمجھے ۔۔۔!

بیکار ہے ۔۔۔ میں ابھی اتنا ہی لاعلم ہوں جتنا کہ آپ۔ ویسے آپ خیر چھوڑیے ۔ ہم ۔ میرا مطلب ہے۔ خاطر جمع رکھئے۔ میں جلد ہی اس منڈریکر کو بے نقاب کر دوں گا ۔۔۔ بس اب اجازت۔

عمران نے فون بند کر دیا اور گھڑی پر وقت دیکھا اس وقت پونے نو بج رہے تھے۔ ٹھیک پندرہ منٹ بعد منڈریکر ریڈیو پر کوئی اہم اعلان کرنے والا تھا۔

عمران نے فیاٹ اسٹارٹ کی اور اگلے دس منٹوں میں تیز رفتاری کے سارے ریکارڈ توڑتا ہوا دانش منزل پہنچ گیا ۔۔۔!

دو منٹ بعد وہ دانش منزل کی لیبارٹری میں ایک آرام کرسی میں دھنسا ہوا تھا۔ عمران کی آرام کرسی کے برابر ہی ایک تپائی پر ایک ریڈیو رکھا ہوا تھا اور بلیک زیرو ایک مشین سے الجھا ہوا اسے سیٹ کرنے میں مصروف تھا۔ یہ وہی مشین تھی جسے عمران منڈریکر کی تقریر کے دوران میں پہلے بھی استعمال کر چکا ہے۔

عمران نے گھڑی پر وقت دیکھا اور ریڈیو آن کر دیا۔

ریڈیو پر حسب معمول روانی سے پروگرام نشر ہو رہا تھا۔ عمران نے چیونگم کا پیکٹ ٹٹولا ۔۔۔ بیک وقت چار پیس منہ میں ڈال لیے اور لگا جگالی کرنے۔

اچانک جیسے ریڈیو میں کوئی بلی گھس گئی ہو ۔۔۔ بلی سپیکر میں چیخی اور پھر شاید کسی نے بلی کا گلا گھونٹ دیا ۔۔۔ ایک کریہہ چیخ سنائی دی اور پھر یوں محسوس ہوا جیسے بلی کی گردن کسی کتے کے منہ میں ہو۔ بلی کی چیخیں اور کتے کی غراہٹ سنائی

دے رہی تھی۔ ہوا کی تیز سرسراتی ہوئی سیٹیاں اور بے ہنگم چیخوں کا سلسلہ بھی کچھ دیر سنائی دیا اور اچانک شور بند ہو گیا۔ پھر ایک گھبرائی ہوئی آواز سنائی دی ۔۔۔ بالکل سرگوشی کی طرح ۔۔۔ وہی پراسرار سرگوشی جیسے روح نے سرگوشی کی ہو ۔۔۔!

میں منڈریکر ہوں ۔۔۔ میں منڈریکر ہوں ۔۔۔ میں آج ایک اہم اعلان کرنے والا ہوں ۔۔۔ ہمارا ملک اس وقت اقتصادی تعطل کا شکار ہے اور جس ملک میں اقتصادی ترقی کا جذبہ کارفرما ہو وہاں مزدوروں کا خون کارخانوں کی چمنیوں سے دھواں بن کر اڑتا ہے جاگیردار اور جن کے لیے وہ اپنے خون سے ہولی کھیلتے ہیں۔ ان کی تجوریوں میں سونے کا ڈھیر بڑھتا چلا جاتا ہے ۔۔۔ یہ انبار ان کی حکومت کی بنیاد بنتے ہیں اور رفتہ رفتہ انسان سونے کی اس دیوار تلے دب کر رہ جاتا ہے ۔۔۔ اس وقت ہمارے ملک میں ایسا ہی ہے میں انسان دوست ہوں اور انسانیت کی ابھار کے لئے بڑی سے بڑی قربانی بھی دے سکتا ہوں ۔۔۔ میں عوام کے ہاتھ مضبوط کرنا چاہتا ہوں ۔۔۔

کل صبح دس بجے کے بعد ایک گھنٹے کے لئے میری ٹاؤن اور کوئینز روڈ کے تمام ٹریفک بند کر دی جائے میں چند تخلیقی کارنامے پیش کرنا چاہتا ہوں ۔۔۔ میں آج سے اپنی تمام ایجادات

اور صلاحیتیں قوم کے لیے وقف کرتا ہوں"۔

"یاد رہے میں ہوں مندریگر — مندریگر — عوام کا دوست مندریگر —!"

روح کی سرگوشی ختم ہوگئی اور عمران نے ٹھنڈی سانس بھر کر بلیک زیرو کی طرف دیکھا جس کی عقابی نگاہیں — ڈائیلوں کی تھرتھراتی ہوئی سوئیوں پر جمی ہوئی تھیں! اور اسکے ہاتھ بڑی تیزی سے کچھ حروف شارٹ ہینڈ میں لکھنے میں مصروف تھے —

ڈائیلوں کی سوئیاں آواز کے زیر و بم کے ساتھ ایک سمت سے دوسری سمت رقص کناں رہیں یا پھر کسی انجانی طاقت کے زد سے مخالف سمت کی طرف رہیں۔ سبز بلب جو مشین کے اطراف میں لگے ہوئے تھے کبھی کے بجھ چکے تھے اور سرخ بلب جل اٹھے تھے۔

سرخ بلبوں کے بار بار جلنے اور بجھنے سے کبھی ہلکی اور کبھی تیز سیٹی جیسی آواز پیدا ہو رہی تھی

مشین بند کر کے بلیک زیرو نے شارٹ ہینڈ میں لکھا ہوا کاغذ عمران کی طرف بڑھا دیا۔ عمران نے کاغذ لیا اور بغور پڑھنے لگا۔ کاغذ پر لکھے ہوئے الفاظ کو پڑھنے کے بعد اس نے جگالی کی رفتار تیز کر دی۔

کچھ دیر جگالی کرتا اور سوچتا رہا۔ پھر اٹھا اور جولیا کے نمبر ڈائیل کیے۔

ایکسٹو —! اس نے ایکسٹو کی مخصوص بھرائی ہوئی آواز میں کہا

یس چیف — جولیا اسپیکنگ فرام دس سائیڈ۔

چیک کرو ہر ممبر اپنے گھر پر موجود ہے یا نہیں!

او کے سر — جولیا نے یہ کہہ کر سلسلہ منقطع کر دیا

پندرہ منٹ بعد جولیا نے رپورٹ دی کہ ہر ممبر اپنے گھر پر موجود ہے اور ان میں سے ہر ایک بڑی بے چینی سے مزید احکامات کا منتظر ہے!

عمران نے اطمینان کا سانس لینے کے بعد جولیا کو حکم دیا وہ سب کو بتا دے کہ ان میں سے کوئی بھی گھر سے باہر نہ جائے —!

بلیک زیرو نے پر تجسس نگاہوں سے عمران کی طرف دیکھا۔ عمران کو اس قدر سنجیدہ اس نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا اس لیے وہ اسے چھیڑے بغیر نہ رہ سکا۔

آپ خلاف معمول کچھ پریشان دکھائی دے رہے ہیں!

ہوں — اوں — عمران سوچ کی گہرائیوں سے چونکا۔

اب تم بالغ ہو گئے ہو —! عمران نے اچانک اس طرح ٹھنڈی سانس بھری جیسے بلیک زیرو کی بلوغت کے بعد تمام تر ذمہ داری اسی کے کندھوں پر آن پڑی ہو۔

جی —! بلیک زیرو کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں اسے توقع نہ تھی کہ عمران اس قدر جلدی سنجیدگی پر آ جائے گا۔

کیا یہ بات خلاف معمول تھی — عمران غرایا۔

میں سمجھا نہیں جناب —!

تمہارا بالغ ہونا کیا خلاف معمول ہے — ؟

مگر ۔۔۔ میری بلوغت کا سوال ہی کہاں سے آ ٹپکا!

پھر پوچھنے کی کیا ضرورت تھی ۔۔۔ اور اب کیوں بوکھلا رہے ہو!

وہ ۔ میرا مطلب ہے کہ ۔۔۔! بلیک زیرو نروس ہو گیا کیونکہ عمران گرگٹ کی طرح اپنا رنگ تبدیل کر چکا تھا

میرا مطلب ہے میرا یہ کہنا ایک غیر متوقع بات تھی کہ تم بالغ ہو گئے ہو ۔۔۔!

سچ ۔۔۔ جی ہاں ۔۔۔!

اسی طرح بعض چیزیں بظاہر تو سامنے کی ہوتی ہیں لیکن ان کا سراغ فوری طور پر نہیں ملتا ۔۔۔ ہم ابھی تک سنڈریکر کی آواز سے اس کی پناہ گاہ تک نہیں پہنچ سکے

جی ہاں ۔ حیرت ہے کہ مشین آواز کے مخرج کی نشاندہی نہیں کر رہی

یہ کوئی خاص بات نہیں ۔۔۔!

وہ کیسے جناب ۔۔۔؟

تم نہیں سمجھو گے ۔۔۔! عمران یہ کہہ کر اٹھا اور باہر نکل گیا ۔ فیاٹ کو اسٹارٹ کیا اور یونہی بلا مقصد سڑکوں پر گھومنے لگا ۔

اس کے سوچنے کا یہ انداز انوکھا تھا ۔ جب کبھی ذہن سوچنے سے عاری ہو جاتا تو وہ سڑکوں پر آوارہ گردی کرنے نکل کھڑا ہوتا



ان دنوں فیاض کو عمران کی تلاش تھی ۔۔۔ تلاش بھی بالکل ایسی جیسی مجنوں کو لیلیٰ کی رہی ہوگی ۔ اس نے عمران کے فلیٹ کے پچاسوں چکر لگائے لیکن ہر مرتبہ تالا منہ چڑاتا ہوا ملا ۔

اب فیاض تو کیا ، فرشتوں کو بھی علم نہ تھا کہ عمران اور اس کے حکم پر سلیمان دونوں نے آمد و رفت کے لئے ایک خفیہ عقبی دروازہ استعمال کرنا شروع کر دیا ہے

سنڈریکر کے اعلان نے سرکاری حلقے کو بوکھلاہٹ میں مبتلا کر رکھا تھا اور رحمان صاحب فیاض کی جان کو آئے ہوئے تھے وہ ابھی تک سنڈریکر کے بارے میں ایک ذرہ بھی معلوم نہیں کر سکا تھا ۔

فیاض ابھی ابھی عمران کے فلیٹ سے ناکام واپس لوٹا تھا اور اس وقت اپنے آفس میں بیٹھا ہوا تھا ۔ ایک تازہ ترین پرچہ دیکھ رہا تھا یہ پرچے اسے بڑی باقاعدگی سے ایک کسٹم انسپکٹر سے مل جاتے تھے ۔ جس سے اس کے مراسم خاصے گہرے تھے ۔

وہ پرچہ دیکھنے میں اس قدر محو تھا کہ "سلام علیکم" کی تان سن کر اچھل کر
بوکھلا اٹھا ــــ سامنے عمران کھڑا تھا، چہرہ ہمیشہ کی طرح احمقانہ
تاثرات سے بگڑا ہوا تھا البتہ جسم پر لباس ڈھنگ کا تھا۔
فیاض تو اسکی تلاش میں چکرم ہو کر رہ گیا تھا اس طرح اسے سامنے
دیکھ کر فیاض نے اپنی مسکراہٹ میں "خوش آمدید بالجبر" کا مضمون پیدا کر
ارے تم۔ کہاں غائب تھے۔ میں تو تمہارے فلیٹ کے چکر لگا کر تھک گیا۔
مم ــ میں لوگوں کی نظر بچا کر بمشکل یہاں تک پہنچا ہوں سوپر ــ عمران کا چہرہ
مارے گھبراہٹ کے دھواں دھواں ہو رہا تھا۔
کیوں کیوں ــــ کیوں ؟ فیاض بوکھلا گیا۔
یہ تمہیں اچانک کیا ہو گیا ہے سوپر ــ ؟
کیا بک رہے ہو ــ !
بک رہا ہوں ــــ عمران نے آنکھیں نکالیں ــــ پھر تمہیں اغوا کر
پھریں اور میں شرم سے پانی بھی نہ پیوں ــــ میرا مطلب ہے ــــ !
بکواس بند کرکے بیٹھ جاؤ ــــ فیاض جھنجھلا کر چیخا۔
ہوں ــــ عمران ٹھنڈی سانس بھر کر بیٹھ گیا پھر جیسے ہی اسکی نگاہ "بلوا
سے پرچے" پر پڑی اس نے کراہ کر پہلو بدلا۔
چلو سوپر کسی ماہر جنسیات سے مشورہ کریں !
بکے جاؤ ــــ ! فیاض نے برا سا منہ بنایا
میں کہتا ہوں عورتوں کی ننگی تصویریں دیکھنے سے تبدیلی آب و ہوا آ گئی ہو
شاید جنس کے جراثیم پیدا ہو جاتے ہیں
یار کیوں دماغ چاٹ رہے ہو ــ !
کنفوشس نے بھی خوب کہا ہے ؟
کیا کہا ہے ــ ! فیاض نے اس کی توجہ بدلتے دیکھ کر جلدی سے کہا۔
یہی کہ انسان دوسروں کو ننگا دیکھ کر دراصل اپنے اس جذبے کی تسکین کرتا
ہے جس کے تحت وہ خود کو برہنہ دیکھنا چاہتا ہے ــ
کیا بک ہوئی ــــ فیاض کا منہ بن گیا ــ
پیشانی پر کارپوریشن کا ٹکا لگوانے کی ضرورت نہیں ــ میرا مطلب ہے
ننگی تصویریں دیکھنے میں خود کو برہنہ کرنے کا جذبہ کار فرما ہوتا ہے ــ !
اب چل پڑا چرخہ ــــ !
نہیں سوپر چرخہ یہاں نہیں چل سکتا ــ سنا ہے "سلور گرل" کی راتیں بڑی
رنگین ہوتی ہیں ــ میں تو سوچ رہا ہوں ایک چرخہ لے کر وہیں جا بیٹھوں ــ !
کیا ــ ہوں ــــ پھر ــ ! فیاض نے ٹکٹکی لگا ہوں سے اسے گھورنا شروع کر دیا
دراصل ان دنوں میرے پاس علی بابا ہوٹل میں بھی بیٹھنے کی گنجائش نہیں
حالانکہ میری لڈو میں روزانہ سلور گرل جاتے ہو !
جاتا تو ہوں لیکن وہاں مجھے چاندی کے کباب کوئی نہیں دیتا ۔
کیا بک رہے ہو ــــ !
بک یہ رہا ہوں کہ اب چرخہ لے کر سلور گرل کے تہہ خانے میں جا بیٹھوں گا
کک ــ کیا ــ تم کیسے جانتے ہو ــــ !

سیٹھ ... کی بیوہ روشن خبر ... کہتے ہیں روشنی ... دیر ... ہو ...

ہاں ہاں ۔ روشن ختم ہو گیا ہوں ۔

تو تم مجھے بلیک میل کرنے آئے ہو ۔

نہیں سوپر ۔ خدا کی قسم نہیں ۔۔۔ نہ تمھیں ۔۔۔ بلیک میل کرنے آیا ہوں

میں تمھیں ایک سنگل پائی نہیں دے سکتا ۔

مت دو ۔ برکلے بینک کا اکاؤنٹ کب کام آئے گا ۔ ابھی کل ہی تو پانچ ہزار جمع کرائے ہیں وہاں ۔۔۔!

فیاض نے بیزاری سے پہلو بدلا پھر کھسیانی ہنسی ہنسنے لگا ۔ بس ہو گئے ناراض ۔ چلو یہی کر دو ۔ نکالو سیدھے ہاتھ سے ... کلی کی پوسٹ مارٹم رپورٹ ۔

ہوں تو اتنی دیر سے اسی لیے دھونس جما رہے تھے ۔

میں کسی بھینس وہینس کو نہیں جما رہا تھا ۔

فیاض نے بے دلی سے رپورٹ نکال کر عمران کے سامنے رکھ دی ۔ عمران کاغذ پر جھک گیا اور بغور مطالعہ کرنے کے بعد سر ہلانے لگا ، پھر وہ اٹھا اور فیاض سے بولا ۔

اچھا ڈیر بائی بائی بگ تھینکس ...

ارے ۔ رکو ۔ رکو ۔ کہاں چلے ۔ مجھے تم سے بہت سارے کام تھا ذرا ایک منٹ کے لیے رک جاؤ ۔ فیاض جلدی سے کھنکھایا

نہیں پیارے اب مجھے جانے ہی دو ۔۔۔!

کہاں جاؤ گے ۔۔۔؟ فیاض نے پوچھا تو عمران پیٹ پر ہاتھ پھیرنے لگا

یار علی بابا ہوٹل کی دال ختم ہو گئی تو مجھے اس بڈھی کرسمبیس کی کوٹھی کی را

لینا پڑے گی جو سرخ رومال میں دو ہزار روپے ہر ماہ ادا کرتی ہے کیا ۔۔۔! فیاض کا منہ حیرت سے کھلا رہ گیا ۔ رہ گیا عمران تو اسے تو بس اپنا مطلب نکالنا تھا سو اب وہاں بیٹھ کر دماغ چٹوانے سے کیا فائدہ تھا ۔ وہ پلک جھپکتے ہی فیاض کے آفس سے باہر تھا ۔

*

نیبری ٹاور سے کوئنز روڈ کا درمیانی فاصلہ تقریباً چھ فرلانگ تھا ۔ ابھی صبح کے سات ہی بجے تھے لیکن سڑک کے دونوں فٹ پاتھوں پر واقعی تل دھرنے کی جگہ نہ تھی ۔

سڑک دونوں طرف کی دکانوں کے اوپر بنے ہوئے فلیٹوں کی کھڑکیوں کا عنوان تھا ۔ کھڑے تھے لوگ دریچوں میں دیکھنے کے لئے ۔

سب دوکانیں بند تھیں ۔ ہنگامی حالات کے پیش نظر پولیس اور ملٹری کی بڑی جمیعت جگہ جگہ متعین تھی ۔۔۔ ہر سپاہی پوری طرح مسلح تھا ، چند ایک کے پاس آنسو گیس بم بھی موجود تھے ۔

سڑک پر پٹرولنگ کاریں تیز رفتاری سے ادھر ادھر آجا رہی تھیں ۔

تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد لاؤڈ اسپیکر پر پبلک سے پرسکون رہنے اور پولیس سے تعاون کرنے کی اپیل کی جا رہی تھی۔

ہر آدمی سرگوشیاں کرنے میں مصروف تھا لیکن اس قدر بڑے ہجوم کی سرگوشیوں نے جمع ہو کر سرگوشی کا اصل مفہوم ہی ختم کر دیا تھا۔

لوگ بے چینی سے دس بجنے کے منتظر تھے۔

سیکرٹ سروس کی پوری ٹیم اس ہجوم میں پھیلی ہوئی تھی۔ ان کو یہ حکم تھا کہ ہر کسی پر کڑی نگاہ رکھی جائے اور کسی بھی آدمی کو مشکوک دیکھ کر اسے فوراً اطلاع دیں۔۔۔!

مجمع سے الگ ایک آدمی کا شعوری [illegible] بنا جا رہا تھا۔

عمران فیاض کے ساتھ [illegible] جگہ کھڑا تھا جہاں سے [illegible] کا فاصلہ صرف چند گز ہی رہا ہوگا۔ فیاض بے تابی سے ادھر ادھر دیکھنے میں مصروف تھا۔ اور عمران کے کھڑے ہونے کا انداز ایسا تھا جیسے وہ [illegible] جوتوں کا پہنا کر اس مجمع کے سامنے پیش کیا جانے والا ہو۔

ٹھیک دس بجے۔۔۔ میری [illegible] کے گھڑیال نے دس بجائے اور فضا میں ایک زبردست روشنی کا جھماکا ہوا۔۔۔ نیلی روشنی کا جھماکا۔۔۔ اس قدر تیز روشنی تھی کہ لمحہ بھر کے لیے [illegible] دور تک ہر شے نیلے رنگ میں رنگ گئی۔

نیلے رنگ کے اس ہالے میں ایک عجیب وضع کی اڑن طشتری دکھائی دی۔

طشتری بہت طویل و عریض تھی۔ طشتری نے میری گولڈ کے اوپر ایک چکر لگایا اور زمین سے تقریباً بیس فٹ کی بلندی پر فضا میں معلق ہو گئی۔

لوگوں نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر طشتری کو گھورنا شروع کر دیا۔

چند سیکنڈ بعد اڑن طشتری میں ایک دروازہ نمودار ہوا اور ایک پہلو سے سیڑھی از خود نیچے کی طرف لپکی۔۔۔ سیڑھی زمین کے ساتھ رک گئی۔

جیسے ہی سیڑھی نے زمین کو چھوا طشتری کے دروازے میں دو آدمی نمودار ہوئے۔۔۔ یہ دونوں آدمی انتہائی طویل القامت تھے۔ ان میں سے کسی کا بھی قد بارہ فٹ سے کم نہ تھا۔

چمکتی کلر کپڑوں میں ملبوس ان لمبے آدمیوں نے موٹے کپڑے کے رنگدار جوتے پہن رکھے تھے۔ سر پر مخروطی ٹوپیاں تھیں جن کے پھندے ہوا کے جھونکوں کے ساتھ ادھر ادھر ہل رہے تھے۔ بادی النظر میں یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ دونوں خوابوں کی دنیا کے انسان ہیں۔

فیاض مارے حیرت کے منہ پھاڑے ان کو دیکھ رہا تھا۔

ہجوم پر خاموشی کی حکومت تھی۔ "کان پھاڑ" قسم کی سرگوشیوں کا آمیزہ نیلے ماحول نے نگل لیا تھا۔

عمران نے فیاض کو ٹہوکا دیا اور ٹھنڈی سانس بھر کر بولا۔

سوپر سنڈریکر لے اسی سائز کی عورتیں بھی ضرور [illegible] ہوں گی۔

ہم۔۔۔ پھر۔۔۔ کیوں! فیاض محویت سے بولا۔

ہم۔ ہم۔۔۔ میں شادی کا پیغام بھجوانا چاہتا ہوں۔

بکواس بند کرو۔ کم از کم اس وقت تو سنجیدہ رہو۔ فیاض کو غالباً اس قدر غیر سنجیدگی کی توقع نہ تھی اس لیے وہ بری طرح جھنجھلا گیا۔

طویل القامت آدمیوں نے نیچے اتر کر ایک طائرانہ نگاہ ہجوم پر ڈالی اور کمر خمیدہ کرکے کورنش بجا لائے ان کا انداز بالکل سرکس کے ان مسخروں جیسا تھا جو ٹانگوں پر بانس باندھ کر کبھی کبھی تو واقعی بارہ گز کے بن جاتے ہیں۔

ہجوم کا ایک ایک فرد ان دیو نما انسانوں کو دیکھ رہا تھا کہ اچانک سب چونک کر اڑن طشتری کے دروازے کی طرف متوجہ ہو گئے۔

وہی پورے دو ننھے ننھے بچے پھسلتے [illegible] سیڑھی پر اترے اور چھلانگیں لگاتے ہوئے طویل القامت آدمیوں کی طرف بڑھ گئے۔

لوگوں نے غور سے جائزہ لیا تو حیرت کے مارے ان کے منہ سے طویل سسکیاں سی نکل گئیں جنہیں وہ محض کسی عام سے جانور کے بچے سمجھ رہے تھے وہ بھینسیں تھیں۔ ایسی بھینسیں جن کے قد کسی بھی طور پر ڈیڑھ فٹ سے کم نہ رہے ہوں گے پولیس کی بجائے [illegible] کار دیو قامت آدمیوں سے کچھ فاصلے پر کھڑی تھی۔ اور اس کے آگے ملٹری کے جوانوں سے بھری ہوئی ایک بڑی سی گاڑی تھی جس میں بیٹھے ہوئے جوان اپنی بھری ہوئی بندوقوں سمیت کسی بھی ہنگامی صورت حال سے نمٹنے کے لیے تیار تھے۔

ننھی ننھی بھینسوں کے بعد اتنی ہی جسامت کے ہاتھی اور گینڈے نیچے اترے اور اس کے بعد لوگوں نے طویل القامت شیروں کا ایک جوڑا دیکھا۔ جو [illegible] آزاد شیروں کو نیچے اترتے دیکھا تو ان میں بھگدڑ مچ [illegible] جب وہ جوڑا نیچے زمین پر پہنچا لوگوں کے منہ سے حیرت زدگی کی چیخیں نکل گئیں۔

وہ شیروں کا دراز قد اور فربہ جوڑا تھا۔ حیرت انگیز اور بھرم [illegible]

یک فربہ اندام اور طویل القامت بلیاں۔

سب کے سب چوڑے لمبے آدمیوں کے برابر میں کھڑے ہو گئے۔ پھسلواں سیڑھی واپس طشتری میں چلی گئی اور خود کار دروازہ بھی بند ہو گیا۔

اچانک فضا میں وہی پراسرار سرگوشی ابھری جسے ڈگ ڈگ کئی دنوں سے ریڈیو پر مسلسل سن رہے تھے۔ وہی پراسرار سرگوشی جیسے روح تے سرگوشی کی ہو۔

میں مندریکر ہوں ۔۔ میں ہوں مندریکر ۔۔ عوام کا خادم مندریکر ۔۔ عوام کا خادم مندریکر ۔۔ حسب وعدہ اپنی تخلیقی ایجادات نمائش کے لئے پیش کر رہا ہوں۔

یہ دور سائنسی ترقی کا دور ہے اور ترقی یافتہ قومیں جادو جیسی فرسودہ چیزوں پر یقین نہیں کرتیں لہٰذا اسے جادو کا کرشمہ نہ سمجھیں۔ یہ انسانی زندگی کا وہ دور ہے جب کہ وہ ترقی کی تمام ارتقائی منازل طے کر چکا ہے۔ لیکن اس عروج نے اسے ذہنی گراوٹ میں مبتلا کرکے اس کا کردار مسخ کر ڈالا ہے نتیجے کے طور پر آج وقت کے عظیم سائنس دان بھی سیاست دانوں کے ہاتھوں میں کٹھ پتلیوں کی طرح ناچ رہے ہیں۔ حالاں کہ سیاستدان ان کے سامنے حقیر کیچوؤں کی طرح ہیں۔ میں جلد اپنا موقف اور آئندہ پروگرام آپ لوگوں کے سامنے پیش کر دوں گا۔

یاد رکھو میں ہوں منڈریکر — عوام کا خادم منڈریکر —!"

سرگوشی ختم ہو گئی اور لوگ ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔ پھر بھی غالباً عمران کا منہ ہی دیکھنے "کے لئے مڑا تھا لیکن اسے اپنا سا منہ لے کر رہ جانا پڑا — عمران اپنی جگہ سے غائب تھا۔



فیاض کے پاس کھڑے کھڑے عمران کو اپنی گھڑی کا ایک بٹن بار بار روشن ہوتا دکھائی دیا۔ وہ فیاض کی نظر بچا کر وہاں سے کھسک لیا اور مجمع کی ایک طرف پہنچا — کوئی اس کی طرف متوجہ نہ تھا۔ ہر طرف سے اطمینان کر لینے کے بعد اس نے گھڑی کی چابی کو باہر کھینچ لیا۔ لوگوں کی بھنبھناہٹ میں اسکی دھیمی سی غراہٹ ابھری — ایکسٹو!

سر! ایک بوڑھا آدمی مشکوک دکھائی دے رہا ہے —! دوسری طرف سے تنویر کی آواز سنائی دی۔

ہوں — اسے کڑی نگرانی میں رکھو۔ کہیں جائے تو تعاقب کرو۔ یاد رہے صرف تعاقب —!

عمران نے یہ کہکر گردن نیچے کر لی — دو ایکبار ہاتھ کو جھٹکا دیا۔ مداری سب تھا جیسے گھڑی بند ہونے کا شبہ ہو گیا تھا اور دوبارہ کان لگا کے اس کی ٹک ٹک سننے کی کوشش کر رہا تھا۔

عمران نے ادھر ادھر محتاط نگاہوں سے دیکھا اور تیزی سے لوگوں کو ادھر ادھر دھکیلتا ہوا اس طرف چل دیا جس طرف تنویر نے مشکوک بوڑھے کے بارے میں اطلاع دی تھی۔ عمران نے لوگوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر دیکھا اور ٹھنڈی سانس بھری۔

اسے تقریباً ڈیڑھ فرلانگ تک لوگوں کو دھکیل دھکیل کر راستہ بنانا پڑا۔ نتیجے کے طور پر جب وہ تنویر کے پاس پہنچا تو ایسا محسوس کر رہا تھا جیسے وہ بانسوں کے بڑے جنگل سے گذر کر آیا ہو —

سس سلام علیکم — بڑے بھائی —!

تنویر نے عمران کی ایک سنی تو چونک کر لیٹا۔ دیکھا تو عمران تھا۔ عمران کو دیکھتے ہی اس کی بھنویں تن گئیں۔

تم یہاں کیوں آئے ہو —؟

اللہ کی مرضی — اسکی مرضی کے بغیر تو جولیا بھی تم سے عشق نہیں کر سکتی

کیا بکتے ہو —؟

سچ بکتا ہوں مہاراج —!

میں اس وقت ڈیوٹی پر ہوں سمجھے!

میں اس وقت ڈیوٹی پر نہیں ہوں سمجھے، عمران نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔

مجھ سے کسی قسم کی کوتاہی ہوئی تو اس کی تمام تر ذمہ داری تم پر عائد ہوگی

اوہ ۔ او ۔۔۔ کوئی خاص بات ۔۔۔ عمران یکدم سنجیدہ ہوگیا۔

تنویر نے کچھ دیر کڑے تیوروں سے اسے گھورا لیکن عمران کے چہرے پر سنجیدگی کی گہری تہیں تھیں۔ عمران کو سنجیدہ دیکھ کر اس نے آنکھ سے اشارہ کیا۔ اشارہ ایک بڈھے کی طرف تھا ۔۔۔!

عمران نے بغور اس طرف دیکھا اسے ایک ضعیف العمر بڈھا دکھائی دیا۔ اسکے جسم پر چیتھڑے جھول رہے تھے۔ سر کے بالوں کی حالت سے ظاہر ہو رہا تھا جیسے بطور خاص انھیں خاص مدت سے نہیں دھویا گیا۔ بالوں میں میل نے جم کر لٹوں کی صورت بنا دی تھی۔ چہرے پر عجیب طمانیت تھی جیسے فرد فرد سے اس کا چہرہ متاثر رہا ہو۔

خدا کا خوف کرو یار ۔۔۔ اس پر شک کر رہے ہو۔ عمران نے اچانک تنویر سے مخاطب ہو کر کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا۔

کیوں ۔۔۔ تم نے کیا محسوس کیا؟

بیٹے۔ یہ صوفی اللہ والا ہے ۔۔۔ ایسے لوگوں کو تنگ کرو گے تو نجس ہو جاؤ گے

سمجھے ۔۔۔!

تنویر نے یہ سن کر برا سا منہ بنا لیا اور عمران کا پیچھا چھوڑ کر وہ انداز یا وہاں سے ہٹ گیا۔ عمران کو یقین ہو گیا تھا کہ تنویر اس بوڑھے پر کڑی نگاہ رکھے گا لیکن اس قدر ہجوم میں کسی آدمی کو نظر میں رکھنا ناممکن نہیں تو ۔۔۔ مشکل ضرور تھا ۔۔۔!

عمران نے دائیں طرف الجھن میں صفدر کی پوزیشن معلوم کی اور جلد ہی اس نے صفدر کو دیکھ لیا ۔۔۔ وہ غبارے والے سے ذرا ان ملکہ صاحب کا خیال رکھنا کہیں اور خیالوں میں کھوئے ہوئے ہیں۔

صفدر اس کا مطلب سمجھ گیا۔ اس نے مسکرا کر سر ہلایا۔ عمران اسے لیے ہوئے تنویر کی طرف چل دیا۔ وہ جلد ہی وہاں پہنچ گئے لیکن وہاں پہنچ کر عمران چکرا گیا۔ تنویر اپنی جگہ سے غائب تھا۔

عمران تیزی سے لوگوں کو ادھر ادھر ہٹاتا، دھکیلتا، پھلانگتا سڑک پر نکل آیا۔ اس نے اسی بوڑھے کو دیکھا۔ وہ دیوانوں کی طرح قہقہے لگاتا ہوا ان مجذوب دیوانگان انسانی اور حیوانی جوہڑوں کی طرف بڑھ رہا تھا۔

پبلک چھپ چکی تھی۔ وہ دیوانہ وار قہقہے لگاتا ہوا ان کے قریب پہنچ گیا۔ پولیس کے سپاہی اس کی طرف لپکے لیکن دیوانہ ان جانوروں اور طویل القامت آدمیوں کے گرد چکر لگاتا ہوا دوبارہ بھیڑ میں گھس کر غائب ہو گیا ۔۔۔ عمران نے ایک طویل سانس منہ سے خارج کی اور فٹ پاتھ کے ساتھ ساتھ چلتا ہوا واپس فیاض کے پیچھے جا کھڑا ہوا۔

فیاض نے عمران کو دیکھا تو گھورنے والی نگاہوں سے اسے گھور کر پوچھا

تم کہاں غائب ہو گئے تھے ۔۔۔!

رفع حاجت کرنے گیا تھا یار ۔۔۔ اتنی بھیڑ کہیں دیکھ کر تو مجھے دست لگ جاتے ہیں ۔۔۔!

ہوں ۔۔۔ فیاض نے صرف ہنکاری بھری اور سڑک کے درمیان

بتوں کی طرح ساکت و جامد خاموش کھڑے جانوروں کو گھورنے لگا۔

اچانک عمران نے "ارے باپ رے" کا نعرہ لگایا اور فیاض سے لپٹ گیا
فیاض کی اپنی حالت بگڑ گئی ——— حیرت انگیز منظر اور بھی زیادہ
حیرت انگیز ہو گیا ——— کسی نامعلوم وجہ کی بنا پر وہ جوڑے ٹرک پر گر پڑے
اور ان کے جسم پھولنے لگے ——— جیسے کسی نادیدہ پمپ سے ان میں ہوا بھری
رہی ہو۔ پھولتے پھولتے اچانک وہ پچکنے لگے پھر دیکھتے ہی دیکھتے ٹرک پر
سیاہ سفوف کی ڈھیریاں دکھائی دینے لگیں۔

جانوروں اور انسانوں کا جوڑا کسی وجہ سے جل کر راکھ کا ڈھیر بن چکا تھا
ہجوم میں کہرام مچ گیا ——— کان پڑی آواز سنائی نہ دے رہی تھی۔ بیشتر
کمزور لوگوں، عورتوں اور بچوں کے تحفظ کے لیے جلدی جلدی چاروں طرف سے گھیرا
تنگ کر لیا۔ پھر دمکل کاروں کے سائرن چیخ اٹھے اور لاؤڈ اسپیکروں پر پبلک
پرسکون رہنے کی اپیل کی جانے لگی ——— تین گھنٹوں کی جان توڑ کوشش کے بعد
پولیس اور ملٹری کے جوان ہجوم کو پرامن طریقے سے منتشر کرنے میں کامیاب ہو گئے۔



تنویر اس جھول سے بوڑھے پر مسلسل نگاہ رکھے ہوئے تھا۔ بوڑھا سڑک
پر کھڑی ہوئی حیرتناک مخلوق کے گرد طواف کرنے کے بعد جب دوبارہ ہجوم میں گھسا
تو تنویر سمجھ گیا کہ وہ کھسک لینے کے موڈ میں ہے ——— وہ جلدی سے اس کے
قریب ہو گیا ورنہ وہ یقیناً اسے کھو دیتا۔

بوڑھا ہجوم کی طرف واپس ہوتے وقت ٹھٹھکنے لگا۔ ہاتھ اور اس وقت
بھی [illegible] کا تماشا بند ہوا تھا۔

ہجوم کے ہر فرد کے دماغ میں اس کے لیے بس ایک ہی خطاب کی تکرار
جاری تھی اور وہ تھی ——— پاگل ہے پاگل ——— اب یہ پاگل پن نہیں تو اور کیا
تھا کہ لوگ مارے خوف کے حواس باختہ ہو رہے تھے اور وہ بے نیازی سے اس
مخلوق کے گرد دو ایک چکر بھی لگا آیا تھا ——— اس لیے بڈھے کے ہجوم میں گھستے ہی
ہجوم کائی کی طرح پھٹنے لگا۔

ہجوم کے فرد نے دھکم پیل کر کے بڈھے کے لیے راستہ بنانے کی کوشش
کی تھی، اس لیے قدرتی طور پر بوڑھا آسانی سے ہجوم سے نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔
تنویر بھی جیسے تیسے بوڑھے کا تعاقب کرتا ہوا لوگوں کے اس سیل سے

باہر نکل آیا

پراسرار بوڑھا ہجوم سے ہٹ کر گونسر روڈ کی ایک بغلی سڑک پر ہو لیا
یہ ایک اندھیری سی سڑک تھی جو سائے زادی کے نام سے مشہور تھی۔ سڑک
کے دونوں طرف درختوں کی بہتات تھی ان درختوں کی لمبی لمبی شاخیں اوپر جا کر
اس قدر الجھ گئی تھیں کہ سورج کی ایک بھی کرن زمین تک نہیں پہنچتی تھی۔

تنویر سڑک کو ویران دیکھ کر اپنے اور بوڑھے کے درمیان فاصلے کو کم کر رہا تھا
اب وہ محتاط قدموں سے سڑک کے ایک طرف درختوں کے موٹے موٹے تنوں کی آڑ
لیتا ہوا بوڑھے کا تعاقب کر رہا تھا۔

بوڑھا اُدھر اُدھر بے بار اچھلتا کودتا بڑھتا چلا جا رہا تھا۔
پاگل پن کی حرکتیں اس سے اس وقت بھی سرزد ہو رہی تھیں اس کی ان حرکتوں
میں کچھ ایسی بے ساختگی تھی کہ کبھی کبھی تو تنویر کو یقین ہونے لگتا جیسے وہ
واقعی کسی پاگل کا تعاقب کر کے وقت ضائع کر رہا ہے۔

پراسرار بوڑھا درختوں پر بیٹھے ہوئے پرندوں کو منہ چڑھاتا، مٹکتا
جھٹکتا چلا جا رہا تھا۔ بڑی حیرت کی بات تو یہ تھی کہ وہ کبھی کبھی تو بھاگ کھڑا ہوتا
اور کچھ دور جا کر پھر رک جاتا، کبھی بڑی آہستہ خرامی کے ساتھ چلنے لگتا۔
اس کی بھاگ دوڑ تنویر کو بہت کھل رہا تھا ظاہر ہے اسے فاصلہ برقرار رکھنے کے
لیے اتنی ہی بھاگ دوڑ کرنی پڑتی تھی۔

سائے زادی ختم ہوئی اور بوڑھا ننگا واڑی کی طرف مڑ گیا۔
ننگا واڑی بھنگیوں کا علاقہ ہے۔ ان لوگوں نے ننگا واڑی میں سے گزرتی ہوئی

سڑک پر "امریکن ایمبیسی" کا بورڈ آویزاں کر رکھا ہے۔ پاگل بوڑھا کچھ دیر اس
بورڈ کو گھورتے دکھاتا رہا پھر بھنگیوں کے ایک محلے میں جا گھسا۔ ظاہر ہے اب
تنویر کسی بھی طور تعاقب جاری نہیں رکھ سکتا تھا۔

بوڑھا جس گلی میں گھسا تھا وہ بہت ہی تنگ اور اندھیری تھی
جا بجا کوڑے کرکٹ کے ڈھیر پڑے ہوئے تھے۔ گلی سڑی چیزوں پر
مکھیاں بھنبھنا رہی تھیں۔ کچھ ننگ دھڑنگ بچے اِدھر اُدھر کھیلنے
میں مصروف تھے۔ مارے بدبو کے ناک نہیں دی جا رہی تھی۔

تنویر کے ذہن پر جھنجھلاہٹ کا شدید حملہ ہو گیا۔ وہ تیز تیز قدم
اٹھاتا بوڑھے کے قریب جا پہنچا اور گرجدار لہجے میں بولا۔

رک جاؤ خبیث بوڑھے ——!

اس کی للکار سن کر بوڑھا ایک جھٹکے سے رک گیا اس نے آنکھیں
پھاڑ پھاڑ کر تنویر کو اوپر سے نیچے تک گھورا اور ایک فلک شگاف قہقہہ
لگایا پھر اچانک اس نے جھک کر ایک بڑا سا پتھر اٹھا لیا۔

تنویر کی روح فنا ہو گئی —— اگر وہ تیزی سے ایک طرف نہ ہٹ گیا
ہوتا تو پتھر عین اس کی کھوپڑی ہی پر بیٹھتا۔ پتھر اس کے سر کے قریب سے گزرا
اور عقب میں کھیلتے ہوئے ایک بچے کے سر پر لگا —— بچہ چیخ کر زمین
پر گرا اور دو ایک بار لوٹیں لگانے کے بعد ساکت ہو گیا۔

بچے کے بے ہوش ہوتے ہی بوڑھا چیختا ہوا تنویر کی طرف لپکا اور اس
کا گریبان تھام کر لوگوں کو پکارنے لگا ——! کئی میلے کچیلے مرد اور

ہر طرف گھروں سے نکل آئے ——!

دو منٹ میں ان کے گرد اچھا خاصا ہجوم تھا —— سب تنویر کی آزادی کرنے کے بارے میں غور و فکر کر رہے تھے۔ تنویر نے محسوس کیا کہ بوڑھے نے اسے انتہائی خطرناک صورت حال سے دوچار کر دیا ہے۔ بس پھر کیا تھا اس کا ہاتھ بوڑھے کی کنپٹی پر پڑا اور بوڑھا لہرا کر زمین بوس ہو گیا۔

گلی میں موجود مردوں اور عورتوں میں غصے کی شدید لہر دوڑ گئی —— جو جسم کے ہاتھ لگا کے کر تنویر کی طرف لپکا ——! عین اسی وقت ایک فائر ہوا اور ان میں بھگدڑ مچ گئی —— تنویر نے راستہ صاف دیکھا تو وہ بھاگتا ہی چلا گیا ——!

تنویر جس وقت اس علاقے سے باہر ایک محفوظ جگہ تک پہنچ گیا تو اس کا ذہن اس فائر کی وجہ سے بری طرح الجھ رہا تھا۔

وہ فائر کس نے کیا —— کیوں کیا —— ؟ کیا بوڑھا مر گیا یا وہ گولی اسی کے لئے تھی —— وہ تیز قدم چلتا ہوا اصلی سڑک پر نکل آیا۔

دور دور تک کوئی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ تنویر نے ابھی ہوگی ہر بار اپنے ٹرانسمیٹر پر ایکسٹو سے سلسلہ ملانے کی کوشش کی۔

وہ تین منٹ تک کال کرتا رہا لیکن سلسلہ نہ مل سکا۔ تنگ آ کر اس نے چابی کو دبا دیا اور ایک بے نام سی الجھن کی وجہ سے اسکی ٹانگیں کپکپانے لگیں۔

اب تنویر دل ہی دل میں ایکسٹو کے خوفناک عتاب سے بچاؤ کی دعا مانگ رہا تھا —— ظاہر ہے بچاؤ کی تدبیر تو اس کے فرشتے بھی نہیں کر سکتے تھے ——!

عمران بڑی بے چینی سے تنویر کی کال کا انتظار کر رہا تھا۔ وہ اس وقت اپنے فلیٹ میں موجود تھا اور اس کی نگاہ ہر گھڑی —— گھڑی کے ڈائل کے اس ہندسے پر جا ٹھہرتی جسے کال آن پر روشن ہونا تھا۔

مسٹر بیجر کی حیرت انگیز مخلوق کے سفوف بن جانے کے بعد اسے بوڑھے کی اہمیت کا صحیح احساس ہوا تھا۔ یہ بات غالباً اس کی باریک بین نگاہوں نے ہی دیکھی تھی کہ بوڑھے نے جانوروں کے گرد چکر لگاتے وقت کوئی چیز ان کی طرف پھینکی تھی ——!

اسے خود پر بے تحاشا غصہ آیا کہ کیوں اس نے بوڑھے پر خود ہی نگاہ نہیں رکھی۔ لیکن اس وقت غصے سے زیادہ اسے تنویر کی کال کا انتظار تھا۔

عمران نے یکبارگی گھڑی کو دیکھا پھر زور زور سے سلیمان کو آوازیں دینے لگا۔

—— تیسری ہانک پر سلیمان اس کے سامنے دھرا ہوا تھا۔

کہیے صاحب کیوں گلے کا پورا والیوم کھول رکھا ہے ——!

اب تم سے کیا کہوں ——! عمران نے کچھ ایسے مغموم لہجے میں کہا جیسے

سلیمان کو ٹوکتے ٹوکتے وہ اس اسٹیج پر پہنچ گیا تھا کہ مزید کچھ کہنے سننے میں اپنی ہی تذلیل ہوتی ہو۔

صاحب میں اس وقت مصروف نہیں۔ سلیمان نے جھنجھلا کر پاؤں پٹخے

میں نے تمھیں کچھ پوچھنے کے لیے طلب کیا ہے سمجھے!

اب پوچھ بھی چکیے۔!

ہوں — اچھا بتاؤ تم ملک و قوم کے لیے کیا کچھ کر سکتے ہو۔؟

شادی کر سکتا ہوں۔! بچے پیدا کر سکتا ہوں!

لل۔ لیکن۔ میں نے تو قوم کی خدمت کے لیے پوچھا تھا — اس کے جواب سے عمران واقعی بوکھلا گیا تھا۔

میں نے بھی قوم کی خدمت ہی کا ذکر کیا ہے!

بکواس مت کرو۔ بچوں کی وجہ سے قوم پر بوجھ پڑے گا اور قوم کوئی گدھا گاڑی نہیں ہے کہ تم اس پر بوجھ ڈھو کر کرایہ ادا کر دو گے اور اس طرح اس کی خدمت ہو سکے گی۔!

درست ہے لیکن سب بچے کھانا پکانے میں ماہر نہیں ہو سکتے۔!

کیا بکتا ہے —؟

ٹھیک کہہ رہا ہوں صاحب — آج کل ہر بچہ کھانا کھانے میں ماہر پیدا ہو رہا ہے — میرے بچے شرطیہ کھانا پکانے میں ماہر ہوں گے! اب بولیے۔؟ سلیمان نے عمران کو بحث کے لیے چیلنج کر دیا

اب تو عمران بھی چکرایا۔ اس نے بوکھلا کر سر کو ٹٹولا اور اطمینان کی ایک سانس

اسکے حلق سے آزاد ہو گئی۔ لیکن دوسرے ہی لمحے وہ چونک کر گھڑی کی طرف متوجہ ہو گیا۔

موقع دیکھتے ہی سلیمان ہولے سے کھسک لیا۔

گھڑی کا مخصوص سندیسہ بار بار روشن ہو کر بجھنے میں مصروف تھا۔

عمران نے بے تابی سے چابی کو باہر کھینچا اور ایجنٹ کی مخصوص بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

ایکسٹو —!

میں صفدر بول رہا ہوں جناب —!

رپورٹ۔!

جناب۔ تنویر نے سارا معاملہ گڑبڑ کر دیا

صفدر — عمران کا لہجہ درشت ہو گیا۔

مم۔ معافی چاہتا ہوں صاحب — صفدر بوکھلا کر جلدی سے بولا۔ پھر جلد ہی آپ پر قابو پانے کے بعد کہا۔

جناب۔ بوڑھا ایک نواحی بستی تنگاؤں کی ایک غلیظ و تنگ گلی میں تھا تنویر نے بوڑھے کو رکنے پر مجبور کر دیا۔ شاید اس نے محسوس کیا ہو کہ وہ بوڑھے کو مزید لاعلم رکھ کر اس کا تعاقب جاری نہیں رکھ سکتا۔

بوڑھے نے تنویر پر پتھر پھینکا۔ تنویر تو ایک طرف ہو کر خود کو بچا گیا۔ مگر بھنگیوں کا ایک بچہ پتھر کی زد میں آ گیا۔ پتھر لگتے ہی بچہ زمین پر گر گیا۔ بس اسی وقت بوڑھے نے تنویر کے خلاف محاذ قائم کیا اور سارا الزام

تھوپ دیا۔ محلے کے مرد اور عورتیں تنویر کے خلاف غم و غصے کا اظہار کرنے لگے۔ تنویر نے بوڑھے پر ہاتھ چھوڑ دیا اور گلی میں موجود ہر آدمی تنویر کی طرف لپکا۔ افسوس بے حساب اس موقع پر تنویر کو بچانے کے لئے مجھے چھپ کر ایک ہوائی فائر کرنا پڑا۔

بوڑھے کے بارے میں بتاؤ۔۔۔! عمران کا موڈ ایک دم خراب ہو گیا۔

سر فائر کی آواز سے ان لوگوں میں بھگدڑ مچ گئی تھی اسی گڑبڑ میں بوڑھا بھی کہیں غائب ہونے میں کامیاب ہو گیا۔۔۔!

ہوں۔۔۔ تم سیدھے اپنے فلیٹ میں واپس جاؤ۔

س س۔ سر اگر میں فائر نہ کرتا تو وہ لوگ ضرور تنویر کو زخمی کر دیتے۔

عمران نے صفدر کی بات کا جواب تک نہ دیا۔ اس کا موڈ بہت ہی زیادہ بگڑ چکا تھا۔ اس وقت اگر تنویر اس کے سامنے ہوتا تو وہ ضرور اس پر ہاتھ چھوڑ بیٹھتا۔۔۔ کچھ دیر غصے میں بل کھانے کے بعد عمران نے دانش منزل کے نمبر ڈائیل کئے۔۔۔!

شوگی اسپیکنگ دس سائیڈ۔ دوسری طرف سے بچکانہ سی آواز سنائی دی۔

ایکسٹو۔۔۔!

یس سر۔۔۔ شوگی کا لہجہ مودبانہ ہو گیا۔

ٹھیک دو بجے رات عمران کے فلیٹ پہنچو۔ کام کی تفصیلات اسی سے ملیں گی۔۔۔!

میں پہنچ جاؤں گا۔

او کے سر۔۔۔

عمران نے ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا اور گلا پھاڑ پھاڑ کر قومی ترانہ گانے لگا۔۔۔ تیسرے ہی مصرعے پر آواز اس کے حلق میں اٹک گئی۔۔۔ دروازے میں کھڑا سلیمان اسے قہر آلود نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ اس کے سیدھے ہاتھ میں کفگیر تھی جس کے دستے پر اس کے ہاتھ کی گرفت خاصی مضبوط تھی۔



چوہان فلیٹ میں پڑے پڑے بور ہو رہا تھا۔ اکیلا چوہان ہی کیا سیکرٹ سروس کے تمام ممبر بیزار ہو چکے تھے۔ ظاہر ہے ایک ہی کھونٹے کے ساتھ بندھے رہنے سے سوائے بوریت کے اور کیا حاصل ہو سکتا تھا۔ دن بھر اخباروں، رسالوں اور ناولوں سے ذہنی مصروفیات کا عمل جاری رکھنے کے باوجود شام کے وقت بوریت کی انتہا ہو گئی۔ اب اس کے لئے فلیٹ میں ایک لمحہ بھی گزارنا ناممکن محسوس ہونے لگا۔ چوہان کو اچانک تنویر کا خیال آگیا۔ اس نے سوچا کہ کیوں نہ تنویر کے گھر ہو آئے۔ اگر تنویر کو اچانک اس کی ضرورت پیش آ بھی گئی تو وہ

حکم کی بجا آوری کے لیئے زیادہ دور نہ ہوگا۔ اس خیال نے اسے مطمئن کردیا

اس نے اپنا اوور کوٹ اٹھایا اور گیرج سے موٹر سائیکل نکالی۔ کک لگائی اور بے آواز انجن جاگ اٹھا۔ گاڑی گیئر میں ڈال کر وہ ماڈرن کالونی کی طرف روانہ ہوگیا ۔۔۔ پندرہ منٹ بعد وہ منزل مقصود پر پہنچ گیا۔

موٹر سائیکل پارکنگ میں کھڑی کی اور تیزی سے سیڑھیاں چڑھتا ہوا فلیٹ کے دروازے پر پہنچ گیا۔ کال بیل کا بٹن دبا دیا۔ اندر گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی

چوہان نے دروازہ کھلنے کے انتظار میں سیٹی پر ایک فلمی دھن چھیڑ دی۔

خلاف توقع انتظار خاصا طویل ثابت ہوا۔ اس نے دوبارہ گھنٹی کا بٹن دبا اور مسلسل دباتا رہا لیکن دروازہ پھر بھی نہ کھلا۔

دروازہ لاک بھی نہ تھا کہ تنویر کی غیر موجودگی کا گمان گزرتا۔ مجبوراً چوہان نے دروازہ پر ہاتھ کا ہلکا سا دباؤ ڈالا۔ دروازہ شاید اندر سے بند نہ تھا اس لیے ہاتھ کے دباؤ سے دونوں پٹ بے آواز کھلتے چلے گئے۔

چوہان نے ادھر ادھر دیکھا اور اندر داخل ہوگیا۔ اندر گھستے ہی اس نے اوپر تلے تنویر کو کئی آوازیں دیں لیکن جواب ایک کا بھی نہ مل سکا

ڈرائنگ روم سے گزرنے کے بعد چوہان نے بیڈ روم کا رخ کیا اور اندر داخل ہوتے ہی چونک کر رک گیا ۔۔۔ سامنے مسہری پر تنویر دکھائی دیا۔ وہ چت لیٹا ہوا تھا اور بے ہوش تھا۔

چوہان لپک کر تنویر کے پاس پہنچا اور غیر ارادی طور پر اس کے سر پر پہنچ کر رک گیا۔

تنویر کا سر منڈا ہوا تھا ۔۔۔ انڈے کے چھلکے کے مانند صاف کھوپڑی چمک رہی تھی۔ سر کے بالوں کے ساتھ ساتھ بھویں اور مونچھیں بھی استرے کی نذر ہو چکی تھیں

چوہان نے اسے آوازیں دیں لیکن تنویر ٹس سے مس نہ ہوا اب تو وہ چکرایا اور اس نے تنویر کو جھنجھوڑ ڈالا ۔۔۔ جھنجھوڑتے وقت اس نے تفصیلی جائزہ لیا تو ایک نیا انکشاف ہوا اور وہ بری طرح چونک اٹھا۔

تنویر کے دانت مضبوطی سے ایک دوسرے پر جمے ہوئے تھے جس کی وجہ سے اسکے جبڑوں کی ہڈیاں ابھر آئی تھیں۔ پیشانی پر چوٹ کا نشان تھا آنکھوں کے گرد سوجن میں گہری نیلاہٹ آگئی تھی۔

چوہان نے تنویر کی حالت دیکھ کر سب سے پہلے تو ایکسٹو کے نمبر ڈائل کیے اور ریسیور پکڑے انتظار کرنے لگا۔ دوسری طرف سے ایکسٹو کی مخصوص غراہٹ زدہ سنائی دی۔

ایکسٹو ۔۔۔!

میں چوہان ہوں جناب!

یس ۔ کیا بات ہے؟

سر میں تنویر کے فلیٹ سے بول رہا ہوں ۔ وہ اس وقت ۔۔۔!

میں جانتا ہوں ۔ اور کچھ! دوسری طرف سے ایکسٹو کی ناخوشگوار آواز سنائی دی اور چوہان کے منہ کی بات اسکے منہ میں ہی رہ گئی۔

اس سے پہلے کہ وہ مارے گھبراہٹ کے ہکلانے لگتا ایکسٹو کی غراہٹ

دوبارہ سنائی دی۔

سیکرٹ سروس کے تمام ممبروں کو فون کر دو کہ ایک گھنٹے کے اندر اندر دانش منزل کے پروجیکشن روم میں پہنچ جائیں۔

او کے ــــ سر ــــ! چوہان نے ڈھیلے لہجے میں کہا۔

دوسری طرف سے لائین بے جان ہو گئی۔

فون بند کر کے چوہان نے یکے بعد دیگرے تمام ممبروں کو فون پر ایکسٹو کا حکم سنایا اور تنویر کی طرف متوجہ ہو گیا ــــ تنویر کی نبض ٹٹولی اور ٹھنڈے پانی کے چھینٹے اسکے منہ پر مارے ــــ!

اور پھر تنویر کی آنکھیں پھڑپھڑائیں۔ چند گہری سانسیں اسکے منہ سے خارج ہوئیں پھر وہ ہوش میں آ گیا ــــ

چوہان کی نگاہیں جیسے ہی تنویر کی نگاہوں سے ملیں وہ چونک اٹھا تنویر کی آنکھیں ویران ویران سی ہو رہی تھیں جیسے جسم اور روح کے درمیان کوئی واسطہ نہ رہ گیا ہو ــــ!

میں کہاں ہوں ــــ! تنویر کی آواز دور سے آتی ہوئی محسوس ہوئی

ہوش میں آؤ تنویر ــــ میں چوہان ہوں ــــ اس وقت تم اپنے ہی فلیٹ میں موجود ہو ــــ! چوہان نے ملائم لہجے میں کہا اور اس کا گال تھپتھپایا۔

لیکن ــــ وہ ــــ وہ خواب ــــ اُف! تنویر کہتے کہتے اچانک سر پکڑ کر تھا اور اسکے چہرے سے بے پناہ تکلیف کا اظہار ہونے لگا۔

ضبط کرنے کی کوشش کرو ــــ میں ابھی تمہارا علاج کرتا ہوں چوہان یہ کہہ کر الماری کی طرف بڑھا۔ الماری سے دو نلکیاں اور انجکشن کے دو ٹیکے نکالے۔ دونوں کو سرنج میں مکس کیا اور تنویر کے بازو میں انجکشن لگا دیا

چند ہی لمحوں میں انجکشن نے اثر دکھانا شروع کیا ــــ اور وہ ساکت ہو گیا اور آنکھیں مکمل طور پر کھل گئیں ــــ نشہ اور نیم بے ہوشی کا غلبہ بھی ختم ہو گیا۔ چوہان نے گھڑی پر وقت دیکھا اور اطمینان کی سانس اسکے منہ سے خارج ہو گئی ــــ اس نے تنویر کا اوور کوٹ اسکے کندھے پر ڈالا اور ہاتھ اسکی طرف بڑھائے۔ تنویر نے اظہار تشکر کے بڑھ کر بغیر قبول کر لیا۔

چلو برخوردار اب ہوش میں آجاؤ اور جلدی سے اٹھو!

کیوں ــــ کہاں جانا ہے ــــ؟ تنویر چونک اٹھا

ایک گھنٹے کے اندر اندر ہم سب کو دانش منزل میں موجود ہونا چاہیئے ــــ اور تمہاری اطلاع کے لئے عرض ہے کہ صرف پچیس منٹ باقی رہ گئے ہیں ــــ

ایکسٹو ــــ! تنویر زیر لب بڑبڑایا

ہاں اسی کا حکم ہے ــــ!

ایکسٹو ــــ تنویر دوبارہ بڑبڑایا اور پھر یکدم چیخ اٹھا۔

میں خودکشی کر لوں گا یا کسی دن اسے ہی شوٹ کر دوں گا!

ضرور ضرور ــــ کسی دن کیا ابھی چل کر شوٹ کر دینا ــــ لیکن خدا کے لئے اب اٹھ چلو ــــ! چوہان نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

جوہان کو یہ سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ تنویر ضرور اینجلو کے زیر عتاب رہا ہے
ورنہ ہزار آنکھوں والے اس پراسرار چیف کی عادت تھی کہ وہ ایسی درگت
بننے سے بہت پہلے اپنے ماتحتوں کی مدد کو پہنچ جاتا تھا۔
تنویر سے کچھ پوچھنا بیکار تھا اس لیئے جوہان نے اسے اٹھنے میں مدد
دینے کے لیئے ہاتھ بڑھایا اور سہارا دیکر نیچے لے آیا۔
اگلے ہی لمحے ان کی موٹر سائیکل دانش منزل کی طرف اڑی جا رہی تھی



سیکرٹ سروس کے تمام ممبر دانش منزل کے تاریک پروجیکشن روم
میں موجود تھے۔ سامنے سکرین پر چمکدار لہریں چمک چمک کر ناچ رہی تھیں۔
اچانک لہروں کا ارتعاش ختم ہو گیا اور فلم فوکس پر آ کر رک گئی۔
یہ ایک لمبی شاہراہ تھی۔
کیمرہ لمبی شاہراہ پر لانگ میں جاتے ہوئے ایک شخص کو فوکس میں
ل نا ے ۔ تاریکی میں وہ شخص محض ایک متحرک ہیولیٰ محسوس ہو رہا تھا۔
متحرک ہیولے کے فوکس میں آتے ہی کیمرہ تیز رفتاری سے اس شخص
کی طرف بڑھا اور پھر اسکرین پر اس کے چہرے کے نقوش ابھر گئے۔ کلوز اپ

تنویر کا تھا۔ تنویر سمیت سب ممبروں کے منہ سے حیرت زدگی کی سسکیاں
نکل گئیں اور ساتھ ہی عمران کی ہانک سنائی دی۔
اف ظالم کا بازو کلوز اپ ــــ ہائے اللہ۔ اُف باجی!
شٹ اپ ــــ تنویر حلق کے بل چیخ پڑا
خبردار ــــ سر منڈوانے کے بعد اگر انگریزی میں ڈانٹا تو۔
ہاں۔ جواباً عمران کی احمقانہ غراہٹ سنائی دی اور ساتھ ہی باقی ممبروں کے
قہقہے بھی۔
تنویر پلٹ کر دوبارہ غرایا لیکن اس مرتبہ اسکی آواز میں پہلا سا
زور نہ تھا۔
پروجیکٹر پر فلم چلتا رہا ــــ سکرین پر رات کا منظر تھا۔
گہرا سکوت اور تہہ در تہہ پھیلا ہوا اندھیرا ــــ اور اندھیرے
میں تنویر کا متحرک ہیولا۔
لانگ میں چلتے چلتے اچانک تنویر الٹے ہاتھ مڑ گیا۔ اب اس کا
رخ تنگاؤں کی طرف تھا، سکرین پر تلنگاؤں کا ہی منظر تھا
تنگاؤں میں اس وقت صرف کتوں کا راج تھا۔ کتوں کی اکثریت
اس وقت مارے سردی کے خاموش تھی، ایک آدھ کبھی کبھار بھونکتا
بھی تو یوں محسوس ہوا جیسے کوئی مدقوق بوڑھا منہ پر ہاتھ رکھ کر کھانستا ہو۔
کسی نے تنویر کی پذیرائی نہیں کی ــــ اور تنویر چلتا رہا۔
گندی ــــ تاریک اور بدبودار گلیوں میں سے گزرتا ہوا تنویر

ایک اونچے قلعہ نما مکان کے پھاٹک کے پاس جا رکا۔ اس نے ادھر ادھر متلاشی نگاہوں سے دیکھا۔ اچانک۔ ایک آہٹ سنائی دی۔ وہ نسبتاً ایک تاریک حصے میں ہو گیا۔

آنے والا ایک دراز قد سیاہ فام آدمی تھا۔ اس نے کھلے پائنچوں کی شلوار پہن رکھی تھی۔ اور اسکے قدم لڑکھڑا رہے تھے۔ وہ کسی فلمی گانے کا بگڑا ہوا کوئی مخمس مصرعہ گنگنا رہا تھا ___ آواز اور قدموں کی لڑکھڑاہٹ سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ وہ پیے ہوئے ہے اور بے طرح پیے ہوئے ہے۔

پھاٹک کے قریب پہنچکر اس نے لات گھما کر لکڑی اور ٹین کے بنے ہوئے پھاٹک پر جمائی ___ ایک دھماکہ ہوا اور پھاٹک کے پٹ کھل گئے۔

وہ جھومتا ہوا اندر داخل ہوا اور اسکے ساتھ تنویر بھی۔

سیاہ فام موٹا شاید کچھ زیادہ ہی نشے میں تھا کہ اسے اپنے عقب میں تنویر کی موجودگی کا احساس تک نہیں ہوا۔

سکرین پر دوبارہ چمکدار لہریں چمک چمک کر تڑپنے لگیں۔

سیکرٹ روم کے تمام ممبر اپنی جگہ متحیر تھے۔ ایکسٹو کو اچانک یہ کیا سوجھی کہ فلم دکھانے کے لئے انہیں دانش منزل بلا بھیجا۔

پھر دوسرے [illegible] ایک کمرے کا منظر دکھائی دیا۔ اس کمرے کی دیواریں بھی کچی تھیں اور خستہ بھی ___ کمرے میں دو چراغ روشن تھے جن سے روشنی اور دھواں خارج ہو رہا تھا۔ اس کچے کمرے کے کچے فرش پر بہت سے میلے کچیلے آدمی آلتی پالتی مارے بیٹھے گانجے سے شغل کر رہے تھے۔

دراز قامت آدمی اس کمرے میں داخل ہوا اور اسکے پیچھے تنویر بھی تنویر بھی کمرے میں گھسا۔ سب کی نگاہیں اسکی طرف اٹھ گئیں اور سب جلدی جلدی ایک دوسرے کے کانوں کے قریب جھک جھک کر سرگوشیاں کرنے لگے ___ دو چراغوں کی ناکافی روشنی میں سرگوشیاں کرتے ہوئے لوگ یوں محسوس ہو رہے تھے جیسے بار بار ایک دوسرے کو بوسے دے رہے ہوں۔

تنویر نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور نوٹوں کی ایک گڈی نکال کر ہاتھ میں لے لی۔ سرگوشیاں بند ہو گئیں ___ ایک بھدی سی عورت جو ادھیڑ عمر کی دہلیز پر پاؤں رکھنے والی تھی ایک کونے میں [illegible] بجا رہی تھی ___ اچانک وہ اٹھی اور تیر کی طرح تنویر کی طرف بڑھی۔ تنویر اپنی جگہ سے ہلا تک نہیں ___ عورت نے جھپٹ کر اسے لپٹا لیا۔

نوٹوں کی گڈی تنویر کے ہاتھ سے نکل گئی۔ دراز قد شخص اس کے سامنے آ کھڑا ہوا ___ تنویر بھدی مکروہ عورت سے لپٹا کھڑا رہا۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ ذہنی طور پر کسی غیر مرئی ہستی کے احکامات کی تعمیل پر مجبور ہو۔

آ میرے شہزادے ___ ! میلی کچیلی عورت اسے ایک طرف کھینچنے لگی ___ تنویر اپنی جگہ سے ہلا اور عورت نے اس کا ایک طویل بوسہ لے لیا۔

پروجیکشن روم میں تنویر کی اکائی رکنے کی آواز اور عمران کی کراہ بیک وقت ابھری دوسرے ممبر حیرت سے کبھی تنویر کی طرف دیکھتے اور کبھی

سکرین کی طرف ——— !

وینی ادھر چلو ——— ! سیاہ فام آدمی نے بھدی عورت کا ہاتھ تھام لیا۔ لیکن بھگن اس کا ہاتھ جھٹک کر دوبارہ اپنے بھٹ ہزادے کے ساتھ لپٹ گئی

برابر میں بیٹھے ہوئے ایک بھنگی نے گانجے کی نے تنویر کی طرف بڑھا دی تنویر نے اسے پکڑ دا ایک گہرے کش لگائے اور بری طرح کھانسنے لگا۔

اچانک نہ جانے کیا ہوا۔ تنویر لڑکھڑا گیا اور جھومنے لگا۔ اس وقت اسکی حالت دیکھ کر یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس نے جوزف کی ساتوں بوتلیں چڑھا کر پی لی ہوں۔

تنویر نے وینی کو اپنے آغوش میں لے لیا۔ لیکن سیاہ فام آدمی نے اسے گھسیٹ لیا۔ وینی کا ہاتھ سیاہ فام کے منہ پر پڑا اور وہ کئی قدم پیچھے لڑھک گیا ——— شاید اسے توقع نہ تھی کہ وینی اس پر ہاتھ بھی چھوڑ سکتی ہے —

چھوڑ دو مجھے ... کنستر میں ڈال کر سارے شہر میں گھسیٹوں گی اعراب کے بچے ... قریب آیا ——— ! آؤ شہزادے ! وینی نے تنویر کا ہاتھ پکڑ کر اسے ایک طرف دھکیلا لیکن سیاہ فام ان کی راہ میں حائل ہو گیا۔

تنویر لڑکھڑا کر گرنے لگا اور وینی اسے سہارا دیتی رہ گئی۔ لیکن تنویر کے جڑے پر پڑنے والا گھونسہ بڑا زوردار تھا ——— وہ دیوار کے ساتھ بیٹھے ہوئے ایک موٹے سے آدمی کی طرف لڑکھڑا کر گرا لیکن موٹے آدمی نے اسے گرنے نہیں دیا بلکہ ایک زوردار لات تنویر کی کمر پر جما دی ——— تنویر جھومتا ہوا دوبارہ سیاہ فام آدمی کی طرف بڑھا اور اسکے گھونسے نے تنویر کو اچھال کر بیچ کمرے میں پہنچا دیا

ٹھہر جا جگر و ——— ! وینی چیخی لیکن سیاہ فام نے پلٹ کر ایک ہاتھ اسے بھی جھاڑ دیا۔

ارے یہ تو وہی حرامزادہ ہے جس نے گیانی کے لونڈے کا سر پھاڑ دیا تھا۔ کوئی چیخا اور غصے کی لہر سب کے جسم میں دوڑ گئی۔

ارے ہاں وہی ہے حرامزادہ ——— کیا کمال ہے کردوں سالے کو گنجا ——— مار مار کے گھونسے ——— !

گھونسوں سے گنجا نہیں ہوگا جگر دے ——— یہ دیکھو ہتھیار ——— ایک [illegible] سے منشیات کے عادی لونڈے نے استرا نکال کر چمکا دیا۔

ارے واہ ——— ارے واہ ——— ! کئی آوازیں ایک ساتھ ابھریں ———

تنویر بے سدھ پڑے فرش پر پڑا ہوا تھا۔ مدقوق بھنگی کا ہاتھ بڑی تیزی سے تنویر کے گھونگھر والے بالوں کو کاٹنے لگا ——— !

اچانک تنویر پاگلوں کی طرح چیخ کر اٹھا اس نے پر دھکیلا اٹھا کر فرش پر دے مارا ——— ایک زوردار دھماکہ ہوا اور پر دھکیلنے والے دم میں موجود سب ممبر بوکھلا گئے ——— عمران نے جلدی سے لائٹ آن کر دی۔

تنویر کی حالت بالکل دیوانوں جیسی ہو رہی تھی ——— وہ بار بار کچھ

کہنے کی کوشش کرتا تھا لیکن دیوانگی میں اسے زبان پر قابو نہ رہا اور سوائے آؤں غاؤں کے کچھ پلے نہ پڑ رہا تھا

اچانک کمرے میں اسپیکر پر ایکسٹو کی غضبناک آواز ابھری

پروجیکٹر کا نقصان پورا ہو سکتا ہے تنویر لیکن تمہاری لاپرواہی سے جو اہم ترین آدمی ہاتھ سے نکل گیا ہے اس کے لیے میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گا اور تم نے پروجیکٹر کو پھینک کر ڈسپلن کو توڑا ہے۔ لہٰذا تمہاری اس گستاخی کی سزا ابھی تجویز ہو چکی ہے ——— اب سب لوگ جا سکتے ہیں۔

لیکن چیف ——— جولیا کی کپکپاتی ہوئی آواز سنائی دی۔

کیا کہنا چاہتی ہو ——— ایکسٹو کی آواز حد درجہ سرد تھی۔

سس ـــ سر آپ تنویر کو معاف کر دیں ـــ یہ آئندہ کسی بھی قسم کی لاپرواہی نہیں کرے گا ——— جولیا کی آواز کانپ رہی تھی۔

ہم سب آپ سے درخواست کرتے ہیں جناب۔ باقی ممبر بھی بیک آواز بول اٹھے اور عمران کی ممیاتی ہوئی آواز بھی سنائی دی۔

مم ـــ میں ـــ بھی ایپلیکیشن دیتا ہوں جناب!

ایکسٹو کی طرف سے ایک منٹ تک کوئی جواب نہ ملا ـــ پھر اسکی بھرائی ہوئی آواز سنائی دی ـــ او ـــ کے ـــ آئندہ محتاط رہیے تنویر!

تھینک یو سر ـــ تھینک یو سر ـــ! سب ممبروں نے ایکسٹو کا شکریہ ادا کیا اور تنویر کی طرف مڑے لیکن وہ تو چت فرش پر پڑا ہوا تھا آنکھیں کھلی ہوئی تھیں لیکن ان سے ویرانی جھانک رہی تھی ——— جیسے اسے سکتہ ہو گیا ہو۔



اگلی صبح بڑی ہنگامہ خیز ثابت ہوئی، اخبارات ابھی عوام تک پہنچے بھی نہ تھے کہ ضمیمے بھی پریس سے باہر آ گئے ـــ افواہوں کا اک طوفان اٹھا اور شہر بھر میں پھیل گیا۔ کاروبار بالکل ٹھپ ہو گئے تھے ـــ سرکاری اور نیم سرکاری دفاتر سونے سونے پڑے تھے

دارالحکومت کے سب لوگ اپنے اپنے گھروں یا زیادہ سے زیادہ گلی کوچوں تک محدود ہو کر رہ گئے تھے، ہر ایک کی زبان پر بس ایک ہی نام تھا ——— مندریکر ——— وہی مندریکر جو کچھ دنوں سے عوام کا بے دام غلام ہوا جا رہا تھا۔

اشتہار مندریکر کی طرف سے تھا ——— اشتہار کیا تھا

حکومت کے لیے خاصہ تگڑا انتباہ تھا۔

منڈریگر نے اپنی حیرت انگیز مخلوق کی تباہی کے لیے حکومت کو مورد الزام ٹھہرایا اور مسند اقتدار کے چند سیاست دانوں کو ناعاقبت اندیش ثابت کرنے کے بعد اس نے انتباہ کیا کہ بہت جلد اس کی راہ سے تفتیشی رکاوٹیں ہٹائی جائیں۔ ورنہ اگلے ہفتے سے ملک گیر ہڑتال کا آغاز ہو جائے گا — منڈریگر نے یہ بات بڑے فخریہ انداز میں بتائی تھی کہ اسے چند دنوں میں عوام کا مکمل تعاون حاصل ہو جائے گا —

ان تمام افواہوں اور گڑبڑ سے بے نیاز عمران مسہری پر بیٹھا عجیب قسم کی انگڑائیاں لینے میں مصروف تھا — ابھی اس نے ساتویں انگڑائی کے لیے ہاتھ اٹھا کر اسے تو یہ شکن بنانے کی کوشش کی ہی تھی کہ کمر میں اچانک درد کی ٹیس سی اٹھی اور اس کی انگڑائی دھری کی دھری رہ گئی۔ بس پھر کیا تھا؟ گلا پھاڑ کر سلیمان کو آوازیں دینے لگا۔

سلیمان — او بے سلیمان!

سلیمان لپکتا ہوا اندر آیا اور پاؤں پٹخ کر گرجا۔

زبان سنبھال کر صاحب — اب یہ او بے تبے نہیں چلے گی۔

گگ — کیا — عمران اس کے اندازِ تخاطب پر چونکا —

ابے کھال میں رہ کھال میں —!

ہمیں اپنی کھالوں کے تحفظ کا احساس ہو چکا ہے صاحب ساب یہ سرمایہ دار ہماری آزادی کے گاہک نہیں ہو سکتے۔ اب امیر لوگ ہمارے لہو کے چراغوں سے اپنے دیوان روشن نہیں کر سکتے — سمجھے آپ؟

دیوان نہیں پیارے ایوان کہتے ہیں اور اپنی کھال کی حفاظت سے تو بے نیاز ہی ہو جاؤ۔

وہ کیوں — ؟ سلیمان چونکا۔

اس لیے کہ اس کے جملہ حقوق میرے نام محفوظ ہیں — کہو تو ابھی اتار کر سوکھنے ڈال دوں!

اس غلط فہمی میں مت رہیے گا — ہاں!

اچھا — عمران نے سعادت مندی سے کہا۔ ویسے یہ صبح ہی صبح کس کی فکر لگ گئی ہے۔

ہفتہ بھر کے بعد باورچی خانہ سنبھالنا پڑے گا تو سب سمجھ میں آ جائیگا

گگ — کیا فرمایا آپ نے — عمران کی اوپر کی سانس اوپر اور نیچے کی نیچے رہ گئی — ابے تو مجھے باورچی بنائے گا کیا؟

ہاں — اب عوامی حکومت بننے جا رہی ہے صاحب!

عوامی حکومت — ابے تو اب کونسی حکومت ہے؟

یہ ڈاکٹر شپ ہے — سراسر ڈاکٹر شپ ہے۔ سلیمان نے عالم جوش میں دایاں ہاتھ یوں گھمایا جیسے ہنڈیا میں چمچہ چلا رہا ہو۔

ڈاکٹر شپ — ابے ڈاکٹر شپ کونسی حکومت کو کہتے ہیں بے؟

وہی جسے اردو میں آمریت کہتے ہیں —!

ہوں — کیا تم مجھے بتا سکتے ہو کہ رات تم نے کونسی چکھی تھی۔
اب چکھنے وکھنے کو گولی ماریں — بھیجئے یہ نوٹس — پڑھئے
اور اسی ہفتے کسی سے مغربی کھانے پکانا سیکھ لیں — !
مغربی طرز کے کھانے پکانے سیکھ لوں — کیوں ؟
کیونکہ میں مشرقی کھانے پسند نہیں کرتا — سلیمان نے ایک شانِ
بے نیازی سے کندھے ہلا کر کہا اور مندرجہ ذیل کا اشتہار عمران کی طرف بڑھا دیا۔
عمران نے پرچہ ہاتھ میں لیا اور لمحہ بھر کے لئے اسکے چہرے سے تمام
تاثرات چھٹ گئے اور ان کی جگہ سنجیدگی نے لے لی۔
عمران نے اشتہار کو بغور پڑھا اور پھر سلیمان سے پوچھا۔ یہ تمہیں
کہاں ملا ؟
بیرونی دروازے کے پاس پڑا ہوا تھا — !
اندر یا باہر — ؟
اندر صاحب — اندر۔ سلیمان نے دوبارہ ہاتھوں کو جھٹکا دیا۔
ابے یہ ہاتھ ہلا ہلا کر کیا یہ میراثی کی اولاد ثابت کر رہا ہے خود کو —
دیکھئے صاحب اب تو حد ہو گئی — اگر اب کے آپ نے قبلہ والد
صاحب کی شان میں کوئی گستاخی کی تو اچھا نہ ہوگا — سلیمان اکڑ گیا۔
کیوں کیا وہ کوتوال شہر لگے ہوئے تھے — ؟
وہ بو — کے جی کے صدر تھے — سمجھے آپ !
یہ کون سے محکمہ کا نام ہے — عمران حیرت سے بولا۔

محکمہ — ارے صاحب ینگ گنگ گلاؤ کو کہتے ہیں۔
ارے تو کیا باورچیوں کی بھی کوئی انجمن تھی — !
ہاں — لیکن قبلہ والد صاحب صرف ایک دن اس گلاؤ کے صدر
رہے — بعد میں انھوں نے استعفیٰ دے دیا — !
وہ کیوں — ؟ عمران نے دلچسپی ظاہر کرتے ہوئے معلوم کیا۔
اخبار والے ان کا کوئی بیان چھاپتے ہی نہ تھے — !
ہوں — اور اب تم بھی کسی انجمن کے چکر میں ہو — کیوں ؟
نہیں — میں اتنا بے وقوف نہیں صاحب کہ انجمنوں اور گلاؤں
کے چکر میں وقت ضائع کرتا پھروں — میرے ہاتھ تو ایک ایسا نسخہ
لگا ہوا ہے — اسی پر عمل کر کے سب جاننے والوں پر رعب گانٹھے بیٹھا ہوں۔
کون نسخہ — ؟ عمران اسکی باتوں سے حیران ہو رہا تھا
میں نے بڑی کوشش کے بعد اخبار میں اپنے ایک ہمنام کو تلاش کر لیا ہے
موصوف ایک لیڈر ہیں — شعلہ بیان لیڈر — بس اُدھر اس نے کوئی بیان
دیا اِدھر میں نے سب پر رعب جمایا اور ثبوت کے طور پر اخباری خبر سامنے کر دی
واہ — ! عمران بے اختیار اسے داد دینے کے لئے اٹھا لیکن سلیمان سمجھ گیا کہ
عمران کے اٹھے ہوئے ہاتھ کی داد اسے اپنی پیٹھ پر ہی وصول کرنی پڑے گی لہٰذا وہ لپکتا
ہوا دروازے کے قریب پہنچا اور باہر نکل گیا —

ملکی حالات روز بروز اُلجھتے جا رہے تھے --- ہر شخص کی زبان پر ایک ہی نام اور ایک ہی موضوع تھا ---- منڈریکر اور اسکی حیرت انگیز مخلوق ہوٹلوں، کلبوں، پارکوں اور دیگر عوامی جگہوں پر منڈریکر کے اشتہارات نے لوگوں کو بحث و تمحیص کے لئے خاصا مواد فراہم کر دیا تھا۔

ملک بھر کے روزنامے افواہوں کی مسلسل تردید کر رہے تھے۔

سرکاری طور پر افواہیں پھیلانے والوں کے خلاف سخت سے سخت کارروائی کرنے کی دھمکیاں دی جا رہی تھیں لیکن افواہوں کو پر لگ جائیں تو ماہر سے ماہر صیاد بھی ان کو اپنے دام میں گرفتار نہیں کر سکتا ---!

محکمۂ سراغ رسانی ایجنسی کے پیچھے پڑا ہوا تھا۔

پولیس والوں کی بوکھلاہٹیں الگ سماں باندھے ہوئے تھیں۔ حد تو یہ تھی کہ اِدھر کسی نے الٹی سیدھی بات منہ سے نکالی اُدھر اسے حوالات کی ہوا خوری کا پرمٹ مل جاتا۔ تین روز کی قلیل مدت میں نوبت یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ اب میں مزید مشتبہ لوگوں کے لیے جگہ تھی اور نہ ہی پولیس والوں میں کسی اور کو مشتبہ خیال کرنے کی سکت ---!

ملک کی اہم ترین شخصیتوں کے چہرے یوں بے رنگ اور پھیکے سے ہو رہے تھے جیسے ہر ایک کئی دنوں کے فاقے سے ہو ---! اس ساری ہلچل کی اصل وجہ وہ پیغام تھا جو پریذیڈنٹ کو دو گھنٹے قبل موصول ہوا تھا۔

پیغام منڈریکر کی طرف سے تھا۔ اس نے مطالبہ کیا تھا کہ وزیر تجارت، وزیر خارجہ، اور آرمی کے کمانڈر انچیف کو فوراً برطرف کیا جائے --- بصورت دیگر ملک بھر میں سول نافرمانیاں شروع کر دی جائیں گی۔

صدر مملکت نے ہنگامی میٹنگ کال کر لی۔

چیدہ چیدہ شخصیتیں کانفرنس روم میں موجود تھیں۔ سب کے چہرے اترے ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ سر سلطان --- رحمان صاحب۔ آئی جی حنیف مین کے جی راجپوت فرام ملٹری انٹیلیجنس اور پراسرار۔ نقاب پوش ایکسٹو سبھی خاموش بیٹھے تھے۔

کمرے میں مرکری ٹیوبیں جل رہی تھیں اور ان کی دودھیا روشنی میں میزوں کی پالش چمک رہی تھی۔ میٹنگ میں موجود ہر شخص کے چہرے پر تفکرات کی گہری پرچھائیاں تھیں --- خود پریذیڈنٹ بار بار پہلو بدل رہے تھے۔ ان کی نگاہیں باری باری سب کا جائزہ لے رہی تھیں ---!

کئی منٹ کی منجمد خاموشی کے بعد صدر مملکت کی گھمبیر آواز سنائی دی۔

ملک کے حالات بد سے بدتر ہوتے جا رہے ہیں --- جو کچھ

ہو رہا ہے وہ بھی آپ سے مخفی نہیں۔ پڑوسی ملک سے جنگ کے
خدشے کی وجہ سے صورتحال اور بھی نازک ہو جاتی ہے، اور
یہ بلائے ناگہانی —— مندریکر! اس کی زبان درازی
اور باغیانہ خیالات و بیانات ہمارے لئے ایک زبردست چیلنج
ہے۔ میں پوچھتا ہوں آخر اس منہ زور گھوڑے کو اب
تک کیوں لگام نہیں ڈالی گئی —— !

کیا آپ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ عوام حکومت کو ——
بے بس خیال کر کے تخریب کاروں سے تعاون کرنے پر مجبور ہو جائیں؟
میں پوچھتا ہوں اب تک آپ لوگوں نے کیا کیا —— ؟؟

صدر مملکت نے جواب طلب نگاہوں سے حاضرین کو گھورا۔
ان کی نگاہیں یکے بعد دیگرے سب کا جائزہ لیتی ہوئی ایکسٹو پر
جم گئیں —— !

ایکس ٹو —— جسے ناممکن کو ممکن بنانے کی مشین سمجھا جاتا تھا
ایکس ٹو —— جسے سب مافوق الفطرت ہستی خیال کرتے تھے
وہ مافوق الفطرت ہستی بھی خاموش تھی —— اس کی پر وقار
شخصیت ساکت تھی ۔

ایکسٹو کو خاموش دیکھ کر صدر مملکت کے ذہن کو جھٹکا سا لگا۔ انہوں
نے بے تابی سے پہلو بدلا۔ مسٹر ایکسٹو۔ آپ کی خاموشی سے ہمارا ذہن [illegible]
میں ٹھہر گیا ہے

مجھے افسوس ہے جناب —— آپ کے اندیشے درست ہیں!
کیا —— ؟ صدر مملکت اور میٹنگ میں بیٹھے ہوئے تمام آفیسر
حیرت سے اچھل پڑے اور منہ پھاڑے ایکسٹو کو گھورنے لگے!
مندریکر ایک ناقابل شکست دماغ ہے جناب والا۔ ایکسٹو نے
ایک اور دھماکہ کیا۔
مسٹر ایکسٹو —— صدر مملکت نے ناگوار لہجے میں کہا۔ آپ
ایک تخریب کار کی باغیانہ ذہنیت کو سراہ رہے ہیں — !
نہیں جناب —— مندریکر کے طریق کار سے مجھے بھی اختلاف ہے۔
اگر عوام کا سچا بہی خواہ ہے تو اسے قانون شکنی کی جرأت نہیں کرنی چاہیئے تھی۔
شاید آپ بھول گئے۔ مسٹر ایکسٹو —— ایسے قانون شکن
عناصر کا قلع قمع کرنا آپ کا فرض ہے!
لیکن جناب —— مندریکر کے عظیم دماغ سے ٹکرانا بھی ناممکن ہے!
کانفرنس روم میں سکوت چھا گیا —— !
ایکسٹو۔ مندریکر سے بہت متاثر دکھائی دیتا ہے —— رحمان
صاحب نے سر سلطان کی طرف جھک کر سرگوشی کی اور دوسرے ہی لمحے وہ چونک
اٹھے۔ ایکسٹو کی بھرائی ہوئی آواز سنائی دی —
ہاں مسٹر رحمان — آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں
رحمان صاحب حیرت سے ایکسٹو کو دیکھنے لگے — وہ حیران تھے کہ ایکسٹو
نے اس سرگوشی کو کس طرح سن لیا جبکہ وہ خاصے فاصلہ پر بیٹھا ہوا تھا۔

میں منڈریکر سے بہت متاثر ہوں ___ اور یہی میری ناکامی کا جواز ہے
صدر مملکت اور میٹنگ میں موجود ہر آفیسر کے دماغ پر ہتھوڑے
برس گئے۔ ان کے سان و گمان میں بھی نہ تھا کہ ایکسٹو ایسے
وقت میں ہمت ہار جائے گا۔

او۔کے ___ مسٹر ایکسٹو! صدر مملکت کی گھمبیر آواز سنائی
دی۔ اگر آپ ناامید ہو چکے ہیں تو میں یہ اعلان کرنے کے بعد
میٹنگ کو برخاست کرتا ہوں کہ جب تک میرے جسم میں جان ہے۔
ملک و قوم کے وقار تک کوئی تخریبی ہاتھ نہیں پہنچ سکتا ___!

میٹنگ برخاست ہوگئی اور صدر مملکت نے آخری مرتبہ ایکسٹو کی طرف
دیکھا۔ ان کی آنکھوں میں بے پناہ دکھ کروٹیں لے رہا تھا۔

یہ دکھ حالات کے بے قابو ہو جانے کا تھا یا شکست اور ناکامی جیسے
الفاظ ایکسٹو کے ساتھ منسوب کرنے کا ___ جب کہ یہ بات سبھی جانتے تھے کہ
ایکسٹو کی لغت میں ایسے الفاظ سرے سے موجود ہی نہیں اور ماضی کے
ہزاروں واقعات اور کارنامے اس بات کی تائید میں بطور ثبوت موجود تھے۔

صدر مملکت آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے کانفرنس روم سے باہر آگئے۔ ایک
ملٹری آفیسر نے ان کے لئے کار کا دروازہ کھولا اور وہ خاموشی سے پچھلی نشست
میں دھنس گئے۔ ان کے ذہن میں آندھیاں چل رہی تھیں ___ ملک کاغذ کی ناؤ
کی طرح کسی بھی وقت دیو پیکر لہروں کے تھپیڑوں میں پہنچ سکتا تھا۔

کار کھلی سڑک پر آگئی تو کھڑکیوں پر بلٹ پروف شیشے چڑھ گئے۔

ساتھ ہی کار ساؤنڈ پروف ہوگئی، کار کے ساؤنڈ پروف ہوتے ہی ایک بھرائی ہوئی
آواز سنائی دی۔ وہی بھرائی ہوئی آواز جس نے انھیں آج مایوسیوں کے اندھیروں میں
دھکیل دیا تھا۔

صدر مملکت نے چونک کر دیکھا۔ کار میں ان کے علاوہ صرف ایک ڈرائیور تھا جو مجسمے
کی طرح بت بنا ڈرائیو کرنے میں مصروف تھا۔

مسٹر ایکسٹو ___ آپ! صدر مملکت کی آواز میں لرزش تھی

جی ہاں آپ کا خادم۔ ایکسٹو۔ ایکسٹو کی آواز دوبارہ سنائی دی

میں اس وقت کار ڈرائیو کر رہا ہوں ___ آپ کو اس قدر مایوس نہیں ہونا چاہئے جناب!

اوہ ___! صدر مملکت کے منہ سے اطمینان کی ایک طویل سانس خارج
ہوئی اور ان کا ہاتھ غیر ارادی طور پر فرنٹ سیٹ پر بیٹھے ہوئے شخص کے کندھے پر پہنچ گیا۔
ایکسٹو نے محسوس کیا کہ صدر مملکت کا ہاتھ شدت جذبات سے کانپ رہا تھا۔

آپ خاطر جمع رکھیں جناب ___ منڈریکر جیسے فرعون طبع لوگ زیادہ عرصے
تک زندہ نہیں رہتے ___ ان کے لئے کوئی نہ کوئی موسیٰ موجود ہی ہوتا ہے!

آپ نے میٹنگ میں تو مجھے بالکل مایوس کر دیا تھا ___ صدر مملکت نے شکایت
آمیز لہجے میں کہا ___ کیا آپ منڈریکر کا سراغ لگا چکے ہیں!

میں نے عرض کیا نا وہ بہت جلد آپ کے قدموں میں ہوگا!

مسٹر ایکسٹو ___ کیا آپ میری ایک الجھن رفع کر سکتے ہیں!

بسر و چشم ___!

جب ہم کانفرنس ہال سے نکلے تھے تو اس وقت آپ اندر تھے یہ

آپ کار میں کب اور کس طرح پہنچ گئے — !

اوہ ! — ہا ہا ہا — ! ایکسٹو کا کھنکھناتا ہوا قہقہہ سنائی دیا ۔ ایسی
باتوں سے پردہ اٹھ جانے سے بہت دشواریاں پیدا ہو جاتی ہیں
جناب ، اس لئے آپ سے گذارش ہے کہ میری ذات کے بارے میں سوالات
نہ کریں — !

آئی ایم سوری مسٹر ایکسٹو ۔ بہر حال ہم آپ کے شکر گزار ہیں آپ
نے ہمیشہ ایسے وقت میں ہماری مدد کی ہے جبکہ چاروں طرف سوائے
مایوسیوں کے کچھ نہیں ہوتا — !

میں آپ کا اور قوم کا خادم ہوں جناب — !

مسٹر ایکسٹو کیا یہی آپ کی اصلی شکل ہے ۔ ؟ صدر مملکت نے
اچانک پر جوش لہجے میں دریافت کیا ۔

مجھے افسوس ہے جناب — آپ اس وقت مجھے دوہرے میک اپ
میں دیکھ رہے ہیں ۔

اوہ — ! صدر مملکت کا لہجہ بجھ گیا — آپ عظیم ہیں —
آپ عظیم ہیں مسٹر ایکسٹو — آپ پر جس قدر بھی ناز کیا جائے کم ہے
آپ کے بیدار ذہن نے ہمیشہ ملک و قوم کی پاسبانی کی ہے —
کہتے کہتے صدر مملکت کی آواز بھرا گئی اور ان کی آنکھیں خوشی کے آنسوؤں
سے چھلک گئیں —

اسٹیشن کمانڈر ابھی گراؤنڈ سے واپس آکر اپنے آفس میں بیٹھا ہی تھا
کہ ٹیلیفون کا بزر چیخ اٹھا ۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھا لیا ۔

اسٹیشن کمانڈر صفدر خان اسپیکنگ ۔ اس کا لہجہ سخت اور متکبرانہ تھا ۔

جناب ! ایکسچینج آف ایس ایس سے آپ کے لئے کال ہے ۔ دوسری
طرف سے آپریٹر کی آواز سنائی دی ۔

اوہ — اِٹ اِز اِٹ ۔ اسٹیشن کمانڈر کی سانس پھول گئی ۔ اس کی چند
سالہ سروس میں شاید یہ دوسرا موقع تھا کہ سیکرٹ سروس کے آفس
سے اسے کال آئی تھی — !

ایکسٹو دس سائڈ — ! ٹیلیفون پر ایک غراہٹ سنائی دی ۔ اتنی
سرد اور تحکمانہ کہ ٹیلیفون کی لائن جھنجھلا اٹھی ۔

کمانڈ پلیز — اسٹیشن کمانڈر کا روایتی لب و لہجہ مودبانہ اور نرم ہو گیا
گرین فلیگ — غراہٹ دوبارہ سنائی دی ۔ اسٹیشن کمانڈر کو اپنی
ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ سی محسوس ہونے لگی ۔

تھینک یو سر — اسٹیشن کمانڈر ایٹ یور سروس — !
میرا ایک نمائندہ آپ کے پاس آرہا ہے ۔ اسکی مرضی کے مطابق ایک

جہاز مہیا کیا جائے اور اس کی فلائیٹ کا میپ تیار کریں۔ نمائندگی کی ضروریات کا بے چون و چرا خیال رکھا جائے۔

اوہ — یس سر — آرڈر نوٹڈ — ریپ کوڈ پلیز — ؟

دی سیم — گرین فلیگ — یا ایکسٹو کی غراہٹ سنائی دی اور سلسلہ منقطع ہو گیا ——— اسکی سانس پھول رہی تھی۔ اسکے ذہن میں ایکسٹو کا خیالی خاکہ ابھرا اور معدوم ہو گیا۔

اس نے ایکسٹو کے بارے میں صرف سن رکھا تھا کہ وہ سرتاپا سیاہ پوش ہے اور اسکی صورت پریذیڈنٹ نے بھی نہیں دیکھی

اسٹیشن کمانڈر خیالات میں بری طرح ڈوبا ہوا تھا اسے یہ بھی محسوس نہ ہو سکا کہ کوئی چپکے سے اسکے دفتر میں داخل ہو کر اسکے سامنے بھی بیٹھ گیا ہے!

بیٹھنے والے کے کھنکارنے کی آواز سنائی دی اور اسٹیشن کمانڈر چونک اٹھا۔ اسکی نگاہ ایک نوجوان پر پڑی جو اسکے سامنے والی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا

یہ نوجوان نہ جانے کب اسکے سامنے والی کرسی پر آ بیٹھا تھا

اسٹیشن کمانڈر کو متوجہ پا کر نوجوان نے گنواروں کی طرح پیشانی کو چھو کر سلام کر کے دانتوں کی نمائش کر دی —

کون ہے! اسٹیشن کمانڈر نے غراہٹ ضبط کر کے اس کا اچھی طرح جائزہ لیا۔ خاصا حسین نوجوان تھا۔ البتہ گلابی قمیض اور سبز پتلون کی وجہ سے اور کچھ چہرے پر چھائے ہوئے حماقت کے تاثرات سے وہ احمق دکھائی دے رہا تھا مطلب تو یہ تھا کہ نوجوان نے اپنے لباس میں تمام بھڑکیلے رنگ اکٹھا کر رکھے تھے۔

قمیص اگر گلابی تھا تو اس کا ایک کالر سبز اور دوسرا نیلا تھا آستین اور جیب کے بکرم گہرا سرخ تھا۔ زرد رنگ کی ٹائی گلے میں جھول رہی تھی۔

اسٹیشن کمانڈر نے پہلے تو حیرت سے اس کا جائزہ لیا۔ پھر اسکی بھنویں غصے سے کمان بنتی گئیں۔ کون ہو تم اور بغیر اجازت اندر کیسے گھس آئے۔

جی۔ جی دراصل انڈوں کا سٹینڈر غلطی سے۔ میم میرا مطلب!

وہاٹ نان سینس! جھلا کر اسٹیشن کمانڈر نے ران پر ہاتھ مارا اور اس کا ہاتھ گھنٹی کی طرف بڑھا، لیکن اس کا ہاتھ جہاں تھا وہیں رہ گیا ——

احمق نوجوان نے ایک کارڈ میز پر ڈال دیا تھا۔

کارڈ پر علی عمران فرام ایس ایس۔ چھپا ہوا تھا۔ کارڈ پر نگاہ پڑتے ہی اسٹیشن کمانڈر کا غصہ فرو ہو گیا۔

اس نے کارڈ اٹھا کر ہاتھ میں لیا اور اسے الٹ کر دیکھا۔ الٹے رخ گرین فلیگ بنا ہوا تھا —

یہ انکشاف اسٹیشن کمانڈر کے لئے دھماکہ خیز ثابت ہوا۔ اسکی آنکھوں سے شدید حیرت جھلکنے لگی —

اسے متحیر دیکھ کر عمران نے جیبیں ٹٹولیں اور چیونگم کا پیکٹ برآمد کیا۔ ایک چیونگم اپنے منہ میں ڈالا اور دوسرا اسٹیشن کمانڈر کی طرف بڑھا دیا —

کنفیوشس نے کہا ہے کہ چیونگم حیرت زدگی کا شافی علاج ہے!

اوہ ——! اسٹیشن کمانڈر نے چونک میں چیونگم لے لیا لیکن چیونگم ہاتھ میں آتے ہی اسکے چہرے پر خفت کے آثار دکھائی دینے لگے۔ اس نے جھینپ کر

پیس جیب میں ڈال لیا اور مسکرا دیا۔

آپ سیکرٹ سروس والے بھی خوب بہروپیے ہوتے ہیں۔

جی ہاں جی ہاں! عمران نے بوقوں کی طرح دو بار گردن ہلائی۔ آپ کو تماشہ بینی بجا ہے؟

کیا ۔۔۔؟ اسٹیشن کمانڈر کا حلیہ دوبارہ بگڑ گیا

حیرت رفع کرنے کی دوسری ڈوز حاضر ہے۔! عمران نے چیونگم کا ایک اور پیس اسکی طرف بڑھا دیا۔

ایکسکیوزمی۔ اب صرف کام کی باتیں ہونی چاہئیں۔ اسٹیشن کمانڈر نے اس مرتبہ سنبھلے سنبھلے لہجے میں کہا۔

او کے ۔۔۔! عمران کے چہرے سے غیر سنجیدگی کے تمام تاثرات یکدم غائب ہو گئے اور وہ پروقار لہجے میں بولا ۔۔۔ فی الوقت مجھے ایک ہیلی کاپٹر درکار

او کے۔ میں ابھی ڈیوٹی آفیسر کو بلاتا ہوں ۔۔۔!

انہیں بلانے کی کیا ضرورت ہے ۔۔۔!

کیا آپ کو پائلٹ کی ضرورت نہیں ۔۔۔؟

نہیں ۔۔۔ میں خود ہی کام چلا لوں گا ۔۔۔ عمران یہ کہکر سیٹ سے اٹھ گیا۔ اسٹیشن کمانڈر بھی اپنی کرسی سے اٹھا اور آفس سے باہر نکل آیا۔ عمران اسکے ساتھ ہی تھا۔ دونوں ہینگر کی طرف جا رہے تھے!

اس وقت ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ ایئرپورٹ کے کھلے علاقے کی وجہ سے ہوا اور بھی تیز رفتار ہو رہی تھی۔ عمران نے تو آفس سے باہر نکلتے ہی دا

بجانے شروع کر دیے۔

ہیلی کاپٹر کے قریب پہنچ کر عمران نے ایک ٹھنڈی سانس بھری اور کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا ۔۔۔ کیا کوئی بغیر پنکھے کا ہیلی کاپٹر نہیں ہے ۔۔۔؟

جی ۔۔۔! اسٹیشن کمانڈر نے حیرت سے کہا۔

مم۔ میرا مطلب ہے۔ عمران نے دانت کٹکٹاتے ہوئے کہا۔ جب پہلے ہی بہت سردی ہو رہی ہے پھر اوپر پنکھا چلانے کی کیا ضرورت ہے!

اوہ ۔۔۔! یہ پنکھا ہیلی کاپٹر کو ہوا دینے کے لئے نہیں ہوتا صاحب! اسٹیشن کمانڈر جھونک میں کہہ گیا لیکن فوراً ہی اسے احساس ہو گیا کہ اس سے حماقت سرزد ہو رہی ہے۔ اسکے ہونٹ بھینچ گئے اور چہرہ سرخ ہو گیا ۔۔۔!

عمران اس سے لاپرواہ کانپتا ہوا کاپٹر کی طرف بڑھ گیا۔ اس وقت وہ بری طرح کانپ رہا تھا ۔۔۔ اسٹیشن کمانڈر حیرت سے اسکی حرکات و سکنات کا جائزہ لینے لگا۔ اسے ایک قیمتی ہیلی کاپٹر کی تباہی کے ساتھ ساتھ ایک حسین لیکن احمق نوجوان کی موت کا بھی افسوس ہو رہا تھا۔ لیکن وہ اسے روک بھی تو نہ سکتا تھا اور نہ اسکے کسی معاملے میں دخل اندازی کی جرأت کر سکتا تھا۔! اب یہ الگ بات ہے کہ آئندہ دو منٹ کے بعد اسکے منہ سے حیرت کی سسکاری نکل گئی تھی۔

عمران نے جس مہارت سے کاپٹر کو اوپر اٹھایا تھا ویسی اٹھان کسی ماہر پائلٹ کے بس کی بات تھی اور جس کے لئے برسوں کی محنت درکار ہوتی ہے۔ کاپٹر ہوا میں اٹھ گیا اور ایئرپورٹ کا ایک چکر لگا کر شمال مشرق کی طرف پرواز کرتا ہوا غائب ہو گیا۔

کنٹرول ٹاور سے عمران کے ساتھ رابطہ قائم کر لیا گیا۔ اگرچہ کاپٹر کافی دور دور

پتہ نہ تھا تاہم اوپر برابر سگنل موصول ہو رہے تھے۔ دوسری طرف واچر کی سکرین پر ایک سفید چمکدار نقطہ تیزی سے کاپٹر کی سمت بتا رہا تھا۔ کنٹرول روم میں دیوار کے ساتھ چسپاں ایک بڑے سے گراف پیپر پر کاپٹر کی فلائٹ کا نقشہ تیار ہو رہا تھا۔

دوسری طرف عمران بڑی مہارت سے کاپٹر کو اڑاتا ہوا شمال مشرق کی طرف بڑھ رہا تھا۔ آدھ گھنٹے کے بعد وہ کھلے سمندر پر پرواز کر رہا تھا۔ سمندر پر پہنچتے ہی عمران نے وائیڈ اینگل ٹیلیسکوپ سے نیچے دیکھا۔ ایک دھندلی سی چادر دکھائی دی جو میلوں لمبی اور چوڑی تھی۔ عمران نے ٹیلسکوپ میں فاصلہ ایڈجسٹ کیا اور دوبارہ نیچے دیکھا، اب سمندر کی سطح واضح دکھائی دے رہی تھی۔

کاپٹر بیکراں سمندر پر یکساں رفتار سے پرواز کرتا رہا اور عمران ٹیلیسکوپ سے نیچے دیکھتا رہا۔ اچانک اس نے کاپٹر کو غوطہ دیا اور کوئی سو فٹ نیچے آگیا اور ٹیلیسکوپ میں نیچے دیکھا۔ کسی ویران جزیرے کے آثار دکھائی دے رہے تھے۔

عمران کاپٹر کو کچھ اور نیچے لے آیا اور نیچی پرواز کرتے ہوئے جزیرے کا جائزہ لینے کی کوشش کی مگر کوئی چیز بھی واضح نہ دکھائی دی۔ دراز قامت درختوں کی چوٹیاں دکھائی دے رہی تھیں اور بس۔ باقی سب کچھ دھند میں لپٹا ہوا تھا ہر طرف کہر دکھائی دے رہا تھا۔ عمران نے کاپٹر کو کچھ اور نیچے لے آیا لیکن بے سود۔ اب وہ اتنی نیچی پرواز کر رہا تھا کہ کسی بھی وقت دھند میں لپٹے ہوئے کسی درخت سے ٹکرا جانے کا خدشہ تھا

عمران نے وائرلیس پر کنٹرول سے رابطہ قائم کیا اور اسے ہدایت دی۔

"میں اس وقت جہاں موجود ہوں۔ اس جگہ میپ پر سرخ دائرہ بنا دیں۔"!

کاپٹر کچھ اور نیچے ہوا۔ اچانک وائرلیس آپریٹر چیخ اٹھا۔

ہیلو ہیلو۔ ٹی ایچ۔ 35۔ آپ بہت نیچے آگئے ہیں۔ کاپٹر اوپر لے جائیے۔ دیکھئے۔ آپ کی پرواز خطرناک بھی ثابت ہو سکتی ہے!

تھینک یو آپریٹر — میں محتاط ہوں —!

عمران نے یہ کہہ کر کاپٹر کو قدرے اوپر اٹھا لیا۔ اس نے جزیرے پر کئی جگہ کاپٹر کو فضا میں معلق کر کے نیچے دیکھا لیکن ہر مرتبہ دھند کی دبیز تہہ کے علاوہ کچھ دکھائی نہ دیا۔

عمران نے کاپٹر کو جزیرے کے اطراف میں دائرے کی شکل میں اڑایا اور کئی جگہ فضا میں ٹھہری پرواز کرتے ہوئے میپ پر مختلف نشانات لگاتا رہا۔

تقریباً دو گھنٹے کی پرواز کے بعد وہ واپس دارالحکومت کے ایئرپورٹ پر اترا۔ اس وقت وہ حد درجہ سنجیدہ اور سوچ کی گہرائیوں میں غوطہ زن تھا۔ عمران نے کسی کی طرف کوئی توجہ نہ دی اور سیدھا کنٹرول روم میں جا گھسا۔ وہاں سے اپنی پرواز کا نقشہ اٹھایا اور خاموشی سے واپس ہو لیا۔

چاروں آدمی کھٹ کھٹ۔ کھٹ کھٹ چلتے ریلنگ کے پاس پہنچ گئے۔ باوردی آفیسر نے برتھ کے ساتھ لگی ہوئی لانچوں میں سے ایک کی طرف اشارہ کر کے باقی ساتھیوں کو کچھ بتایا اور پھر وہ سب سے مصافحہ کر کے واپس لوٹ گیا۔

اس وقت نصف شب کا عمل رہا ہو گا۔

اندھیرے میں جاتے ہوئے آفیسر کے وزنی بوٹوں کی دھیڑ۔ دھیڑ اور لکڑی کے برتھ سے ٹکراتی ہوئی لہروں شڑاپ۔ شڑاپ سنائی دے رہی تھی اور یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی بے رحم جلاد کسی کو کوڑے سے زد و کوب کر رہا ہو۔

اُف کیا جراثیم کش ماحول ہے۔! ایک بیزار سی آواز سنائی دی۔

جراثیم کش۔؟ دوسرے کی آواز سنائی دی۔ یہ ماحول تو نوجوان دلوں میں شاعرانہ جذبات بیدار کرتا ہے عمران صاحب۔! آواز صفدر کی تھی۔

کاش تم نے یہ بات کچھ دیر پہلے کہی ہوتی۔!

کچھ دیر پہلے کی کوئی قید ہے کیا۔؟

دراصل وہ آفیسر اب دور جا چکا ہو گا۔!

او وہی آفیسر جو لانچ تک ہماری رہنمائی کرنے آیا تھا۔!

ہاں۔ وہ تمہیں سمجھاتا کہ سمندری ہوائیں شاعری کے جرمس کے لئے اینٹی بائیٹک ثابت ہوئی ہے۔!

وہ یہ کیوں کر ثابت کر سکتا ہے۔! صفدر کا لہجہ متحیرانہ تھا۔

ارے یار کیا تم لنگڑے آئی ایم ساری گونگے ہو۔! عمران نے جھلا کر کہا۔ کیا تم نے آج تک کسی نیوی کے ملازم کا دیوان پڑھا ہے۔!

رات انتہائی تاریک تھی ـــ آسمان پر ننھی ننھی قندیلیں روشن تھیں جن کی ناکافی روشنی سمندر پر پھیلے ہوئے اندھیروں کو دور کرنے کی ناکام کوشش میں مصروف تھی۔ ہوا بڑی آہستگی سے چل رہی تھی اور سمندر کی نیلگوں سطح [illegible] تھی۔

بندرگاہ کے برتھ سونے پڑے تھے۔ ہنگامی حالات کی وجہ سے پوری بندرگاہ تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی۔ یہاں تک گودی میں کھڑے ہوئے جہازوں کی روشنی بھی غائب تھی۔

اچانک برتھ نمبر چار کے تختے کھٹ۔ کھٹ کھٹ۔ کھٹ کھٹ کھٹ بجنے لگے۔ اور کچھ آدمی اس حصے کی طرف جاتے دکھائی دیے جہاں لانچیں کھڑی رہتی تھیں۔

وہ آدمی تاریکی میں بالکل سایوں کی طرح حرکت کر رہے تھے۔ وہ تعداد میں چار تھے۔ ایک کی کمر جھکی ہوئی تھی اس کی پیٹھ پر ایک بڑا سا تھیلا لدا ہوا تھا۔ دوسرے نے اپنے کندھے سے ایک بچے کو چمٹا رکھا تھا اور تیسرے کے ہاتھ میں سٹین گن تھی۔

چوتھا آدمی وردی میں ملبوس تھا۔ اور وہ کوئی نیوی کا آفیسر تھا۔

اوہ ـــــ! صفدر نے کھسیانہ قہقہہ لگایا۔

مسٹر صفدر۔ دادا جان کی باتوں کا برا مت مانا کرو۔ تم تو جانتے ہی ہو! عمران کے کندھے سے لگے ہوئے بچے نے عمران کی داہنی کنپٹی کے پاس انگلی نچائی تو صفدر بے ساختہ ہنس پڑا ـــــ یہ دراصل شوگی تھا جسے عمران نے کسی بچے کی طرح کندھے سے لگا رکھا تھا۔

خاموش نابنجار ـــــ بڑوں کو منہ لگاتے ہو ـــــ! عمران دھاڑا۔

بڑوں کے منہ لگنا محاورہ ہے عمران صاحب۔ صفدر ہنس کر بولا۔

ابے! دشمن نار کے بچے چلو بھر پانی میں ڈوب مرنے کا کیا مطلب ہے!

کنجوسی ـــــ باس مہا کنجوسی ـــــ! جوزف نے سنجیدگی سے جواب دیا

اور عمران یوں تائید میں سر ہلانے لگا جیسے ارسطو کے منہ سے جواب سنا ہو ـ!

جوزف نے ربڑ کی کھلی لانچ پانی میں بھیج دیا۔ عمران اور صفدر بھی لانچ میں پہنچ گئے ـــــ!

سمندر کی سطح ساکن تھی ـــــ عمران نے لانچ کے انجن کو اسٹارٹ کیا اور وہیل کے سامنے بیٹھ گیا۔ اس وقت وہ خلاف عادت قدرے سنجیدہ تھا۔ شوگی کچھ دیر تو لانچ میں گھومتا رہا پھر عمران کی گود میں آ کر بیٹھ رہا ـــــ عمران بے خیالی میں ایک ہاتھ شفقت سے اس کے سر پر پھیرنے لگا ـــــ!

اچانک عمران نے اپنے لباس کی اندرونی جیب سے ایک چیز برآمد کی۔ یہ دوربین سے ملتی جلتی کوئی چیز تھی۔ عمران اسے آنکھوں سے لگا کر سامنے دیکھنے لگا۔ شوگی نے پہلے تو حیرت سے عمران کی طرف دیکھا۔ پھر بچوں کی طرح تالیاں پیٹنے اور چلانے لگا۔

آہا دادا جان ـ پاگل ـ آہا دادا جان پاگل ہو گئے ـ!

ہشت ـ خاموش ـ کیوں راز فاش کر رہے ہو کم بخت ـ!

عمران نے ملتجانہ لہجے میں شوگی کو ڈانٹا اور بدستور دوربین میں دیکھتا رہا ـ

کیا بات ہے مسٹر شوگی ـ!

صفدر نے پوچھا

دادا جان اندھیرے میں دوربین سے دیکھ رہے ہیں ـ!

کیا واقعی ـ! صفدر کے لہجے میں حیرت تھی۔ وہ اچک کر اپنی جگہ سے اٹھا اور عمران کے قریب پہنچ گیا۔ عمران کی آنکھوں سے دوربین لگی دیکھی تو جوزف کو آوازیں دینے لگا ـ جوزف اس وقت بوتل سے شغل کر رہا تھا اس نے سنا تو بوکھلا کر سینے پر کراس بنایا اور زیر لب دعائیں پڑھنے لگا۔ ویسے وہ اپنی جگہ سے ہلا تک نہیں ـ! مذاق ناقابل برداشت ہو گیا ـ عمران نے ایک جھٹکے سے دوربین آنکھوں سے الگ کی اور غرایا ـ یہ جادو کی دوربین ہے بچے، سامری جادوگر کے لکڑدادا ـ مگر ـ ہاں ـ پکڑدادا ـ ابے شوگی کے بچے کیا کہتے ہیں اسے ـ! میں تو رحمان صاحب کو پڑدادا کہتا ہوں ـ!

بیٹو تو سامری جادوگر کے پڑدادا نے میری سالگرہ پر یہ دوربین ایک اندھے فقیر کو تحفے میں دی تھی ـ!

آپ کا مطلب ہے اس دوربین سے اندھیرے میں بھی دکھائی دیتا ہے ـ!

اندھیرے میں ـ میاں اندھوں کو بھی دکھائی دیتا ہے ـ!

لو تم بھی دیکھو ـ لیکن نہیں

نہیں کچھ دکھائی نہ دے گا ——!

کیوں ——؟

اس لئے کہ تم اندھے نہیں ہو ——!

لائیے مجھی اب ——! صفدر نے جھینپ کر دوربین لے لی اور آنکھوں سے لگاتے ہی اسکے منہ سے حیرت زدگی کی سیٹی نکل گئی — دوربین آنکھوں سے لگاتے ہی اندھیرے کی چادر نگاہوں کے سامنے سے سرک گئی اور ہلکی ہلکی روشنی سی پھیلتی دکھائی دی — بالکل ایسی روشنی جیسی غروب آفتاب کے بعد کچھ دیر تک رہتی ہے — دور دور کی چیزوں کے بھی دھندلے دھندلے آثار دکھائی دے رہے تھے —!

واقعی عمران صاحب یہ تو جادو کی دوربین ہے ——!

سن لیا اے او بوتے کے بچے! عمران نے شوگی کو گھونسہ دکھایا۔

میرا خیال ہے میں نے کسی میگزین میں ایسے شیشوں کے بارے میں پڑھا تھا! شوگی کی سوچ میں ڈوبی ہوئی آواز سنائی دی ——!

عمران نے یہ سن کر اسکی ننھی سی پیٹھ پر پیار سے ہاتھ پھیرا اور وہ عمران کے گلے کا ہار ہو گیا۔

انھیں لانچ کا سفر کرتے آدھ گھنٹہ گذر چکا تھا۔

عمران اپنی جادو کی دوربین سے سامنے دیکھتا رہا۔ اچانک اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر نقشہ نکالا اور شوگی کو دے دیا۔ شوگی نے نقشہ لے کر پھیلا دیا اور بیٹری ٹارچ کی روشنی سے ان نشانات کو دیکھنے لگا جو جگہ جگہ نقشے پر بنے ہوئے تھے۔ تین گھنٹے بعد ان کی لانچ جزیرے کے شمالی ساحل کے قریب پہنچ گئی۔

عمران نے انجن بند کر دیا اور تلوار سنبھال لئے۔

بندرہ منٹ کی جدوجہد کے بعد لانچ ساحل کے اس حصے کے قریب پہنچ گئی جہاں پانی پر جھکی ہوئی تھی۔ یہ چٹان ان کی لانچ کے لئے بہترین پناہ گاہ تھی!

عمران لانچ سے خشکی پر آ گیا۔ صفدر نے شوگی کو سنبھالا اور اگلے ہی لمحے ساحل پر تھا۔ جوزف نے زنبیل اٹھانے کی کوشش کی لیکن عمران نے اسے روک دیا۔

اسے ابھی لانچ میں ہی رہنے دو ——!

او کے باس۔ جوزف نے مستعدی سے کہا اور کود کر ساحل پر پہنچ گیا۔

تم لوگ یہیں میرا انتظار کرو گے۔ عمران نے صفدر کی طرف مڑ کر کہا اور اندھیرے میں غائب ہو گیا ——!

عمران کے جاتے ہی شوگی نے سوٹ کی جیبیں ٹٹولنی شروع کیں لیکن جوزف نے اس کا ہاتھ روک دیا۔ نہیں مسٹر شوگی۔ تم سگار نہیں پیو گے!

اوہ! شوگی نے جیب سے ہاتھ کھینچ لیا اور مسکرا دیا۔

تمھارے مزے ہیں جوزف —— شراب نہ تو دھواں دیتی ہے اور نہ ہی اس کی بو ہوتی ہے۔ بس ہو جاؤ اور حلق سے اتار لو اور دل بہلا لو ——!

جوزف نے دانت نکال دیئے اور بوتل کو منہ سے لگا لیا۔

عمران کو گئے ہوئے دس منٹ سے زیادہ ہو چکے تھے ——!

اچانک انھیں کسی جانور کی زبردست چنگھاڑ سنائی دی۔ جوزف کے منہ سے بوتل چھوٹ گئی اور اس نے پلٹ کر دائیں ہاتھ سے پستول کی طرف ہاتھ بڑھا دیا۔

چند لمحوں بعد وہی چنگھاڑ دوبارہ سنائی دی۔ اس مرتبہ آواز بہت قریب سے آئی تھی۔

اوہ — نا ممکن۔ جوزف اچانک غرایا۔ یہ کسی روح جنگلی بھینسے میں حلول کر گئی ہے۔ آسمانی باپ اس پر اپنی رحمتیں نازل کرے!

یہ جنگلی بھینسے کی آواز نہیں جوزف! صفدر دھیرے سے بولا۔

شش۔ جوزف نے جلدی سے اس کا منہ دبا دیا۔ اس مرتبہ وہ چنگھاڑ بالکل قریب ہی سنائی دی تھی۔

صفدر نے جھک کر شوگی کو اٹھایا اور جوزف کو اشارہ کیا۔ وہ جلدی سے چٹان کے نیچے چھپی ہوئی لانچ میں پہنچ گئے!

وہ لوگ جیسے ہی لانچ میں پہنچے چٹان کے اوپر کسی کے قدموں کی آواز سنائی دی۔ آنے والے تعداد میں دو سے زیادہ تھے۔ اچانک تیز روشنی کی ایک لہر ساحل کے ساتھ ساتھ چکرانے لگی۔ شاید وہ کسی نے ٹارچ روشن کی تھی!

روشنی دیکھ کر جوزف نے دونوں ریوالور ہولسٹروں سے نکال کر ہاتھوں میں لے لئے۔ ٹارچ کی روشنی کئی منٹ تک ادھر ادھر چکراتی رہی پھر کسی کی بھاری آواز سنائی دی۔ یہاں تو کوئی دکھائی نہیں دیتا

میرا خیال ہے تمہیں وہم ہوا تھا۔ ایک اور آواز سنائی دی۔

ہمیں اس چٹان کے نیچے بھی ایک نظر دیکھ لینا چاہیے۔ تیسرے آدمی نے کہا۔

میں کہتا ہوں۔ پہلے آدمی کی جھنجھلائی ہوئی آواز سنائی دی۔ یار کوئی نہیں ہے۔ دیکھو ساحل پر کوئی نشان بھی تو دکھائی نہیں دیتا۔

تم خاموش رہو۔ باس ان دنوں کسی بڑے خطرے کی بو سونگھ رہا ہے۔

جوزف، صفدر اور شوگی سانس روکے بیٹھے تھے۔ اوپر ہونے والی گفتگو اب صاف نہیں سنائی دے رہی تھی۔ دفعتاً شوگی کو کوئی شے اپنی پیٹھ پر رینگتی ہوئی محسوس ہوئی۔ اس نے اپنا ہاتھ پیچھے موڑ کر اس رینگتی ہوئی مخلوق کو پکڑنے کی کوشش کی مگر دوسرے ہی لمحے اس کے ننھے جسم میں چنگاریاں بھر گئیں۔ اس رینگتے ہوئے جانور نے اس کے ہاتھ پر کاٹ کھایا تھا۔ شوگی نے تکلیف کو برداشت کرنے کی کوشش کی مگر وہ منہ سے نکلنے والی بے ساختہ چیخ کو نہ دبا سکا۔ جوزف اور صفدر بوکھلا گئے!

کون ہے سامنے آؤ ورنہ گولی مار دوں گا! شوگی کی چیخ سن کر اوپر سے کسی نے غرا کر کہا اور دو آدمیوں کے بھاگتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دی۔ پھر چٹان کے دونوں کناروں پر دو سائے دکھائی دیئے۔ دونوں کی بیلٹوں سے ٹارچیں لٹکی ہوئی تھیں جن کی روشنی براہ راست لانچ میں بیٹھے ہوئے صفدر، جوزف اور شوگی پر پڑ رہی تھی۔ آنے والے اسٹین گنوں سے مسلح تھے!

جوزف اور صفدر نے روشنی میں دیکھا۔ ایک عجیب وضع کا کیکڑا لانچ میں ادھر ادھر چکرا رہا تھا۔ شاید اسی کیکڑے نے شوگی کو کاٹ لیا تھا۔ شوگی کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ بالکل لال بھبوکا۔ آنکھیں ابلی پڑ رہی تھیں۔ اور وہ لانچ کے فرش پر پڑا تڑپ رہا تھا۔

شوگی۔ مسٹر شوگی ہوش میں آؤ! صفدر نے سرگوشی کی لیکن شوگی کے منہ سے سوائے کراہوں کے کچھ نہ نکلا۔ البتہ وہ بار بار ایڑیاں ضرور رگڑتا رہا۔

جلد لانچ سے باہر آ جاؤ۔ دائیں والے نے کہا۔ اور بلیک بیس تم

تم اپنے دونوں ریوالور پانی... پھینک کر ہاتھ اٹھا لو۔

جوزف نے ریوالوروں سمیت دونوں ہاتھ اٹھا دیئے اور عین اسی وقت جب وہ ریوالور پانی میں پھینکنے جا رہا تھا اوپر سے ایک تکلیف میں ڈوبی ہوئی انسانی کراہ سنائی دی اور اس کے فوراً بعد کسی کا بے جان جسم چھپاک سے پانی میں گرا۔

دونوں اسٹین گن والے ٹھٹھک گئے اور ان کی یہی غفلت ان کے لئے موت کا بہانہ بن گئی۔ ادھر ان کی نگاہ ہٹی ادھر دبے آواز گولیوں نے انہیں بھی [illegible] کر پانی میں پھینک دیا۔

چلو باہر آ جاؤ شب... اوہ...! چٹان کے اوپر سے عمران کی چہکار سنائی دی۔

جوزف کی باچھیں خوشی سے... تن...!

صفدر نے جلدی سے... کو اٹھا لیا اور خشکی پر چھلانگ لگا دی۔ جوزف بھی ان کے پیچھے ہی دوبارہ ساحل پر پہنچ گیا۔!

عمران صاحب شوگی کی زندگی خطرہ میں ہے۔ صفدر نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں عمران سے کہا۔

کیوں... کیا ہوا؟ عمران نے بے تابی سے پوچھا۔

شاید کسی زہریلے کیڑے نے کاٹ لیا ہے۔!

اوہ! عمران نے تمام مصلحتوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ٹارچ روشن کر دی اور شوگی کا جائزہ لینے لگا۔

اسے تو بچھو نے کاٹا ہے۔! عمران نے ٹارچ بجھا دی اور شوگی کو اٹھا لیا۔

میرے پیچھے آؤ... جلدی...!

عمران اندھیرے میں ایک طرف تیزی سے بڑھ گیا۔ صفدر نے اسٹین گن

صرف ایک زہریلا کیڑا جو اب کم یاب ہے۔

ہاتھ میں لے لی اور محتاط نگاہوں سے اندھیرے میں گھورتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ جوزف اپنے بھاری تھیلے کو کمر پر لادے ان کے تعاقب میں آ رہا تھا۔!



عمران ان لوگوں کو لیکر جلد ہی ایک ایسے غار کے قریب پہنچ گیا جس کا دہانہ قدرتی گھاس پھوس اور خودرو جھاڑیوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ عمران نے پنسل ٹارچ روشن کی اور غار کے دہانے کا جائزہ لینے لگا۔ پھر وہ جھاڑیاں ہٹاتا ہوا اسے دھکیلتا اندر گھس گیا۔

صفدر نے دہانے کے قریب رک کر ادھر ادھر دیکھنے کی کوشش کی لیکن گھپ اندھیرے میں کچھ دکھائی نہ دیا اس نے جوزف کو اشارہ کیا اور پھر وہ دونوں غار میں [illegible]۔ صفدر اور جوزف کے اندر پہنچنے سے پہلے عمران ایک مناسب جگہ تلاش کر چکا تھا۔ غار کے اندر ایک بڑا سا پتھر پڑا ہوا تھا۔ اس پتھر کی آڑ میں تھوڑی سی ہموار جگہ تھی۔

جوزف نے تھیلا زمین پر رکھ دیا اور جلدی سے پٹرومیکس نکال کر روشن کر دیا۔

عمران نے ٹارچ بجھا دی اور جوزف کے بچھائے ہوئے بستر پر شوگی کو لٹا دیا۔ اس وقت تک جوزف تھیلے سے میڈیکل باکس نکال چکا تھا۔ عمران نے باکس میں رکھے ہوئے پلاسٹک [illegible] نکال لئے۔ ان شیشیوں میں ہر رنگ کی دوا تھی، عمران نے شیشیوں کا سر توڑا اور سرنج میں سبز دوا کا محلول بھر لیا۔

عمران کے چہرے پر بلا کی سنجیدگی طاری تھی۔ اس نے اچانک شوگی کے ایش
بازو میں پکڑا دیا اور پیٹرو میکس کی روشنی میں شوگی کے چہرے کا جائزہ لینے لگا
اچانک یہ حیرت انگیز بات ہوا۔

شوگی کے چہرے کی غیر معمولی سرخ رنگت آدھ منٹ کے قلیل وقفہ
میں زائل ہو گئی۔ تنفس اعتدال پر آگیا۔ اور اس کی آنکھوں میں زندگی کے آثار نمایاں ہو گئے
ادھر گیس بند ہوا اور ادھر ۔۔۔ دو منٹ بعد شوگی کی آواز سنائی دی۔
کہ۔ کہاں۔ عمران کے ہاتھ سے سر نکال چھڑا لیا اور جیسے کسی زلزلے کے
آثار پیدا ہو گئے۔ عین اسی وقت شوں۔ شرک۔ شغ۔ شرک۔ شوں۔ تیز آواز میں
سنائی دی۔ اور عمران کی آنکھیں پھیل گئیں۔

صفدر نے اسٹین گن سنبھالی اور غار کے دہانے کی طرف لپکا۔ جوزف
بھی دوڑ پڑا اور سنبھلنے سے پہلے ہی قریب پہنچ گیا۔ البتہ عمران حیرت زدہ نگاہوں سے
کبھی شوگی کی طرف دیکھنے لگتا اور کبھی غار کے دہانے کی طرف ۔۔۔!

جوزف اور صفدر جیسے ہی غار کے دہانے کے قریب پہنچے باہر سے جھاڑیوں کے
ٹوٹنے اور اکھڑنے کی آوازیں سنائی دیں۔ اور ریت اور گرد و غبار کا ایک طوفان
غار کے اندر گھس آیا ۔۔۔!

صفدر اور جوزف دونوں نے ہاتھ اپنی آنکھوں پر رکھ لئے لیکن کچھ نہ کچھ
ریت ان کی آنکھوں میں پڑ ہی گئی۔

باہر خطرناک ہے جوزف۔ واپس چلو ۔۔۔! صفدر نے سرگوشی کی اور وہ
دونوں واپس پلٹنے ۔۔۔!

عمران نے شوگی کو بڑے پتھر کی طرف دھکیل دیا اور خود دہانے کی طرف
دیکھنے لگا۔ اس نے دیکھا کہ مٹی اور ریت کا طوفان دہانے سے اندر گھس آیا ہے
اور جوزف اور صفدر واپس ہٹنے پر مجبور ہو گئے ہیں تو اس نے جلدی سے جھک
کر تھیلے سے گیس ماسک نکال لئے۔

یہ گیس ماسک مخصوص قسم کی بناوٹ کی وجہ سے بہت اہم تھے۔ ان میں
خاص بات یہ تھی کہ اس کے بالائی حصے میں اندھیرے میں دیکھنے والا شیشہ لگا
ہوا تھا۔

شوگی پیٹرو میکس بجھا دو ۔۔۔ شوگی نے پیٹرو میکس بجھا دیا۔ غار میں گھپ
اندھیرا ہو گیا۔ جوزف اور صفدر اس وقت عمران کے پاس پہنچ گئے۔

عمران نے ان دونوں کو بھی گیس ماسک پکڑا دیئے۔ دونوں نے آنکھیں
صاف کر کے گیس ماسک پہن لئے۔ اور جیسے ہی ان کی نظر غار کے دہانے
پر پڑی ان کے اوسان خطا ہو گئے۔

وہ ۔۔ حیرت انگیز مخلوق تھی۔ اس کی شکل نیولے سے ملتی جلتی تھی لیکن
اس قدر طویل القامت نیولا شاید انہوں نے پہلے کبھی نہ دیکھا ہو گا۔ نیولے کا
سر بڑے مٹکے کے برابر تھا۔ غار میں اندھیرا تھا اس لئے نیولا اپنی اگلی ٹانگوں
کو اٹھائے ان سے کافی فاصلے پر رک گیا۔ اس کی کھوپڑی کا بالائی حصہ غار
کی چھت سے چھو رہا تھا۔ صفدر نے اسٹین گن کا رخ نیولے کی طرف کر دیا لیکن عمران
نے جلدی سے اسٹین گن پر ہاتھ رکھ دیا۔ نہیں۔ فائرنگ کی آواز باہر بھی جا سکتی
ہے۔ صفدر نے چونک کر اسٹین گن نیچے کر لی اور جوزف ریوالور پر سائیلنسر

چڑھاتے ہوئے کی کھوپڑی کا نشانہ باندھنے لگا ـــــ پھر یکے بعد دیگرے اس نے
چار فائر کیے اور بوکھلا کر ہیولوں کو دیکھنے لگا ـــ!

گولیاں نیولے کی بڑی سی کھوپڑی سے ٹکرائی تھیں لیکن نیولے پر قطعاً اثر انداز
نہ ہوئیں۔ اب نیولا اپنی اگلی ٹانگوں کو زمین پر مار مار کر غصے کا اظہار کر رہا تھا۔
صفدر اور جوزف نے حیرت سے عمران کی طرف دیکھا جو پرسکون انداز میں نیولے کو گھور رہا تھا
اندھیرے کی وجہ سے نیولے کو کچھ دکھائی نہ دے رہا تھا۔ اسی لیے وہ اسی
جگہ کھڑا غصیلی۔ غرغر۔ چیخ کی آوازیں نکالتا رہا۔

نیولے کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ کسی دہکتے ہوئے انگارے کی طرح
بگڑے ہوئے تنفس کی وجہ سے اس کے حلق سے عجیب ڈراؤنی آوازیں نکل رہی تھیں
اور سانس کے اخراج سے غار میں پڑی ہوئی ریت اڑ رہی تھی۔

اچانک ریت کا ایک بگولا اٹھا، جو کہ شوگی کے منہ پر گیا، ماسک نہیں تھا
اس لیے وہ بری طرح کھانسنے لگا۔ شوگی کے کھانسنے کی آواز شاید دیو قامت
نیولے نے بھی سن لی تھی۔ اس نے گردن گھما کر اس پتھر کی طرف دیکھا جہاں شوگی چھپا
ہوا تھا۔ صفدر اور جوزف کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ انھوں نے اب تک ایسا جانور
نہیں دیکھا تھا جس کے جسم پر گولیاں اثر انداز نہ ہوتی ہوں۔ صفدر کو یقین ہو گیا کہ
ننھا شوگی ابھی چند لمحوں میں نیولے کے معدے میں پہنچ جائے گا۔

اچانک نیولے نے پتھر کی طرف چھلانگ لگائی عین اسی وقت جوزف حیرت انگیز
پھرتی سے اپنی جگہ سے اچھلا اور اس سے قبل کہ نیولے کا منہ شوگی تک پہنچتا وہ
شوگی کو اٹھائے غار کی تاریکیوں میں لڑھکتا چلا گیا!

صفدر نے عمران کی طرف دیکھا۔ عمران کے ہاتھ میں اس وقت ایک لمبا
ریوالور نما جس کی نال سے راکٹ نما کوئی چیز جھانک رہی تھی۔ جیسے ہی نیولا پھر
بپھر کر پیٹھ کے بل زمین پر گرا۔ عمران نے لبلبی دبا دی
ریوالور سے ایک آٹھ انچ لمبا راکٹ نما تیزی سے نکلا اور نیولے
کے شکم میں داخل ہو گیا ـــ نیولا لمحہ بھر کے لیے ساکت ہو گیا اور پھر صفدر کا منہ
حیرت سے کھلے کا کھلا رہ گیا۔ نیولے کا جسم پھولنے لگا تھا۔ بالکل ایسے جیسے کہ
بٹ میں پیپ سے ہوا بھری جا رہی ہو ـــ
چند لمحوں کے بعد اس کا جسم چٹخنے لگا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہاں بڑا سا
کا نیولا پڑا ہوا تھا جس کی چاروں ٹانگیں غار کی چھت کی طرف اٹھی ہوئی تھیں
ـــ یہ ـــ یہ تو بالکل اسی طرح راکھ بن گیا جیسے وہ مینڈک بجری کی مخلوق
راکھ بن گئی تھی ـــ! صفدر نے دھکتی ہوئی آواز میں عمران سے کہا اور عمران دھیرے
سے مسکرا دیا ـــ!

کسی سے کہنا مت میں افراسیاب کا ڈیڈی ہوں ـــ! عمران نے
سرگوشی کی اور صفدر بیوقوفوں کی طرح عمران کو دیکھتا رہ گیا ـــ!

ابے او کالے ـــ ادھر لا میرے پوتے کو ـــ! عمران نے ہانک لگائی
اور جوزف نیولے کی راکھ سے بچتا ہوا ان کے پاس پہنچ گیا

عمران ـ عمران ـــ کیا یہ ممکن ہے کہ مجھے میرا جسم واپس نہیں دلا سکتا ـــ؟
شوگی کا لہجہ پرجوش تھا ـــ عمران نے لمحہ بھر کے لیے چونک کر اسکی طرف دیکھا پھر
کہا ورنہ نہیں میرے پوتے ـــ میں عنقریب افشاں کی عورت ڈھونڈ کر تمہاری

شادی کر دوں گا! اور پھر میری آنے والی نسلیں بالشتیوں کی ہوں گی۔ سمجھے!
شوگی کا منہ لٹک گیا — وہ اس وقت حد درجہ آزردہ دکھائی
دے رہا تھا۔ جوزف اور صفدر نے ٹھنڈی آہ بھر کر ماسک چہروں سے الگ
کر لیے۔ رات بھر ہنگاموں میں گزر گئی تھی۔ اس لیے صفدر نے گھڑی پر وقت دیکھ
کر اب ایک گھنٹے کو آرام کے لیے غنیمت جانا جو صبح ہونے میں باقی تھا۔
عمران کاہلانہ انداز میں پتھر سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ جوزف اور صفدر بھی
لیٹ گئے — البتہ شوگی ایک طرف خاموش، اداس اور غمگین سا بیٹھا رہا۔



صبح کے وقت شوگی نے عمران کو جھنجھوڑ ڈالا — لیکن عمران اور
شوگی کے ننھے منے ہاتھوں کے جھنجھوڑنے سے بیدار ہو جاتا۔ اس نے یوں ناک پر سے
ساتھ ہی ہاتھ ہلایا جیسے شوگی کو بھنبھنگا مار کر اڑا دینا چاہتا ہو۔
دادا جان — دادا جان کے بچے۔ شوگی اسکے کان میں غرایا —
لگ... کہاں —! عمران نے لڑکھڑا کر آنکھیں کھول دیں۔
غار کے دہانے پر —! شوگی نے سرگوشی کی!

عمران نے محسوس کیا کہ واقعی غار کے دہانے پر کوئی موجود ہے۔ یہ الگ بات
ہے کہ وہاں اسکے بچے لوگ کے علاوہ کوئی اور موجود رہا ہو۔
عمران نے پھرتی سے صفدر اور جوزف کو ہوشیار کیا اور دبے قدموں سے غار
کے دہانے کی طرف بڑھ گیا۔ شوگی اسکے پیچھے بھاگا آیا۔
غار کے دہانے کے قریب پہنچ کر اس نے شوگی کو اشارہ کیا۔
شوگی لپک کر غار کے دہانے کے قریب پہنچ گیا — اس وقت صبح کا اجالا
پھیل چکا تھا۔ شوگی بڑی احتیاط سے جھاڑیوں میں چھپ گیا — جھاڑیوں سے نکل
شوگی کو کچھ آدمی دکھائی دیے۔ وہ تعداد میں چھ تھے —
ان کے ہاتھوں میں نالی گنیں تھیں اور سبھی جھک کر زمین پر بنے ہوئے
نشانات کو غور سے دیکھ رہے تھے —! ایک آدمی جو کہ لمبے بالوں والی ٹوپی
پہنے ہوئے تھا، اچانک سیدھا ہو کر ان جھاڑیوں کی طرف دیکھنے لگا جہاں غار کا دہانہ
تھا اور شوگی چھپا بیٹھا تھا۔ — وہ قدم بڑھاتا ہوا اسی طرف آ رہا —
میرا خیال ہے ہانگو غار کے اندر گھس گیا ہے؟ اسکی غراہٹ ابھری۔ لیکن
غار کے اندر اتنی دیر وہ کس طرح رک سکتا ہے؟
نشانات تو اندر کی طرف رہنمائی کر رہے ہیں —!
ارے یہ تو کسی کے قدموں کے نشانات ہیں — ان میں سے ایک نے جھک کر
دیکھا اور دوسرے ہی لمحے اسکی نالی گنیں غار کے دہانے کی طرف اٹھ گئیں۔ ایک نے کتے
جیسی عف عف منہ سے نکالی —
غار کے اندر جو کوئی بھی ہو تم تمہارے باہر آ جاؤ —!

شوگی نے بڑی آہستگی سے خود کو ایک پتھر کی آڑ میں چھپا لیا ۔!

عین اسی وقت کسی کی ٹامی گن نے قہقہہ لگایا۔ اور گولیوں کی بوچھاڑ جھاڑیوں سے ہوتی ہوئی غار میں گھس گئی۔ شوگی کا دل دھک سے رہ گیا ۔ لیکن گولیوں کے جواب میں اندر سے نہ تو کوئی فائر ہوا اور نہ ہی کسی کی چیخ سنائی دی۔

میرا خیال ہے اندر کوئی نہیں ہے۔ ” ایک آواز آئی۔

بکو مت ـــــ بانگڑوں کا اندر نہیں گھس پڑا ہوگا۔ ” جواباً کسی کی غراہٹ سنائی دی۔

آپس میں جھگڑنے کی ضرورت نہیں ۔۔ ایک اور آواز نے کہا اور پھر شاید وہ اپنے منہ کے سامنے ہاتھوں کا بھونپو بنا کر زور سے چیخا تھا،

غار میں اگر کوئی ہے تو ہاتھ اٹھائے باہر آ جائے۔ ورنہ نتائج کا خود ذمہ دار ہوگا۔

ظاہر ہے غار سے کوئی جواب نہیں ملا ہوگا۔

شوگی نے پتھر کی اوٹ سے جھانک کر دیکھا۔ جھاڑیوں کے اس پار لمبے بالوں کی ٹوپی والا ایک عجیب ساخت کی مشین پر جھکا ہوا تھا۔ اس نے مشین کے ساتھ منسلک ایک پائپ کو جھاڑیوں میں پھینک دیا اور مشین کو اسٹارٹ کر دیا۔

میں غار کے دہانے پر دھماکہ کرنے جا رہا ہوں۔ اگر کوئی اندر ہے تو اب بھی باہر آ جائے ۔۔! مشین کے قریب کھڑے ہوئے آدمی نے چلا کر کہا۔

مشین والے نے بٹن کے برابر میں لگے ہوئے ایک کلپ کو کھینچ لیا۔ مشین پر بنے ہوئے موٹے ڈائل پر ایک روشن لکیر ابھر آئی۔ یہ لکیر ڈائل پر بنے ہوئے صفر کے ہندسے پر رکی ہوئی تھی۔ کلپ کے کھینچتے ہی روشن لکیر۔۔ ایک سو سے ننانوے پھر اٹھانوے کی طرف سرکتی ہوئی زیرو کی طرف بڑھنے لگی۔

شوگی نے مشین کا نشانہ لیا اور پستول پر انگلی کا دباؤ بڑھا دیا ۔۔!

•

اچانک غار کے دہانے میں لٹکے ہوئے پائپ سے بھبکا سا نکلا اور شوگی کی انگلی کا دباؤ ٹریگر پر کم ہوتا چلا گیا ـــــ اس کے بھینچے ہوئے ہونٹ مسکراہٹ سے پھیل گئے۔ پائپ سے دھماکہ کرنے والی کسی شے کی بجائے سنکھیا گیس خارج ہو رہی تھی۔

دوسرے لفظوں میں غار کا دہانہ اڑانے کی دھمکی محض دھمکی تھی ۔!

گیس کا پہلا بگولہ جیسے ہی غار کے اندر پہنچا عمران نے نتھنے سکوڑ کر ہاتھ سے غار اور دوسرے کی طرف اشارہ کیا وہ سستی سے ناک پر جم گیا ۔ اس نے جوزف اور صفدر کو سانس روکنے کا اشارہ کیا اور خود ٹیک کر اس جگہ پہنچ گیا جہاں گیس ماسک رکھے ہوئے تھے۔

عمران نے گیس ماسک پہن لیا اور ان دونوں کو بھی ماسک پہننے کی ہدایت کی۔ صفدر نے ماسک پہن لیا۔ اور پر تشویش لہجے میں بولا میرا خیال ہے وہ لوگ اب ضرور اندر گھسیں گے۔

گھسنے دو۔ تم اس شب تار کے بچے کو اٹھا کر پتھر کی آڑ میں ہو جاؤ

عمران نے اس بڑے پتھر کی طرف اشارہ کیا جس کی اوٹ میں ان کا سامان بھی رکھا ہوا تھا۔

صفدر اور جوزف نے بلا تاخیر اسکے حکم کی تعمیل کی۔

ان کی طرف سے فارغ ہو کر عمران کو شوگی کی تلاش ہوئی لیکن فوراً ہی اس کا ذہن یہ سوچ کر مطمئن ہو گیا کہ شوگی کسی وجہ سے باہر رک گیا ہوگا۔

اچانک غار کے دہانے پر قدموں کی آہٹ سنائی دی۔

عمران نے مخصوص انداز میں گردن ہلائی اور اچک کر تاریک حصے میں چھت سے لٹکتے ہوئے ستونوں سے چپک گیا۔

آنے والے تعداد میں پانچ تھے ان کے چہروں پر گیس ماسک تھے اور ہاتھوں میں ٹامی گنیں تھیں۔ وہ چوکنے انداز میں دبے پاؤں اندر آ رہے تھے۔

ان میں سے ایک جو سب سے آگے تھا اچانک رک گیا۔ اسکی آنکھیں راکھ کے ڈھیر دیکھ کر حیرت سے پھٹ گئیں .... اوہ! .... یہ بالکو کو کیا ہو گیا۔ اسکے لہجے میں خوفزدگی اور تحیر کا تاثر تھا۔۔۔!

اسکی آواز سن کر دوسرے بھی ٹھٹھک گئے۔ جیسے ہی ان کی نگاہ ڈھیر پر پڑی وہ سب تیزی سے اسکی طرف بڑھے۔ اور پھر وہ پوزیشن لے کر چاروں طرف پھیل گئے۔ وہ بڑی پھرتی سے ادھر ادھر جائزہ لے رہے تھے۔

دو آدمی جو اس پتھر کی طرف بڑھے جہاں صفدر اور جوزف چھپے ہوئے تھے پتھر کی طرف بڑھے ابھی وہ پتھر سے چند قدم کے فاصلے پر ہی تھے کہ اچانک ان کے ہاتھوں سے ٹامی گنیں چھوٹ گئیں اور وہ بے آواز ڈھیر ہو کر زمین پر گر گئے۔

ٹامی گنوں کے گرنے سے غار میں خاصی آواز پیدا ہوئی تھی۔ باقی تینوں حملہ آور اس آواز کو سن کر بری طرح چونک اٹھے پھر جیسے ہی ان کی نگاہ اپنے بے ہوش ساتھیوں پر پڑی انھوں نے چاروں طرف گھومتے ہوئے ٹامی گنوں کے دہانے کھول دیئے۔

سینکڑوں گولیاں پلک جھپکتے ہی غار کے طول و عرض میں پیوست ہو گئیں۔

تڑ۔۔۔ تڑ۔۔۔ گولیاں چلتی رہیں اور غار میں دھول ہی دھول اڑنے لگی

بہت سی گولیاں راکھ کے ہیولے میں بھی لگیں اور اسکے پرخچے اڑ گئے۔۔!

ٹامی گنوں سے فائرنگ جاری تھی پھر ایک اور حملہ آور بھی ہاتھ جھٹکے ہوئے فرش پر بیٹھتا چلا گیا۔ بڑی تیزی سے اسے چیخنے کی بھی مہلت نہ ملی۔۔۔ باقی دو آدمی بوکھلاہٹ میں گولیوں کی بوچھاڑ کرتے رہے۔ بے آواز گولیوں کو سمجھ کر وہ خوفزدہ ہو گئے تھے۔ ایسے عالم میں وہ اس وقت تک فائرنگ کرتے رہے جب تک میگزین ختم نہیں ہو گیا۔

جیسے ہی میگزین ختم ہوا ایک للکار سنائی دی۔۔۔!

بس دوستو۔ اپنی ٹامی گنیں پھینک دو۔ ورنہ میرے ریوالور کی بے آواز گولی تمھیں انڈے دینے پر مجبور کر دے گی۔۔۔!

دونوں حملہ آوروں کی نگاہ بیک وقت چھت کے اس نیم تاریک حصے کی طرف اٹھ گئی جہاں عمران لٹکا ہوا تھا۔ اسکے ہاتھ میں ایک سائیلنسر چڑھا ہوا ریوالور تھا اور دوسرے ہاتھ سے اس نے ستون کو تھام رکھا تھا۔

دونوں ٹامی گنیں ایک ساتھ چھت کی طرف اٹھ گئیں ان کے ٹریگر دبے لیکن کلک۔ کٹ۔ کھٹ کی آوازیں نکلیں اور دونوں بوکھلا کر خالی ٹامی گنوں کو دیکھنے لگے۔

ایک نے پھرتی سے خالی ٹامی گن عمران پر کھینچ ماری لیکن عمران ٹامی کے پہنچنے سے پہلے ہی ستون چھوڑ چکا تھا۔۔۔ وہ دھپ سے زمین پر گرا۔

عمران کے گرتے ہی دونوں آدمی ہاتھ پھیلائے اسکی طرف بڑھے لیکن اسے دبوچ بیٹھنے کی حسرت پوری نہ ہو سکی۔۔۔ عمران کچھ فاصلے پر کھڑا پلکیں جھپکا رہا تھا۔

جوزف اور جعفر بھی سامنے آ گئے۔۔۔ انھوں نے دو آدمیوں کو دیکھا تو فوراً ریوالور نکال لیے حملہ آوروں نے خود کو تین مسلح آدمیوں کے نرغے میں محسوس کر کے ہاتھ اٹھا لیے۔۔۔!

ہینڈز اپ۔۔۔! اچانک غار کے دہانے سے ایک آواز آئی اور سب چونک اٹھے

جوزف نے بڑی پھرتی سے ریوالور والا ہاتھ اٹھایا تھا لیکن۔ دھائیں۔ دھائیں دو فائر ہوئے اور ریوالور اسکے ہاتھ سے نکل گیا۔۔۔ فائر کرنے والا نشانچی کا بچہ ہی معلوم ہوتا تھا۔۔۔!

مزید کوئی حرکت کھوپڑی میں روشندان بھی بنا سکتی ہے مسٹر۔۔۔! نوارد کے لہجے میں حد درجہ سفاکی تھی۔۔۔! وہ محتاط قدموں سے چلتا ہوا ان کے قریب آ گیا۔

اسے دیکھتے ہی حملہ آوروں کی باچھیں کھل گئیں۔ نوارد ان کا ساتھی تھا جو شاید غار کے باہر رک گیا تھا۔ انھوں نے ہاتھ گرا دیئے اور جلدی سے ریوالوروں پر قبضہ کرنے کے لیے لپکے۔ لیکن ان کے ستارے شاید ابھی گردش ہی میں تھے!

غار کے دہانے سے ایک اور غراہٹ نے ایک مرتبہ پھر سب کو چونکنے پر مجبور کر دیا۔۔۔ آنے والے کے لہجے میں اس قدر درندگی تھی کہ سب کے ہاتھ بے اختیار ان کے سروں سے بلند ہوتے چلے گئے۔۔۔!

سب کی نگاہیں غار کے دہانے کی طرف اٹھی ہوئی تھیں۔

وہ دہانے کے قریب کھڑا تھا۔۔۔!

اسکی آنکھیں درندوں کی آنکھوں کی طرح دہک رہی تھیں۔ شکل صورت وحشیوں جیسی تھی۔ سر کے بال اور شیو بے تحاشہ بڑھے ہوئے تھے۔ قمیض کی ایک آستین سرے سے غائب تھی اور دوسری آستین تار تار اسکے بائیں بازو پر جھول رہی تھی۔۔۔ رہی پتلون تو اسے کسی بھی فیشن کی پتلون کہا ہی نہیں جا سکتا تھا۔

اسکے ہاتھ میں اسٹین گن تھی جسکی نال اپنی اکلوتی آنکھ سے سب کا جائزہ لے رہی تھی۔۔۔!

تینوں حملہ آور اسے دیکھتے ہی چونک اٹھے۔۔۔ ریوالور والے نے حیرت سے چیخ کر کہا۔۔۔ کون۔۔۔ راکی تم؟

چلانے کی ضرورت نہیں جیگر۔۔۔ ریوالور پھینک کر ہاتھ اٹھا لو۔ ورنہ ایک ہی باڑھ میں جسم چھلنی کر دوں گا۔۔۔ راکی کے لہجے میں اس قدر سفاکی تھی کہ ریوالور والے کا ہاتھ کانپ گیا۔ لیکن اس نے ریوالور نہیں پھینکا۔۔۔!

تمھیں یہ حرکت بہت مہنگی پڑے گی راکی۔۔۔ تم اب بھی گن پھینک کر خود کو ہمارے کر دو۔۔۔ شاید خداوند تمھیں معاف کر دیں!

خداوند ۔۔ ہا ہا ہا ۔۔۔ ! راکی نے وحشیانہ قہقہہ لگایا۔ اسکے قہقہے سے غار گونج اٹھا۔ اچانک اسکے جبڑے بھینچ گئے اور وہ سانپ کی طرح پھنکار اٹھا ۔۔۔ میں تمہارے خداوند کے لئے منکر نکیر بن کر آیا ہوں جیگر۔ اب تم سب کا وقت قریب ہے ۔۔!

اوہ تم ۔۔ تھو ۔۔ جیگر نے اسکی طرف تھوک دیا ۔۔ تم خداوند سے ٹکراؤ گے۔ حقیر کیڑے۔ یہ کہکر اس نے راکی پر الٹا ہاتھ اٹھایا لیکن پاس کھڑے ہوئے عمران کا ہاتھ اسکے منہ پر پڑا اور وہ ایک دردناک چیخ مار کر الٹ گیا۔

وہ ہاتھ نہ جانے عمران نے کتنے زور سے مارا تھا۔ جیگر کی ناک کی ہڈی ٹوٹ گئی اور سامنے کے تین دانت بھی ٹوٹ گئے۔ اسکے منہ اور ناک سے خون کی دھاریں بہہ نکلیں ۔۔ !

ہم۔ معاف کرنا لگرکے فقیر صاحب۔ آئی ایم ساری نیگر فقیر ۔۔ یار بتاتے کیوں نہیں آپ کی تعریف ۔۔۔ ؟ عمران نے صفدر کو ٹہوکا دیا اور ٹھیک لگ کر ہکلانے لگا ۔۔ !

راکی نے بڑی دلچسپ نگاہوں سے عمران کی طرف دیکھا اور پھر اسکی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں ۔۔۔ وہ بوکھلائے چہرے کو اس حیرت انگیز آدمی کو دیکھ رہا تھا جو انتہائی ننھا منا سا تھا ۔۔!

شوگی اسکی پھیلی ہوئی ٹانگوں کے درمیان سے نکل کر اس کے سامنے پہنچا تھا اور اسکے ننھے سے پستول کا رخ راکی کی طرف تھا۔

ٹھیک اسی وقت جب کہ راکی شوگی کی طرف متوجہ تھا، جیگر کے دونوں ساتھی صفدر اور جوزف پر ٹوٹ پڑے ۔۔!

دونوں نے اس قدر اچانک چھلانگیں لگائی تھیں کہ صفدر اور جوزف کو سنبھلنے کا موقع ہی نہ مل سکا۔ اس لئے حملہ آور انہیں غار میں رگیدتے چلے گئے۔

صفدر کا حریف ایک بھینسے کی طرح طاقتور تھا۔ وہ صفدر پر پوری طرح چھایا ہوا تھا ۔۔ صفدر اسکے نیچے دبا ہوا تھا۔ اور اس کوشش میں تھا کہ کسی طرح اسے الٹ دے۔ وہ انتہائی طاقت صرف کر رہا تھا لیکن نتیجہ صفر ہی رہا۔ اچانک حملہ آور کے دونوں ہاتھ صفدر کی گردن تک پہنچ گئے۔ صفدر کو اپنا دم گھٹتا ہوا محسوس ہوا۔

صفدر کے پاس اب اسکے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ اسے الٹنے کی کوشش چھوڑ کر اپنے گلے کی فکر کرے ۔! اسکے بعد اسے ایک مناسب تدبیر بھی سوجھ گئی ۔۔ اس کے ہاتھ پاؤں فوراً ہی ڈھیلے پڑ گئے۔ ایک لمحہ کے لئے حملہ آور کے ہاتھوں کا دباؤ اسکی گردن پر کم ہو گیا۔ بس اسی لمحے صفدر نے دونوں ہاتھ اسکی آنکھوں میں اس زور سے مارے کہ حملہ آور چیخ اٹھا۔ صفدر نے بھی اٹھنے میں تاخیر نہیں کی ۔۔ اس سے قبل کہ حملہ آور سنبھلتا، صفدر کا تلی کا گھونسہ اسکے جبڑے پر پڑا اور پیچھے سے عمران نے ایک گھونسہ اسکی کنپٹی پر جما دیا ۔۔۔ !

حملہ آور گرتے شہتیر کی طرح زمین پر آ رہا۔ جوزف تو اپنے مدمقابل سے بہت پہلے ہی نمٹ چکا تھا اس وقت زمین پر بے سدھ پڑا ہوا تھا ۔۔

جہاں کم خس پاک ۔۔۔ ! عمران نے ہاتھ جھاڑتے ہوئے محاورے کا بھی ہاتھ صاف کر دیا ۔۔ !

دادا جان محاورہ الٹ گیا۔ شوگی چیخا۔

خاموش۔ انھیں دکھ ہوگا بیٹے۔۔۔! عمران نے راکھو کی طرف اشارہ کیا

انھیں کیوں دکھ ہونے لگا۔۔؟

دیکھیے نہیں خس کا کتنا اچھا انتظام ہے۔! عمران نے راکی کے بکھرے ہوئے بالوں اور شوگی کی طرف اشارہ کیا۔

اس پر راکی نے بھی کھل کر قہقہہ لگایا تھا۔۔۔ ایسے میں اس کا ایک قدم آگے کی طرف اٹھا اور اس کا قہقہہ بھی ادھورا رہ گیا۔! شوگی نے للکار کر تنبیہ کی۔

تم اپنی جگہ سے حرکت نہیں کرو گے۔!

ارے باپ۔۔۔ اب تو نیکیوں کا اکاؤنٹ ڈبل کرنے کی فکر میں ہوں۔۔ شاہو پستول۔!

شوگی نے پستول جیب میں ڈال لیا۔ راکی نے مسکرا کر شوگی کی طرف دیکھا اور اپنا ہاتھ آگے بڑھایا۔۔۔ شوگی نے بھی بلا جھجک اپنا ہاتھ سامنے بڑھایا جسے راکی نے جھک کر گرمجوشی سے اپنے ہاتھ میں لے لیا۔



راکی اور جیگر کی گفتگو سے عمران نے جو اندازہ لگایا تھا وہ بالکل درست ثابت ہوا۔ راکی مندر ایگر کے ساتھیوں میں سے تھا لیکن اس وقت وہ مندر ایگر اور اس کے تمام ساتھیوں کے لیے ایک الیاس بن چکا تھا جیسے عمران نے گرانے کی دیر تھی۔ چھ حملہ آوروں میں سے تین کا قصہ تمام ہو چکا تھا۔ باقی تین بے ہوش پڑے تھے۔ ان کو ٹھکانے لگانے کا کام عمران نے جوزف کے سپرد کیا اور اسے ہدایت کی کہ انھیں دفن کرنے سے پیشتر ان کی [illegible] ضرور اتار لے۔ صفدر غار کے باہر کھڑی ہوئی گیس مشین کا بندوبست کرنے چلا گیا۔

جیگر اور اس کے ساتھیوں کی عدم موجودگی کب تک راز رہ سکتی ہے؟ عمران نے راکی سے معلوم کیا۔!

حفاظتی دستے دو ہیں اور ہر دستہ بارہ گھنٹے ڈیوٹی دیتا ہے!

اور یہ وقفہ کس وقت شروع ہوتا ہے؟

رات ۱۲ بجے سے اور اسی طرح اسی وقت پہلا دستہ ڈیوٹی پر ہے۔

ہوں — عمران نے مکاری بھری اور گھڑی پر وقت دیکھا —
اس وقت صبح کے دس بج رہے ہیں — ہمارے پاس صرف دو گھنٹے ہیں اور
اسکے بعد مزید بارہ گھنٹے —!

جی ہاں — آپ کا خیال درست ہے!

ہر دستے میں کتنے آدمی ہوتے ہیں —!

بارہ آدمی —!

اس کا مطلب ہے ہمیں مزید تین آدمیوں سے نپٹنا ہے!

تین کیوں صاحب — چھ باقی بچتے ہیں —!

میدان درمیان کا جو چوتھائی حصہ تو ہم نے آتے ہی صاف کر دیا تھا — عمران
نے یک بیک گذشتہ رات کا واقعہ سنا ڈالا —

میرا خیال ہے ہمیں یہ غار فوراً چھوڑ دینا چاہیئے!

ارے یار مت گھبراؤ — ویسے تو اس جزیرے کا ایک ایک انچ
غیر محفوظ ہے —

وہ تو درست ہے — میرا خیال ہے میری قیام گاہ زیادہ محفوظ ثابت ہوگی

ارے ہاں — میں تو بھول ہی گیا — منکر نکیر صاحب یہ تو آپ کا
جزیرہ ہے — لیکن خوف آتا ہے ایک بات سوچ کر —!

ایسی کونسی بات ہے عمران صاحب —!

کہیں گھر لے جا کر حساب نکال بیٹھو —!

ارے نہیں — راکی بے ساختہ بول اٹھا پھر جھینپ گیا — آپ بہت

اچھے آدمی ہیں عمران صاحب — [illegible]

ابے منحوس کارواں رواں کھل گیا ہے!

کہیں — سکرو بھی نہ ڈھیلے ہو گئے ہوں —!

منکر نکیر تو دو فرشتوں کا نام ہے [illegible]

نکیر کہاں ہیں — شوگی نے سگار کا کش [illegible] —!

بیٹے منگوائے تو دو ہی تھے لیکن —!

لیکن کیا —؟

دوسرے کو کسٹم والوں نے روک لیا ہے!

راکی پیٹ پکڑ کر ہنسنے لگا — ادھر جوزف اپنی بوتل سونگھ سونگھ کر
ٹھنڈی آہیں بھر رہا تھا — شراب کا کوٹہ مقرر تھا اور عمران اس کوٹے
سے زیادہ ایک قطرہ بھی دینے کے موڈ میں نہ تھا — ایسے میں جوزف کے چہرے پر
یتیمی کے آثار کیوں نہ ابھرتے —!

شوگی سے جوزف کا دکھ نہ دیکھا گیا تو وہ نیا سگار سلگا کر اسکی گود میں
جا بیٹھا — اور جوزف کسی کثیر العیال بیوہ کی طرح منہ لٹکا کر رہ گیا —
جانے یہ جذبۂ پدری جوزف جیسے مہاکنوارے میں کہاں سے پیدا ہو گیا
کہ بجائے شوگی کو دھتکارنے کے وہ ڈھیلی انگلیوں سے اسکے بالوں میں کنگھی
کرنے لگ گیا —!

جوزف بے ہوش اور مردہ آدمیوں کو ٹھکانے لگا چکا تھا اور اس وقت
ان کے قریب بیٹھا تھا — اسی لئے بار بار بوتل کو سونگھ [illegible]

کھا کر اسے کچھ اور دے دے۔ لیکن عمران کے کان پر جوں تک نہ رینگی!

مسٹر راکی آپ نے اپنی داستان نہیں سنائی کہ آپ منڈریکر تک کیسے پہنچے! صفدر نے ان کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا۔!

میں۔۔ راکی آہستہ سے بولا اور پھر غار کی چھت کو گھورنے لگا شاید وہ واقعات کی کڑیاں ملانے کی کوشش کر رہا تھا۔

میں۔۔ ان لوگوں میں سے ہوں مسٹر صفدر جو دنیا میں تنہا آتے ہیں تنہا رہتے ہیں اور تنہا چلے جاتے ہیں۔۔۔!

اور میں چار درجن بچوں کی جھول لیکر اس دنیا میں آیا تھا اور چھ درجن بچوں کے ساتھ ہوں گا اور آٹھ درجن بچوں کے ساتھ چلا جاؤں گا عمران نے برا سا منہ بنا کر صفدر کو سمجھانے کی کوشش کی۔!

راکی ہونقوں کی طرح اسے دیکھتا رہ گیا۔

مسٹر راکی۔۔ دراصل دادا جان کو تمہید سے بہت چڑ ہے آپ اپنی کہانی مختصر سنا ڈالیں۔!

جیتے رہو اے مختصر انسان۔ عمران نے ہاتھ اٹھا کر اسے دعا دی۔

جب کسی انسان کے پاس سر چھپانے کی کوئی جگہ نہیں ہوتی تو وہ منڈریکر جیسے لوگوں کا آلۂ کار بن جاتے ہیں۔ میں مجبوراً یہاں تک آ گیا لیکن یہاں آ کر مجھے معلوم ہوا کہ میری زندگی صرف اس جزیرے تک محدود رہے گی۔ میں اس پر بخوشی تیار ہو گیا۔۔!

مجھے منڈریکر نے ایک بہت بڑے پلانٹ پر لگا دیا۔ اس پلانٹ میں بڑے بڑے گول ڈرموں میں عجیب قسم کا شیرہ سا ہر وقت بجبجاتا رہتا ہے!

میں نے بڑی محنت اور جانفشانی سے کام کر کے بہت جلد پلانٹ سپروائزر کی حیثیت سے کام کرنا شروع کر دیا۔ پلانٹ میں ایک لڑکی گریٹا بھی تھی۔ وہ کیمیکل ڈیپارٹمنٹ میں کام کرتی تھی۔۔!

راکی یہاں تک کہہ کر خاموش ہو گیا جیسے ذہن میں گریٹا کی شبیہہ مرتب کرنے لگ پڑا ہو!

آپ کسی گریٹا کا ذکر کر رہے تھے مسٹر راکی۔!

اوہ گریٹا۔۔ ہاں گریٹا۔۔ وہ مر گئی مسٹر ملتوگ۔ اسے منڈریکر کے آدم خور کچھوؤں اور لیکڑوں نے نوچ نوچ کر میرے سامنے کھا لیا تھا۔

اف وہ منظر۔۔۔۔ کس قدر بھیانک تھا۔ راکی کی آواز بھرا گئی!

کیا گریٹا نے کوئی ناقابل معافی جرم کیا تھا۔؟

وہ ایک دن بھول سے خداوند کے غار کی طرف جا نکلی تھی!

یہ خداوند کون ہے۔۔؟

منڈریکر کو جزیرے کے تمام لوگ اسی نام سے پکارتے ہیں!

ہوں۔۔ صفدر نے سرد آہ بھری۔۔ اب اس خداوند کی خدائی خطرے میں آ پڑی ہے۔۔!

بہرطور مسٹر صفدر میں نے اس حادثے کو بھلانے کی بہت کوشش کی لیکن نہ بھلا سکا۔ میں نے اور گریٹا نے ایک نئی دنیا کے خواب دیکھے تھے۔ ان خوابوں کی تعبیر تھی۔۔ اسکے بعد اب وہ خواب بھی شرمندہ تعبیر نہ ہوں گے!

راکی کی آواز غم کی زیادتی سے لرز اٹھی!

ایک دن میں خود پر قابو نہ پا سکا۔ میں نے مندر کے گھناؤنے رسموں میں بغاوت پھیلانے کی کوشش شروع کر دی لیکن جلد ہی مجھے پکڑ لیا گیا۔ اس سے پہلے کہ مجھے بھی گریتا کی طرح آدم خور بچھوؤں اور کیکڑوں کے حوالے کر دیا جاتا خوش قسمتی سے میں بچ نکلا۔!

کیا بچھوؤں اور کیکڑوں کو مندر کے گرو نے آدم خور بنایا ہے یا یہ کوئی مخصوص قسم ہے۔! شوگی نے دریافت کیا۔!

ہاں مسٹر شوگی۔ ان بچھوؤں اور کیکڑوں کو مندر کے گرو نے ہی آدم خور بنایا ہے ورنہ وہ تو عام اور بے ضرر تھے۔ تمہیں یہ جان کر حیرت ہوگی کہ ان کے قد بھینسوں کے برابر ہیں۔!

اوہ لیکن مجھے جس کیکڑے نے کاٹا تھا وہ تو بالشت بھر سے زیادہ نہ تھا

وہ کیکڑوں کی ایک الگ قسم ہے۔ وہ ایسے جزیروں میں ہوتا پائے جاتے ہیں

آپ کے فرار ہونے کے بعد آپ کی تلاش تو خوب ہوئی ہوگی۔۔۔

بہت مسٹر شوگی۔ دراصل بھاگتے وقت میرے ہاتھ ایک ایسٹیل جگن لگ گئی تھی اور خوش قسمتی سے ہانگو سے بچنے کے لئے پروٹیکشن آئل کا ایک بکس میری جیب میں موجود تھا۔!

یہ پروٹیکشن آئل کیا چیز ہے۔!

ایک ایسا آئل ہے جس کے جسم پر ملنے سے ہانگو کو آدمی کی بو محسوس نہیں ہوتی اور ہاں اس آئل کا جسم پر ملنے کے بعد دو ہفتے تک اثر رہتا ہے۔

تو گویا آپ کو دو ہفتے تک خوب تلاش کیا گیا تھا

دو ہفتے بعد انہوں نے یہ سمجھ لیا ہوگا کہ میں یا تو کسی درندے کا شکار ہو گیا ہوں یا سمندر میں غرق ہو چکا ہوں گا۔ ہانگو کی موجودگی میں کوئی مفرور دو ہفتے سے زیادہ غائب نہیں رہ سکتا۔!

کیا یہی ایک ہانگو تھا یا اور بھی ہیں۔؟

صرف ایک ہی تھا جسے عمران صاحب نے ختم کر دیا۔ ارے گریگوری!

اچانک راکی چیخ اٹھا۔!

نہیں مسٹر راکی۔ میں صفدر ہوں۔! عمران صاحب اس فن میں اپنا جواب نہیں رکھتے۔! صفدر مسکرا دیا۔ وہ اس وقت حملہ آوروں میں سے ایک جس کا نام شاید گریگوری تھا کے میک اپ میں تھا۔

راکی اپنی داستان سنانے میں مست تھا اور عمران اتنی دیر میں صفدر کے چہرے کی مرمت کرتا رہا تھا۔!

لو بیٹے۔ اب تم جتنے گناہ دل چاہے کر ڈالو۔!

کیوں۔ کیسے۔؟

عاقبت تو تمہارے گریگوری کی خراب ہوگی!

صفدر جھینپ گیا اور راکی قابل رشک نگاہوں سے عمران کو دیکھنے لگا جو اس وقت جوزف پر ایک اور حملہ آور کا میک اپ کر رہا تھا۔ پندرہ بیس منٹ بعد راکی نے جوزف کو دیکھ کر سوچا کہ اس کی صورت گلبرٹ سے اس درجہ مشابہ ہے کہ اس کی محبوبہ بھی امتیاز نہیں کر سکتی۔!

خاموش ۔۔۔ عمران زور سے دھاڑا۔

گگ ۔۔ کیوں ۔۔ کیا ہو گیا عمران صاحب! راکی بوکھلا گیا!

بچوں کا اخلاق تباہ کر رہے ہو اور کیا ۔۔؟ عمران دوبارہ غرایا تو راکی جھینپ کر بغلیں جھانکنے لگا، پھر توجہ ہٹانے کے لئے بولا۔

ہم سب تو ٹھیک اب کرے مدد بحر کے سپاہی بن جائیں گے لیکن آپ نے منگوگی کے بارے میں کیا سوچا۔؟

منگوگی ۔۔۔! اسکی ابھی عمر ہی کیا ہے؟ عمران اچانک اداس ہو گیا

کیا مطلب ۔۔ ؟ راکی عمران کے بدلتے ہوئے رنگوں کو دیکھ کر بوکھلایا ہوا تھا۔!

ابھی تو بس وہ ایک بڑا کنبہ لے کر بیٹھا ہے!

وہ کون ہے ۔۔؟

مسٹر سالمان بی اوا ۔۔ آئی۔

راکی نے حیرت سے عمران کی طرف دیکھا۔ صفدر کی ہنسی نکل گئی۔

صفدر نے جب راکی کو بتایا کہ بی اوا ۔۔ آئی کوئی ڈگری نہیں بلکہ بیاد جی عمران کا مخفف ہے تو ہنستے ہنستے راکی کا بگڑے میں بھی ہنسی پھوٹ پڑی۔

دوپہر کا وقت تھا۔ سارے جزیرے پر گہری گہری چھایا تھا اور درختوں کی اونچی اونچی چوٹیاں گہرے میں چھپی ہوئی تھیں۔ اگرچہ اتنی روشنی نہیں تھی جس قدر دوپہر کے وقت ہوتی ہے۔ تاہم غروب آفتاب کا سا اجالا ہر طرف پھیل گیا تھا۔۔

ایک تنومند آدمی جس نے لمبے بالوں کی ٹوپی پہن رکھی تھی، غار کے دہانے سے برآمد ہوا۔ اسکے تعاقب میں تین اور آدمی باہر نکل آئے۔

بالوں کی ٹوپی والے نے غار سے باہر نکلتے ہی منہ اٹھا کر اوپر دیکھا اور پھر گھڑی پر وقت دیکھ کر بولا۔ صرف آدھ گھنٹہ رہ گیا ہے عمران صاحب!

پرواہ مت کرو۔ کیمپ یہاں سے کتنی دور ہے۔؟

پندرہ منٹ کا راستہ تو ضرور ہوگا۔

ٹھیک ہے چلتے رہو ۔۔۔! عمران نے کندھے اچکائے اور پریشان سا ادھر ادھر دیکھنے لگا ۔۔۔!

اس وقت وہ چاروں ... بکر کو حفاظتی ... سمجھتے جا رہے تھے کہ اب
سیدھے چلو۔ انھوں نے ان کی ... بھی نہیں ... بھر یقیں۔

تقریباً پانچ کوس آگے چلنے کے بعد خودرو جنگلی جھاڑیوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ ان جھاڑیوں کے درمیان ایک تنگ سا راستہ تھا۔ راستہ اتنا تنگ تھا کہ دو آدمی پہلو بہ پہلو نہیں چل سکتے تھے۔ مجبوراً ان چاروں کو قطار بنا کر راستے پر چلنا پڑا۔

جھاڑیوں والا راستہ کچھ زیادہ طویل ثابت نہ ہوا۔ کچھ آگے چل کر وہ راستہ ایک نسبتاً کھلے راستے سے جا ملا۔ انھوں نے احتیاط سے ایک نگاہ دوڑائی اور پھر اس چوڑے راستے پر بڑھ لیے۔!

کچھ دور اس کھلے راستے پر چلنے کے بعد انھیں ایک کیبن دکھائی دیا۔ کیبن کے باہر ایک اونچی مچان بنی ہوئی تھی۔ مچان پر ایک باوردی مسلح آدمی ٹہل رہا تھا۔!

ایک آدمی کیبن کے دروازے میں بیٹھا دکھائی دیا ... ایک گنجا ادھیڑ عمر ... سے ادھر ادھر ... میں مصروف تھا۔ اچانک وہ ٹہلتے ٹہلتے رک گیا اور گھڑی کی سمت دیکھنے لگا۔

جیگر اور دوسرے آدمیوں کو گئے بہت دیر ہو چکی ہے ۔۔۔ گنجے نے فکر مند لہجے میں کہا
تم نے خداوند کو اطلاع دے کر اچھا نہیں کیا ۔۔۔ ہو سکتا ہے جیگر وغیرہ کسی مصیبت میں پھنس گئے ہوں۔!

ناممکن ۔۔۔ ہانگو کی موجودگی میں ایسا ممکن نہیں۔!

پانچ منٹ اور انتظار کر لو ۔۔۔ اگر وہ لوگ واپس نہیں آتے تو خداوند کو اطلاع دے دو۔

ہاں پھر تو مجبوری ہے ۔۔۔!

جیگر آ رہا ہے ۔۔۔! اچانک مچان والا سپاہی چلایا۔ اسکی آواز سن کر گنجے نے ایک طویل سانس لے کر آخری مرتبہ گھڑی دیکھی

شکر ہے یار ۔۔۔ صرف دس منٹ رہ گئے ہیں ۔۔۔ اب تو دوسری شفٹ کے لوگ بھی آتے ہی ہوں گے ۔۔۔!

ہوں ۔۔۔ آؤ دیکھیں کیا بات ہے۔؟

دوسرا آدمی کیبن کے دروازے میں سے اٹھا اور دونوں نے ان چاروں کو راستے ہی میں جا لیا ۔۔۔ آنیوالے عمران اور اسکے ساتھی تھے۔!

جیگر تم نے اتنی دیر کر دی ۔۔۔ اور ہانگو کہاں ہے؟

یار اس ہانگو نے تو آج تھکا مارا ۔۔۔ راکی نے جواب دیا۔ وہ اس وقت جیگر کے روپ میں تھا۔

کیوں ہانگو نے کیا کیا ۔۔۔؟ گنجے نے جلدی سے پوچھا۔

صبح سے پانی میں گھسا بیٹھا ہے یار۔ راکی نے بیزاری سے کہا۔

ہانگو اور پانی ۔۔۔ ناممکن ۔۔۔ گنجا بوکھلا گیا۔!

صفدر نے مچان کی طرف دیکھا اور ہاتھ ہلا کر پکارنے کا مقصد دریافت کیا
گڑبڑی ۔ مچان والا چیختا ...
۔ اسکے ہاتھ کا اشارہ پاتے ہی مچان والے سپاہی نے دونوں ہاتھوں سے بھونپو بنا کر منہ کے سامنے کیا اور چیخا۔!

ایک سگرٹ دینا۔ جیب میں میرے سگرٹ نہیں رہا!

ڈاگر تجوری کا۔ سگرٹ دے دو۔۔! عمران نے آنکھ کا ایک مخصوص اشارہ کیا اور صفدر کو مچان کی طرف دھکیل دیا۔

صفدر سر ہلاتا ہوا مچان کی سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔

اچانک کیبن سے بلی کی ایک دردناک چیخ سنائی دی اور وہ سب خاموش ہو گئے۔ بلی کی چیخ ایک لمحے بعد پھر سنائی دی تو گنجا راکی کی طرف دیکھ کر بولا۔

خداوند کو ابھی تک رپورٹ نہیں دی گئی۔۔!

اوہ! یہ دیر مت کرو۔! راکی نے اسکے کندھے پر ہاتھ جمایا اور تیزی سے کیبن کی طرف بڑھ گیا۔ دوسرے لوگ بھی اسکے پیچھے کیبن میں پہنچ گئے

کیبن میں ایک طرف ایک چھوٹی سی میز پر ٹرانسمیٹر سیٹ رکھا ہوا تھا ٹرانسمیٹر کے دائیں طرف ایک بلب بار بار جل کر بجھنے میں مصروف تھا۔!

راکی جلدی سے ٹرانسمیٹر کے سامنے والی سیٹ پر بیٹھ گیا اور باقی لوگ اسکے گرد گھیرا بنا کر کھڑے ہو گئے۔!

راکی نے ٹرانسمیٹر آن کر دیا اور ماؤتھ پیس نکال کر ہاتھ میں لے لیا۔

خداوند کا غلام جیگر بول رہا ہے۔

جیگر تمہاری ڈیوٹی کا وقت ختم ہو گیا ہے۔ دوسرا دستہ پہنچ جائے تو تم بلاتاخیر آپریشن روم میں پہنچ جاؤ۔!

جیگر آپ کا غلام ہے خداوند اور آپ کے حکم سے انکار کر کے ... نہیں رکھتا!

ماتکو نے کسی قسم کی بے چینی کا اظہار تو نہیں کیا۔؟

وہ پرسکون ہے خداوند۔۔۔ جزیرے کا چپہ چپہ ہماری نگاہ میں ہے

ہوں۔۔ اس وقت ماتکو کہاں ہے۔؟

باہر مچان کے پاس خداوند۔!

۔۔ ی شفٹ کو سختی سے نگرانی جاری رکھنے کی ہدایت کر دینا۔ مجھے اندیشہ ہے کہ لوگ جزیرے کی طرف متوجہ ہو گئے ہیں

خداوند کے حکم کے بغیر پرندہ بھی جزیرے میں پر نہیں مار سکتا!

او کے۔۔ باقی ہدایات آپریشن روم انچارج سے حاصل کر لو۔!

دوسری طرف سے ۔۔ منقطع ہو گئی۔۔ راکی نے ماؤتھ پیس میز پر رکھ دیا۔ اور ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ وہ جیسے ہی کرسی سے اٹھا گنجے کی حیرانگی اور خفگی میں ڈوبی ہوئی آواز سنائی دی۔!

جیگر تم نے خداوند سے جھوٹ کیوں بولا۔!

راکی نے پلٹ کر دیکھا۔۔ گنجے کی آنکھوں میں الجھن کے آثار تھے۔ راکی نے حقارت سے اسکی طرف دیکھا اور منہ لٹکا کر اپنی اصلی آواز میں بول اٹھا

ایسے خداؤں سے جھوٹ بولنا کار ثواب ہے پیارے۔!

اسکے بدلے ہوئے لہجے کو محسوس کر کے دونوں آدمی چونک اٹھے۔ ان دونوں کے ہاتھ بیک وقت ہولسٹروں کی طرف بڑھے لیکن ریوالور نکالنے کی حسرت پوری نہ ہو سکی۔۔ دو بے آواز گولیاں ان کی کھوپڑیوں کو توڑتی ہوئی نکل گئیں۔

جوزف باہر دیکھو۔۔۔! عمران نے ریوالور کی نال میں پھونک مار کر بارود کی ہلکی سی تہہ کو اڑاتے ہوئے کہا۔

یس باس! جوزف نے اپنے ریوالور سے سائلنسر الگ کیا۔ ریوالور کو جیب میں رکھا اور کیبن سے باہر نکل گیا۔ عمران اور دوسروں نے دونوں لاشوں کو کیبن کے ایک کونے میں ڈال دیا اور انہیں چھپانے کے لئے کمرے میں رکھی ہوئی مختلف چیزیں ان پر ڈال دیں

عین اسی وقت باہر کشتی کے گرنے کی آواز سنائی دی۔ جوزف نے آکر اطلاع دی کہ صفدر کیبن پر قبضہ کر چکا ہے اور محافظ اس وقت زمین پر بے ہوش پڑا ہے۔

عمران نے مطمئن انداز میں گردن ہلائی اور جوزف کو محافظ کی لاش اٹھا لانے کا حکم دیا۔ جوزف پھرتی سے باہر نکل گیا۔

چند لمحوں بعد محافظ کی لاش بھی ان دونوں ساتھیوں کی لاشوں سے مل کر کاٹھ کباڑ کے نیچے چھپ گئی!

عمران اور دوسرے ساتھیوں کو غار سے نکلے ہوئے خاصی دیر ہو چکی تھی۔ عمران نے مصلحتاً شوگی کو پارٹی سے الگ کر دیا تھا۔ عمران کی مصلحت سے زیادہ شوگی کی اس خواہش کا زیادہ دخل تھا جس کے تحت وہ تنہا گھوم کر گذرنے کے موڈ میں تھا!

اس کی بٹنوں جیسی ننھی منی آنکھوں میں سوچ و فکر کی گہرائیاں تھیں اور اس کی مٹھی میں لمبا سا سگار سلگ رہا تھا۔ سگار کے بغیر اس کی شخصیت ادھوری اور بے کس ہوتی تھی اور عمران تو سگار کو شوگی کا ٹریڈ مارک کہنے لگا تھا

سگار کا ایک گہرا کش لگانے کے بعد اس نے سگار کو جوتے سے مسل دیا۔ جیب سے اپنی جیبی گھڑی نکال کر وقت دیکھا اور غار سے باہر نکل آیا

باہر نسبتاً زیادہ اجالا تھا!

شوگی نے باہر آ کر اطراف کا جائزہ لیا پھر ایک تہہ کیا ہوا کاغذ نکالا۔ کاغذ پر مختلف راستوں کی نشاندہی کی گئی تھی۔ یہ نقشہ والی نے اپنی یادداشت کے سہارے تیار کیا تھا کہ شوگی کو پلانٹ تک پہنچنے میں آسرا رہے!

نقشے کے مطابق اسے غار کے دہانے سے غار کے مغربی حصے کی طرف جانا تھا۔ شوگی نے ایک طویل سانس خارج کی اور پھونک پھونک کر قدم رکھتا ہوا لمبی لمبی گھاس میں چل پڑا۔

انتہائی کوتاہ قد ہونے کی وجہ سے اس کے چہرے اور جسم کے کھلے حصوں پر خاردار جھاڑیوں اور تیز دھار گھاس سے بہت سی خراشیں آگئیں اور اس کے کپڑے بھی کئی جگہ سے پھٹ گئے!

آخر کار وہ جزیرے کے اس حصے میں پہنچ گیا جہاں خاردار جھاڑیوں اور گھاس کا نام و نشان تک نہیں تھا البتہ نوکیلی چٹانوں کا سلسلہ دور دور تک پھیلا ہوا تھا

یہ راستہ دشوار گذار اور انتہائی خطرناک تھا۔ شاید اسی لئے اس طرف

پہاڑ کی نگرانی بالکل نہیں کی جاتی تھی ۔۔ !

ڈاکی نے جب اس راستے کا ذکر کیا تھا تو شوگی نے فوراً اپنی خدمات پیش کر دی تھیں ۔۔۔ اگرچہ صفدر، جوزف اور خود ڈاکی نے اسکی مخالفت کی تھی لیکن عمران نے بڑی فراخدلی سے اسے اجازت دے دی ۔ شاید اسے شوگی کے ذہن میں پلتے ہوئے منصوبہ کا علم ہو گیا تھا ۔

شوگی اپنے ننھے اور ہلکے پھلکے جسم کی وجہ سے تیز ہی اور نوکیلی چٹانوں پر پھرتی سے کودتا، پھلانگتا آگے بڑھ رہا تھا ۔۔۔ بادی النظر میں وہ بندر کا ننھا سا بچہ ہی دکھائی دے رہا تھا ۔۔!

اس نے ایک ڈھلوان کو عبور کر کے جیسے ہی ایک ابھری ہوئی چٹان پر قدم رکھا اسے ایک عجیب سی آواز سنائی دی ۔۔۔ اس کے بڑھتے ہوئے قدم رک گئے ۔۔۔ آواز کچھ ایسی تھی جیسے کوئی بلا دیو سینگ کا بڑا داموم پھول کر سانپ کے سامنے کھڑا ہانپ رہا ہو ۔۔۔!

شوگی نے ایک لمحہ رک کر دور دور تک پھیلے ہوئے چٹانی سلسلے میں نگاہ دوڑائی لیکن بغور دیکھنے پر بھی اسے کچھ دکھائی نہ دیا ۔

ہر طرف مکمل سکوت تھا ۔۔ ایسا سکوت کہ سوئی بھی گرتی تو اسکی آواز بآسانی سنائی دے جاتی ۔ ایسے میں کسی نادیدہ ہستی کے ہانپنے کی آواز نے ماحول کو وحشتناک بنا دیا تھا ۔

شوگی کو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ اسٹیتھسکوپ لگائے کسی دیو کے دل کی دھڑکنیں سن رہا ہو ۔۔۔!

احتیاط کے پیش نظر شوگی نے اپنا ننھا سا پستول جیب پاکٹ سے نکال کر ہاتھ میں لے لیا ۔۔۔

ایک خاص قسم کا پستول تھا جسکی نال میں اس قسم کے [illegible] لگے ہوئے تھے کہ پستول بے آواز فائرنگ کے قابل ہو گیا تھا ۔۔!

پستول ہاتھ میں لیے شوگی ادھر ادھر دیکھنے لگا ۔ سانس لینے کی آوازیں مسلسل آ رہی تھیں ۔ جب اسے کچھ دکھائی نہ دیا تو وہ اچک کر ایک اور چٹان پر پہنچ گیا ۔۔۔ یہ چٹان پہلی چٹان سے ذرا اونچی تھی ۔۔۔!

لیکن یہ کیا ۔۔۔ وہ چٹان پر پہنچتے ہی اسے یوں محسوس ہوا جیسے چٹان کھال اور گوشت کی بنی ہوئی ہے ۔۔۔!

اس نے جھک کر اپنے پیروں کے نیچے دیکھا ۔

دونوں پاؤں کے دائیں بائیں دو بڑے بڑے ابھرے ہوئے گولے دکھائی دیئے ۔ بادی النظر میں یہ شیشے کے بنے ہوئے دکھائی دیئے لیکن ذرا غور سے دیکھنے پر یہ انکشاف ہوا کہ وہ جس چٹان پر کھڑا ہے وہ چٹان کے بجائے کسی دیو ہیکل جانور کا سر ہے ۔۔۔!

شوگی اسپرنگ کی طرح اچھلا اور ایک اور ابھری ہوئی چٹان پر پہنچ گیا ۔ عین اسی وقت اس جانور نے بھی سر ہلایا تھا ۔۔۔ اگر شوگی کو ایک لمحے کی بھی دیر ہو جاتی تو نہ جانے وہ ڈھلوانوں میں کہاں تک لڑھکتا چلا جاتا اور اس کے ننھے جسم کی ہڈی بوٹی بکھر جاتی ۔۔۔!

محفوظ جگہ پر پہنچ جانے کے بعد اس نے غور سے اس جگہ کی طرف دیکھا

جہاں وہ ایک لمحہ پہلے موجود تھا۔

وہ ایک عظیم الجثہ مینڈک تھا جو ڈھلوان میں مٹی میں غالباً آرام کر رہا تھا۔ مینڈک کی نگاہیں شوگی پر جمی ہوئی تھیں ۔۔۔۔ اور شوگی حیرت سے اس مینڈک کو دیکھ رہا تھا جس کے سانس لینے کی آواز سے پہاڑ ہل رہے تھے۔ غرر غرر کی آوازیں پیدا ہو رہی تھیں جن کی بازگشت سے ماحول میں دہشت کی لہر دوڑ گئی تھی ۔۔۔!

اچانک مینڈک پیچھے کی طرف جھک گیا۔ غالباً اس نے پھدکنے کے لیے سوچا ہی تھی۔ شوگی اچک کر ڈھلوان میں دوڑتا چلا گیا۔

اس نے اپنے عقب میں عجیب قسم کی آواز سنی۔ شاید یہ مینڈک کی آواز تھی اور شوگی کے لیے ایسی آواز سننے کا غالباً پہلا اتفاق تھا۔

شوگی نے دوڑتے دوڑتے اچانک دائیں ہاتھ ایک غار کا دہانہ دیکھا وہ رک گیا۔ ایک لمحہ غار میں دیکھنے میں صرف ہوا۔ اندر گھپ اندھیرا تھا۔ شوگی نے غار کے دہانے پر رک کر پیچھے دیکھا۔

مینڈک کا پہاڑ جیسا جسم پھدکتا ہوا چلا آ رہا تھا۔

شوگی کے لب مسکراہٹ سے بے اختیار پھیل گئے۔ اس دیو قامت مینڈک کے پھدکنے کا منظر کچھ ایسا ہی مضحکہ خیز تھا کہ جو بھی اسے دیکھتا ہنسی روکنے میں ناکام رہتا۔

مینڈک پھدکتا، ہولناک ڈھلوان طے کرتا ہوا شوگی کا تعاقب کر رہا تھا۔ اس کے پھدکنے سے کئی پتھر چٹانوں سے ٹوٹ کر نیچے لڑھکنے لگے۔

ڈھلوان کچھ ایسی تھی کہ لڑھکتے ہوئے پتھر سیدھے غار کی طرف ہی آ رہے تھے ۔۔۔۔ شوگی اس نئی افتاد سے گھبرا گیا۔

اسے یقین تھا کہ مینڈک اپنی جسامت کے باعث غار کے اندر نہیں آ سکتا لیکن پتھروں کو کون روکے گا ۔۔۔؟

اس نے اپنی ننھی سی ٹارچ روشن کی اور غار کے اندر دیکھا جہاں تک روشنی کی لکیر پہنچ رہی تھی، غار صاف ستھرا دکھائی دے رہا تھا۔

وہ بے دھڑک غار کے اندر بھاگ اٹھا۔

وہ غار کے اندر اندھا دھند دوڑتا رہا۔ اسے عقب میں آتے ہوئے پتھروں کے لڑھکنے کی آوازیں بھی سنائی دے رہی تھیں



ٹھیک دس منٹ بعد پورے بارہ بجے کئی آدمیوں کے قدموں کی آوازیں سنائی دیں اور پھر ایک باوردی دستہ کیبن کی طرف بڑھتا دکھائی دیا۔

آنے والے تعداد میں بارہ تھے اور سب کے سب مسلح تھے—!

کیبن کا دروازہ کھلا ہوا تھا لیکن کیبن کے اندر اور باہر کوئی دکھائی نہیں دے رہا تھا البتہ صفدر جو گرگوری کے میک اپ میں تھا اسٹین گن بغل میں لٹکائے مچان پر ٹہل رہا تھا—!

اسکی نگاہ آنے والوں پر بھی جمی ہوئی تھی—

جیسے ہی آنے والے مچان کے سامنے والے راستے پر پہنچے صفدر نے گلے میں لٹکی ہوئی دوربین آنکھوں سے لگائی اور پھر وہ چیخ اٹھا۔

اے سب لوگ یہاں آؤ— اسکی آواز میں تحیر اور خوف کی واضح جھی جسے محسوس کرکے سب رک گئے—!

گرگوری—— کیا بات ہے—! وہ ایک حیرت سے چلائے۔

ادھر تو آؤ سب—— دیکھو ایک عجیب چیز دکھائی دے رہی ہے—! کیا چیز ہے اور یہ جنگل وغیرہ کہاں ہیں—؟ یہ آوازیں دوسرے دستے کی پکار کی تھی—!

وہ سب کوئے گر ادھر گیا ہے——! صفدر نے دوربین آنکھوں سے الگ کرکے اس طرف اشارہ کیا جدھر وہ دیکھ رہا تھا۔

ارے—— ارغ——! اچانک صفدر کے حلق سے چیخ نکلی اور اس نے دونوں ہاتھوں سے آنکھیں ڈھانپ لیں—!

دوسرے دستے کے کچھ سپاہی مچان کی طرف لپکے۔ یہ تعداد میں چار تھے جیسے ہی وہ چاروں آدمی سیڑھیاں چڑھنے لگے چار بے آواز گولیوں نے انھیں پلٹ کر زمین پر پھینک دیا۔

نیچے کھڑے ہوئے باقی آٹھ آدمیوں میں کھلبلی مچ گئی۔ انھوں نے جلدی سے اپنی اسٹین گنیں سنبھالنے کی کوشش کی لیکن بے آواز گولیوں نے انھیں اس کا موقع نہیں دیا——!

اچانک اوپر مچان سے صفدر نے اسٹین گن کے دہانے کا رخ نیچے کر کے فائر کھول دیا—— تینوں سمتوں سے آتی ہوئی بے آواز گولیوں اور صفدر کی فائرنگ سے چھ آدمیوں کا صفایا ہوگیا۔

باقی دو آدمی تیزی سے اس درخت کی طرف لپکے جو راستے کے دائیں طرف اگا ہوا تھا۔ صفدر کی اسٹین گن سے نکلی ہوئی گولیاں ان کے اطراف میں بکھریں اور وہ صاف بچ کر درخت کے موٹے تنے کی آڑ میں پہنچ گئے—

اچانک انہیں اپنے عقب میں آہٹ سنائی دی۔ وہ دونوں بھرتی سے پلٹے

سامنے جوزف کھڑا تھا اسے دیکھتے ہی دونوں حیرت سے چیخ کر کہا ——

بگش یہ تم لوگوں کو کیا ہوگیا ہے ——؟

گنس پھینک دو —— جوزف غرایا۔

دونوں آدمیوں سے ایک نے اچانک اپنی اسٹین گن سیدھی کر دی لیکن جوزف اس سے زیادہ پھرتیلا ثابت ہوا۔ اسکے دو فائر بے آواز ہوئے اور وہ ان کی گردنوں ان کے سینے پر پڑیں اور وہ دونوں جیسے بے جان ڈھیر ہو گئے۔

ابے او کالے —— کام ہو گیا کیا ——؟ اچانک عمران کی ہانک سنائی دی اور جوزف کے دانت نکل پڑے ——!

جوزف دی ٹائیگر کا نشانہ خطا ہے پاس سا! جوزف نے فخریہ سینہ تان کر دونوں لاشوں کو گھسیٹ کر جھاڑیوں میں ڈال دیا۔

رائی کیبن کا دروازہ کھول کر باہر آگیا۔ صفدر بھی مچان سے اتر آیا تھا۔

وہ چاروں کیبن کے پاس ہی کھڑے مردہ سپاہیوں کو دیکھ رہے تھے کہ اچانک کیبن کے اندر بیل دوبارہ چیخی ——!

رائی چونک کر عمران کی طرف دیکھنے لگا۔

سنڈ بیکر کی کال ہے ——!

تو ریسیو کر دو جا کر —— عمران نے جھلا کر کہا۔

نہیں عمران صاحب اس وقت صرف دوسرے دستے کے انچارج کو ہی ریسیو کرنی چاہئے ——!

ہوں —— میں نے اسکی آواز سنی تھی میں کوشش کرتا ہوں ——!

عمران نے کہکر کیبن کی طرف لپکا —— رائی بھی اسکے پیچھے ہی بڑھا۔

میں کاغذ پر لکھتا جاؤں گا۔ آپ جواب دیتے جایئے گا ——

یہ بہتر ترکیب ہے ——! عمران نے سطحی انداز میں سر ہلایا —— اور جلدی سے ٹرانسمیٹر آن کر کے ماؤتھ پیس ہاتھ میں لے لیا۔

خداوند کا غلام ڈیماس بول رہا ہے ——!

جیگر روانہ ہو چکا ہے کیا ——؟

یہ سچ ہے خداوند ——!

ہوں —— بانگو کہاں ہے ——؟ سنڈ بیکر کی سرگوشی میں بے چینی تھی

باہر مچان کے پاس خداوند ——! عمران نے اس کاغذ کی طرف دیکھتے ہوئے جواب دیا جس پر رائی جلدی جلدی جواب لکھنے میں مصروف تھا

اوہ —— ! تم محتاط ہو کر نگرانی جاری رکھو ——!

میری جان آپ پر فدا ہو خداوند ——! عمران نے دوسرے دستہ کے انچارج ڈیماس کے لہجے میں کہا ——!

کہو —— ڈیماس کیا پوچھنا چاہتے ہو ——؟

آپ کچھ پریشان محسوس ہو رہے ہیں خداوند!

مجھے شبہ ہے کہ کچھ لوگ جزیرے کی طرف متوجہ ہو گئے ہیں!

اوہ! کس کی موت نے اسے پکارا ہے خداوند!

تم اپنے فرض کی ادائیگی کی طرف توجہ دو ——!

سنڈیکیٹ کی سرگرمیاں ختم ہو گئیں۔ عمران نے ٹرانسمیٹر بند کر دیا

راکی نے ایک طویل سانس خارج کی اور عمران کی طرف دیکھنے لگا۔

جوزف اور صفدر اس وقت دروازے میں کھڑے باہر دیکھ رہے تھے عمران کی گفتگو ختم ہونے پر وہ بھی ان کے قریب آ گئے۔



شوگی اندھا دھند غار میں گھستا رہا۔

کافی اندر جاکر وہ رک گیا۔ اب پتھروں کے گرنے کی آوازیں نہیں سنائی دے رہی تھیں۔ اچانک شوگی کے ذہن میں ایک خدشے نے سر ابھارا اور وہ چونک اٹھا اسے خدشہ لاحق ہوا کہ کہیں پتھروں کی وجہ سے غار کا دہانہ بند نہ ہو جائے اگر ایسا ہوا تو اس غار سے قیامت تک رہائی ممکن نہیں ہوگی۔!

لیکن جلد ہی اسے امید کی ایک ہلکی سی کرن دکھائی دی اور وہ تیزی سے جیبیں ٹٹولنے لگا۔ جیب سے نقشہ نکال کر ہاتھ میں لیا اور اسے ٹارچ کی روشنی میں بغور دیکھنے لگا۔ پھر خوشی سے اس کی باچھیں کھل گئیں!

یہ وہی غار تھا جس کی نشاندہی راکی نے کی تھی۔

راکی نے اسے بتایا تھا کہ سنڈیکیٹ کے پلانٹ تک رسائی کا واحد راستہ یہ غار ہے جو راستے کے [illegible] پتھروں سے ہو کر گزرتا ہے۔۔۔ اور اس غار کے اختتام پر ایک خفیہ میکانزم ہے جس کے دبانے سے عجائب گھر کا دروازہ کھل جاتا ہے۔

شوگی نے ٹارچ بجھا دی اور گھپ اندھیرے میں غار کی دیوار کے ساتھ آگے بڑھنے لگا ــــــ اگرچہ راکی نے بتا دیا تھا کہ اس غار میں کسی قسم کا خطرہ نہیں تاہم شوگی کی محتاط طبیعت نے لاپرواہی گوارا نہ کی۔۔۔!

وہ بیس منٹ تک غار میں چلتا رہا۔

بیس منٹ بعد وہ سامنے کی دیوار سے ٹکرا گیا تو اسے محسوس ہوا کہ غار اختتام کو پہنچ گیا ہے ــــــ اس نے اطمینان کی سانس لی۔

غار ختم ہو گیا تھا اور وہ غار کے اس حصے میں پہنچ گیا جہاں سے عجائب گھر کو خفیہ راستہ کھلتا تھا ــــ اب شوگی کو اس خفیہ میکانزم کی تلاش تھی۔

شوگی نے اپنا ہاتھ اٹھا کر دائیں طرف غار کی دیوار سے لگا دیا اور پھیر پھیر کر ٹٹولنے لگا ــ یہ حیرت انگیز اتفاق تھا شاید اس کی [illegible] پہلی مرتبہ پیش آیا تھا کہ اس کا ہاتھ ٹھیک اس میکانزم سے ٹکرایا جس کی اسے تلاش تھی

جیسے ہی وہ میکانزم کو حرکت دے کر واپس [illegible] پہنچا اچانک غار کی دیوار دو حصوں میں تقسیم ہو گئی۔ وہ خفیہ راستہ [illegible] عجائب گھر میں کھلتا تھا راستے کے ادھر روشنی تھی اس لیئے غار کا وہ حصہ بھی روشن ہو گیا جہاں شوگی کھڑا تھا۔ شوگی بلا تاخیر اندر گھس گیا۔!

عجائب گھر سے عجیب قسم کی شور کی آوازیں آرہی تھیں۔ آوازیں اس قدر بھیانک اور کان پھاڑ تھیں کہ شوگی نے اندر گھستے ہی کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں ــ!

سیکڑوں درندوں کی ملی جلی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ شوگی نے عجائب گھر میں نگاہ دوڑائی ــ!

یہ عجائب گھر ایک بہت بڑا تہہ خانہ تھا۔ تہہ خانے کی چھت فرش اور دیواریں تک پختہ تھیں ــ اس کمرے میں سیکڑوں مضبوط سلاخوں والے پنجرے رکھے ہوئے تھے جن میں عجیب و غریب جانور بے قراری سے یا تو ٹہل رہے تھے یا پھر غصے سے دھاڑ دھاڑ کر سلاخوں سے سر ٹکرا رہے تھے۔

اس تہہ خانے کو عجائب گھر کی بجائے حیرت انگیز مخلوقات کا چڑیا گھر کہنا زیادہ مناسب تھا ـــــ دیو قامت درندے اور جانور تھے منہ سے بنے ہوئے تھے۔ ان کے لیے بہت ہی چھوٹے چھوٹے پنجرے تھے۔ معمولی اور حقیر جانوروں کے قد اس قدر بڑے تھے کہ ایک چوہے کی جسامت ہاتھی جتنی تصور کر لیجئے ــ!

شوگی نے ایک بات خاص طور سے محسوس کی کہ ہر جانور بڑی تکلیف کے عالم میں ٹہل رہا ہے جیسے اسے کوئی خاص بے قراری ہو۔ لیکن اچانک تہہ خانے میں سناٹا چھا گیا۔ جیسے ان تمام جانوروں نے کسی بڑے خطرے کی بو محسوس کی ہو ــ!

شوگی نے کانوں سے انگلیاں نکال کر حیرت سے ادھر ادھر دیکھا۔ اسے کچھ دکھائی نہ دیا ــ اچانک اسے نیچے فرش پر سرسراہٹ سی محسوس ہوئی۔ وہ چونک کر فرش کی طرف متوجہ ہو گیا ــ آہا ــ اچانک شوگی بچوں کی طرح کھل اٹھا ــ سامنے فرش پر ایک سنہری سانپ پڑا ہوا تھا۔!

سانپ کی لمبائی چھ انچ سے زیادہ نہ تھی لیکن وہ اس قدر خوبصورت سنہرے رنگ کا سانپ تھا کہ شوگی کا بے اختیار اسے اٹھا لینے کو جی چاہنے لگا۔ بادی النظر میں وہ سونے کا ننھا سا سانپ دکھائی دے رہا تھا لیکن جیسے ہی شوگی کی نگاہیں اس کی آنکھوں پر پڑیں اسے ایک جھٹکا سا لگا۔ ایسا محسوس ہوا جیسے سانپ کی آنکھوں سے زہریلی شعاعیں نکل کر اسے بے بس کئے دے رہی ہیں۔

سنہرے سانپ کی آنکھیں ہولے ہولے سرخ ہو رہی تھیں۔ پھر شوگی نے یوں محسوس کیا جیسے اس کا ذہن جاگتے جاگتے اچانک سو گیا ہو ــ اس نے فوراً اپنی تمام تر خود اعتمادی کو مجتمع کر کے اپنے آپ کو سنبھالا۔

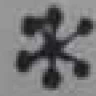
سانپ ایک جھٹکا کھا کر آگے کی طرف رینگنے لگا۔ شوگی کی آنکھوں میں بجلی کی سی شرارت ناچنے لگی۔ سانپ اسکی طرف بڑھ رہا تھا۔ اسکے چلنے سے سرسراہٹ ہو رہی تھی حالانکہ دیکھنے میں سانپ کی کھال کھردری نہ تھی ــ

چند انچ تک رینگنے کے بعد سنہرا سانپ اچانک رک گیا۔ اس وقت تک اسکی آنکھیں حد درجہ سرخ ہو گئی تھیں۔ شوگی نے دیکھا اسکی دوشاخہ زبان بار بار اندر اور باہر آ جا رہی تھی ــ

اچانک شوگی حیرت انگیز پھرتی سے جھک کر فرش پر گر گیا۔ سنہرا سانپ کی طرح تڑپ کر اچھلا تھا اور اسکے چہرے سے چند انچ کے فاصلے سے گذر کر ایک پنجرے سے ٹکرایا تھا ــ

شوگی بجلی کی سی تیزی کے ساتھ فرش سے اٹھا اور اٹھنے کے ساتھ ہی وہ
حیرت زدہ سا رہ گیا —— وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ خوبصورت ——
اور سنہرا سانپ اس قدر زہریلا بھی ہو سکتا ہے۔
سانپ جس پنجرے سے ٹکرایا تھا اس میں ایک جنگلی چوہا بند تھا لیکن
یہ چوہا اپنے اصل قد سے سینکڑوں گنا لمبا اور چوڑا تھا۔ سانپ سلاخوں سے ٹکرا کر
پنجرے کے اندر گر گیا —!
شوگی نے دیکھا سانپ کے گرتے ہی چوہے کے حلق سے ڈری ڈری چیخیں نکلیں
اور پھر سانپ ایک کر اسکے منہ جیسے سر سے ٹکرایا اور شوگی کی آنکھیں حیرت
سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں —!
دیو ہیکل چوہا پوری قوت کے ساتھ جنگلے سے بھڑ گیا
مضبوط جنگلے سے ٹکرانے سے جھنکار پیدا ہوئی۔ سانپ پڑے جنگلے
میں جا گرا۔ چوہا تکلیف سے چلاتا رہا۔ پھر وہ چکرا کر گر گیا اور ہمیشہ کے
لئے خاموش ہو گیا —
سانپ چوہے کے گرنے سے قبل ہی رینگ کر باہر آ گیا تھا۔
شوگی کے ننھے ننھے باریک لبوں پر ایک شریر مسکراہٹ دوڑ گئی
اور وہ چہک کر بولا۔ آ ستین قاتل — میں تمہیں فرزند بنا لوں گا۔
سانپ اب بھی فرش پر پڑا اسکی طرف گھور رہا تھا۔ اس کی دو شاخہ
زبان کے چلنے کی رفتار پہلے سے بھی تیز تھی —!
شوگی نے دونوں ہاتھ مل کر پھیلا لیے۔ سانپ اسکی آنکھوں میں

براہ راست دیکھ رہا تھا اور شوگی پلکیں جھپکائے بغیر اسکی نگاہوں میں نگاہیں
ڈالے ہوئے سانپ کی طرح بڑھنے لگا۔



آئندہ بارہ گھنٹوں میں کیا پروگرام ہے؟
سوائے شادی کے اور سب کچھ — عمران نے ٹھنڈی سانس بھری
میں سمجھا تھا شاید آپ سنجیدہ ہیں — راکی جھینپ گیا۔
سنجیدہ تو وہ الو کا پٹھا بھی ہے۔ عمران اچانک سنجیدہ سا ہو گیا
راکی حیرت سے اسے گھورنے لگا —!
کس کا ذکر کر رہے ہیں عمران صاحب!
اُسی ازار بند کا —!
کس کا —؟ راکی کے علاوہ صفدر بھی متوجہ ہو گیا۔
بلیو جوائے بھی ٹرانسمیٹر پر بات کر رہا تھا —!
صفدر اور راکی نے پہلے تو حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھا پھر یک گونہ

نیچے لٹکا کر ہنسنے لگے ۔ اور عمران بڑے بڑے منہ بنا کر جوزف کو گھورنے لگا جو کسی شکاری کتے کی طرح چوکنے انداز میں باہر دیکھ رہا تھا ۔ !

عمران صاحب آپ نے تو بے چارے خداوند کی مٹی پلید کر دی ۔ !

راکی کی ہنسی رکنے کا نام ہی نہ لے رہی تھی ۔ !

ایسے خود ساختہ خداوند تو ہمیشہ کے رینٹے میں پڑے رہتے ہیں ۔ عمران نے اٹھتے ہوئے کہا ۔ چلو اب کئی دنوں سے مجھے زار ہند کی نیب بھی گزر رہی ہے

تو کیا مسٹر جوزف کو واقعی زار ہند بنانے کا موڈ ہے ۔ !

ہاں لیکن ڈرائی کلیننگ کرانے کے بعد ــــ چلو اب ت ہو گیا ہے ۔ !

عمران نے جوزف کو باہر نکلنے کا اشارہ کیا اور پھر وہ سب کیبن سے باہر نکل آئے ۔ راکی نے ایک راستے کی طرف اشارہ کیا ۔ یہ راستہ چٹان کے پاس سے گھوم کر کیبن تک آنے والے راستے سے سیدھے ہاتھ مڑتا تھا ۔ !

یہ راستہ نسبتاً ناہموار اور پتھریلا تھا ۔ ان کے بوٹ پتھروں سے ٹکرا کر خاصی آواز پیدا کر رہے تھے ۔

جوزف بڑا چاق و چوبند دکھائی دے رہا تھا ۔

خوش قسمتی سے ایک بوتل اسے کیبن میں پڑی ہوئی مل گئی تھی ، چونکہ بوتل سر بمہر تھی اس لیے عمران نے اسے پینے کی اجازت دے کر گویا حاتم کی قبر پر لات مار دی تھی اور یہ حقیقت ہے کہ اس کا زنگی جیسا سیاہ جسم شراب ملنے کے بعد واقعی انجن بن جاتا ہے

صفدر البتہ خاموش تھا ــــ خاموش تو عمران بھی تھا لیکن اس کے چہرے پر سنجیدگی کے تاثرات نہیں تھے ۔ وہی حماقتوں کے ڈونگرے اس کے چہرے پر برس رہے تھے جو اس کی شخصیت کا طرۂ امتیاز تھے ۔

راکی ان سب کی نسبت زیادہ پر جوش دکھائی دے رہا تھا ۔

اس کا چہرہ دمک رہا تھا جیسے اس کے اندر ابلتا ہوا لاوا ابھرا ہوا ہو ، اس کی پرجوش حالت دیکھ کر صفدر یہ سوچ رہا تھا کہ کہیں وہ سارا کھیل ہی نہ بگاڑ دے !

تقریباً پون میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد وہ درختوں کے ایک گھنے ذخیرے میں پہنچ گئے ، درختوں کی شاخیں اوپر کچھ اس طرح الجھی ہوئی تھیں کہ درختوں کے تنے تک دکھائی نہیں دے رہے تھے ۔ !

وہ لوگ بے دھڑک راکی کے پیچھے اس ذخیرہ میں جا گھسے ، ابھی چند قدم ہی اندر گئے ہوں گے کہ اچانک سارا ذخیرہ روشنی میں نہا گیا ۔ !

صفدر نے پلکیں جھپکا کر دیکھا سامنے ایک درخت کا کئی فٹ چوڑا تنا ان کا راستہ گھیرے ہوئے تھا ــــ روشنی ہوتے ہی اس چوڑے تنے سے ایک توپ کا دہانہ برآمد ہوا ۔ !

چند لمحوں میں توپ کی نال تنے سے باہر جھانک رہی تھی ، ذخیرے میں روشنی مسلسل پھیل رہی تھی ۔ اب تو اس قدر اجالا ہو گیا تھا کہ زمین پر گری ہوئی سوئی بھی تلاش کی جا سکتی تھی ۔

راکی نے توپ کی نال دیکھتے ہی لپک کر اس کے دہانے میں جھانکا اور

اور چیخا — ٹمبرلین — گرینڈ لونگ لیو!

کوڈ —! نال سے کسی کی بھرائی ہوئی آواز آئی۔

خداوند کے غلام —!

راکی نے جیسے ہی کوڈ دہرایا نال واپس چلی گئی اور رستے کی وہ جگہ بالکل غائب ہو گئی جہاں سے نال برآمد ہوئی تھی — ہلکا سا نشان تک دکھائی نہیں دے رہا تھا —!

راکی نے ان کو اشارہ کیا اور وہ لوگ آگے بڑھ گئے۔

ابھی وہ لوگ چند قدم ہی بڑھے ہوں گے کہ اچانک سامنے پھیلا ہوا تنا دو حصوں میں منقسم ہو گیا۔ اور اتنا بڑا خلا پیدا ہو گیا کہ تین آدمی پہلو بہ پہلو اندر داخل ہو سکتے تھے —!

صفدر اس دروازے سے گزرتے وقت خود کو کسی طلسماتی کہانی کا کردار محسوس کر رہا تھا — وہ لوگ خاموشی سے اندر داخل ہو گئے!

دروازے کے اندر ایک کمرہ تھا جس کی دیواروں سے بآسانی پتہ چلتا تھا کہ یہ اس فلک بوس درخت کے تنے کو کھوکھلا کر کے بنایا گیا ہے!

عمران اور اس کے ساتھی جیسے ہی اس کمرے میں داخل ہوئے اندر ایک باوردی آدمی دکھائی دیا۔ وہ ایک میز پر بہت سی فائلیں اور کاغذ پھیلائے بیٹھا ہوا تھا۔

جیگر نے آگے بڑھ کر ایک کتاب پر دستخط کیے۔ اور کتاب میز پر کھلی رکھی تھی — اس کے بعد عمران صفدر اور جوزف نے بھی دستخط کیے۔

کی انہیں ان آدمیوں کے دشمنوں کے بارے میں بتا چکا تھا جن کے میک اپ میں وہ موجود تھے —!

باقی لوگ کہاں ہیں مسٹر جیگر —!

پیچھے آ رہے ہیں — ٹریس پاس کھولو —!

سوری مسٹر جیگر جب تک آپ کا دستہ مکمل نہیں ہو جاتا آپ اندر داخل نہیں ہو سکتے — یہ خداوند کا حکم ہے —!

کیا بکواس ہے — راکی نے جھنجھلائی سی آواز میں جھلا کر کہا۔ وہ لوگ سست رفتار ہیں تو کیا اس کا خمیازہ ہم لوگ ہی بھگتیں گے —!

میں مجبور ہوں — ویسے اگر آپ چاہیں تو میں خداوند سے دو بات کر لوں —

خداوند نے مجھے جلد آپریشن روم میں پہنچنے کا حکم دیا ہے!

میں آپ کے لیے معلوم کیے لیتا ہوں —!

اوکے۔ آپ دریافت کر لیں۔ راکی نے کنکھیوں سے عمران کی طرف دیکھ کر کہا، اس وقت راکی کی آنکھوں سے اس بات کا صاف پتہ چلتا تھا کہ وہ ابھی جگہ اس نئے حکم کے لیے حیران ہو رہا تھا۔ شاید یہ حکم جیگر کے فرار کے [illegible] بعد صادر ہوا تھا۔

اس وقت اس کمرے میں چار آدمی تھے جن میں سے ایک ان کا انچارج تھا، ایک آدمی اسٹین گنوں سے لیس ٹہلنے میں مصروف تھا۔ ایک ٹرانسمیٹر کے [illegible] قریب بیٹھا ہوا تھا اور چوتھا ایک سکرین کے سامنے ایستادہ تھا۔

سکرین پر اس وقت ذخیرے کے باہر کا منظر نظر آ رہا تھا۔ منظر کچھ ایسے طریقے سے دکھائی دے رہا تھا کہ سکرین کے سامنے بیٹھے ہوئے آدمی کے لئے ذخیرے کے اطراف کی نگرانی بہت آسانی ہو گئی تھی۔

سکرین والے آدمی کے الٹے ہاتھ پر ایک سوئچ بورڈ تھا جس پر مختلف بٹن لگے ہوئے تھے۔ سوئچ بورڈ پر ایک بٹن ایسا بھی تھا جس پر لفظ CANON لکھا ہوا تھا۔ یہ بٹن شاید اس توپ کو آپریٹ کرتا تھا جو کسی کے ذخیرے کے اندر داخل ہوتے ہی تنے سے برآمد ہوتی ہے۔

صفدر نے عمران کی طرف دیکھا جو ہلکے سروں میں منہ سے سیٹی بجا رہا تھا دوسرے ہی لمحے صفدر کو چونکنا پڑا۔ عمران سیٹی کی تان میں اس کے لئے پیغام نشر کر رہا تھا — جوزف بھی اس پیغام کو سمجھ رہا تھا۔ شاید اسی لئے اسکی آنکھوں میں فوراً وہ چمک لہرانے لگی جو شکار پر جھپٹنے سے قبل اسکی آنکھوں میں ابھر آتی ہے۔

انچارج اپنی سیٹ سے اٹھ کر ٹرانسمیٹر کی طرف بڑھ رہا تھا اور دونوں مسلح آدمی ٹہلتے ہوئے عمران اور صفدر کی طرف آ رہے تھے — !

دونوں آدمی عمران کے سامنے سے گذرے عمران نے ٹانگ آگے بڑھا دی۔ دونوں آدمی اسکی ٹانگ سے الجھ کر لڑکھڑائے اور صفدر نے ان کے سنبھلنے سے قبل ہی ان پر چھلانگ لگا دی — اور ان کو رگیدتا ہوا دیوار تک لے گیا — جوزف نے بڑی پھرتی سے گنوں پر قبضہ کر لیا۔

بس دوستو ہاتھ اٹھالو — ! جوزف کی غراہٹ بڑی خوفناک تھی —

انچارج کا ہاتھ ٹرانسمیٹر کا سوئچ آن کرنے ہی والا تھا کہ جوزف کی آواز سن کر ٹھٹھک گیا —

لیکن تم — تم لوگ باغی ہو گئے ہو — !

جوزف دی فائیٹر کہو باسٹرڈ — ! جوزف کی غراہٹ اس مرتبہ پہلے سے بھی زیادہ خوفناک تھی — لیکن اس بغاوت کا انجام جانتے ہو؟

اس مرتبہ انچارج راکی سے مخاطب ہوا تھا — !

تم اپنی جگہ سے حرکت مت کرو — راکی غرایا — عمران صاحب یہ اس سرخ بٹن تک نہ پہنچنے پائے ورنہ — !

عمران نے چونک کر انچارج کی طرف دیکھا وہ واقعی اس وقت غیر محسوس انداز میں کھسکتا ہوا ایک بٹن کی طرف بڑھ رہا تھا۔ یہ بٹن فرش سے تین فٹ کی بلندی پر دیوار میں لگا ہوا تھا — !

جیگر کے روپ میں راکی کی آواز سن کر انچارج چکرایا — وہ اپنے سامنے اپنے ساتھیوں کو دیکھ رہا تھا لیکن ان کی آوازیں مختلف تھیں —

جوزف بڑے چوکنے انداز میں چاروں سپاہیوں پر نگاہ رکھے ہوئے تھا اس وقت تک صفدر اور عمران اپنے ریوالوروں پر سائلنسر چڑھا چکے تھے — !

انچارج نے ایک بار پھر جائزہ لیا لیکن اسے محسوس ہو گیا کہ اسکی ذرا سی حرکت اسکے جسم کے چیتھڑے اڑا دینے کے لئے کافی ہو گی —

پھر اس نے عمران اور صفدر کو ریوالوروں پر سائلنسر چڑھاتے دیکھ کر سمجھ
لیا کہ اب ان کی زندگی کے لمحات بہت تھوڑے رہ گئے ہیں ——— !

اس نے شاید دل ہی دل میں کوئی فیصلہ کر لیا تھا۔ جان کی پرواہ کئے
بغیر اپنی جگہ سے اچھلا اور الارم بٹن کی طرف بڑھا لیکن صفدر اور عمران کے
ریوالوروں سے نکلی ہوئی دونوں گولیوں نے اس کے منہ سے چیخ تک نہیں
نکلنے دی۔ وہ دھم سے فرش پر گرا اور ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گیا۔

خلاف توقع اسی وقت جوزف کی توجہ ایک لمحے کے لئے باقی سپاہیوں
سے ہٹ گئی اسی وقت دو آدمی اس پر پوری قوت سے ٹوٹ پڑے۔
جوزف کے ہاتھ سے گن چھوٹ کر فرش پر گر گئی اور اتفاق سے گن پھسلتی
ہوئی سکرین والے سپاہی کے پاس جا پہنچی ———

خبردار گن سے ہاتھ دور رکھنا ——— عمران نے اپنا ریوالور
ہلا کر کہا لیکن دوسرے ہی لمحے اس نے محسوس کیا کہ اسکی دھمکی کارگر ثابت نہیں
ہو سکتی۔ صفدر اور عمران کے سامنے جوزف اور سپاہی ایک دوسرے
سے لپٹے ہوئے تھے۔ ایسے میں فائر کرنے سے جوزف بھی نشانہ بن سکتا تھا۔!

دوسرے نے بڑی پھرتی سے گن پر جھپٹا مارا تھا لیکن سپاہی اس سے پہلے
ہی گن پر قبضہ کر چکا تھا۔ دوسرا اس کے پاس سے پھسلتا ہوا دیوار سے جا
ٹکرایا ——— اس نے اٹھنے میں بالکل تاخیر نہیں کی۔ لیکن پھر بھی اسے
بہت دیر ہو چکی تھی۔ سپاہی کی اسٹین گن کا دہانہ عین اسکے سینے کی طرف اٹھا
ہوا تھا ———

اب دوستو اب سب لوگ دیوار کے ساتھ قطار بنا لو۔
ورنہ میں اسے بھون کر رکھ دوں گا ——— سپاہی کے
لہجے سے محسوس ہوتا تھا کہ وہ ضرورت کی صورت میں واقعی اپنی
دھمکی کو عملی جامہ پہنا دے گا۔

ریوالور پھینک دو ——— میں فائرنگ شروع کرنے والا ہوں!
اس مرتبہ سپاہی کی غراہٹ میں حد درجہ سفاکی تھی ——— میں
اپنے ساتھیوں کی بھی پرواہ نہیں کروں گا ——— تھرڈ
پوزیشنز !

عمران نے صفدر کی طرف دیکھا اور برا سا منہ بنا کر پھینک دو
یار۔ یہ بھی کیا یاد کرے گا کہ کس بزدل سے پالا پڑا تھا ——— !
عمران نے ریوالور فرش پر پھینک دیا۔ صفدر نے بھی اسکی
تقلید کی۔

جوزف نے اپنے جسم سے لپٹے ہوئے آدمی کو گن والے
کی طرف دھکیل دیا اور خونخوار نگاہوں سے مسلح سپاہی کو گھورنے
لگا ——— !

سب دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑے ہو جاؤ ———
مسلح آدمی غرایا۔ اور اس نے اسٹین گن کی نال کا دباؤ اس کے سینے پر بڑھا
بار راکی قدرے پیچھے ہٹ گیا۔

صفدر اور جوزف دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑے ہو گئے۔ عمران البتہ

اس جگہ کے قریب کھڑا ہو گیا جس کے عقب میں الارم کا بٹن لگا ہوا تھا۔۔۔

مسلح آدمی اس وقت تک ایسی پوزیشن لے چکا تھا کہ کمرے میں موجود ہر آدمی کی ایک ایک حرکت اسکی نگاہ میں تھی ۔۔۔ اور وہ پلک جھپکائے بغیر اسے دیکھ رہا تھا۔

اچانک اس نے جان کی پرواہ کیے بغیر اسٹین گن پر چھلانگ لگا دی۔ عین اسی وقت گن سے درجنوں گولیاں نکل گئیں اور عمران کے منہ سے افسوس کی سیٹی نکل گئی۔

شوگی کی نگاہیں سانپ پر جمی ہوئی تھیں اور وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہا تھا۔۔۔ پنجرے میں مقید تمام جانور خاموش تھے لیکن ان کی آنکھوں سے خوف جھلک رہا تھا۔۔۔!

اچانک سانپ غیر محسوس انداز میں پیچھے ہٹ گیا۔

اس قدر خطرناک سانپ کا یکلخت خوف زدہ ہو جانا واقعی حیرت انگیز تھا لیکن اگلے ہی لمحے شوگی کو سانپ کی مکاری کا علم ہو گیا۔ وہ آگے بڑھتے بڑھتے ایک جھٹکے سے رکا اور تیزی سے اچھل پڑا۔ اس کا یہی اچھلنا اسکے لئے زندگی کا پیغام بن گیا۔

سانپ آندھی کے ایک تیز رفتار جھونکے کی طرح شوگی کے پیروں کے نیچے سے نکلا تھا جیسے ہی شوگی کے قدم واپس فرش پر لگے۔ وہ بجلی کی طرح تڑپ کر دائیں طرف ہٹ گیا۔ سانپ نے ایک اور طویل ہوا میں جست لگائی تھی۔

اچانک شوگی اور سانپ نے بیک وقت جست لگائی اور پھر عجائب گھر میں جانوروں کے چنگھاڑنے، غرانے اور چیخنے سے شوگی کے کان پھٹنے لگے۔ پھر فضا میں ایک خوفناک پھنکار سنائی دی۔

پھنکار کی آواز سے تمام جانور سہم کر دوبارہ خاموش ہو گئے!

جست لگانے کے بعد سانپ اور شوگی فرش سے چار فٹ کی بلندی پر ایک دوسرے کے قریب پہنچے۔ شوگی نے ذرا سا پہلو بدلا۔ سنہرا سانپ اڑتا ہوا اس کے قریب سے گزرا لیکن دوسرے ہی لمحے ایک اور پھنکار سے پورا عجائب گھر لرز اٹھا تھا!

شوگی نے حیرت انگیز پھرتی سے سانپ کی دم پکڑ لی تھی۔ سانپ نے ایک زور دار جھٹکا لگایا لیکن شوگی کی گرفت بہت مضبوط تھی اس لیے سانپ کے طاقتور جھٹکے نے شوگی کا کام اور بھی آسان کر دیا۔۔۔!

شوگی نے اس وقت ہاتھ سے سانپ پکڑنے کا ایک خطرناک داؤ استعمال کیا تھا۔ اگلے ہی لمحے شوگی زمین پر کھڑا ہوا تھا اور اسکے دائیں ہاتھ میں سنہرا سانپ لٹک رہا تھا۔ شوگی نے سانپ کو لہرایا لیکن سانپ نے مزاحمت نہیں کی اور نہ ہی پھنکار کر غصے کا اظہار کیا۔ اس وقت وہی خطرناک سانپ بے ضرر کیچوے کی طرح اس کے ہاتھ میں جھول رہا تھا۔

سانپ کی دو شاخہ زبان اس وقت بھی تیزی سے اندر باہر ہو رہی تھی لیکن اب سانپ میں وہ پہلا سا دم خم نہیں تھا۔۔۔ شوگی نے اسے جسم سے دور رکھنے کے لئے ہاتھ کو پھیلا دیا۔

اب سانپ کو بند کرنے کے لیے شوگی کو کسی بوتل وغیرہ کی تلاش تھی۔ بوتل کا مسئلہ بھی جلد ہی حل ہو گیا۔

کچھ فاصلے پر پنجرے میں بالشت بھر لمبی بوتل دکھائی دی۔ اس بوتل میں کوئی سیال بھرا ہوا تھا۔ سیال دودھیا رنگ کا تھا۔ بوتل کے منہ میں ایک سوراخ دار

کارک لگا ہوا تھا جس میں سے ایک باریک پائپ کی نالی ایک دیوقامت جانور کے جسم تک چلی گئی تھی۔

اس پائپ کا دوسرا سرا اس جانور کے جسم میں انجکٹ تھا، جانور بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا، شوگی نے سلاخوں میں ہاتھ ڈال کر بوتل کو اپنی طرف کھینچ لیا۔

بوتل کو کھینچنے سے ربڑ کی باریک نالی کارک سے نکل گئی۔

شوگی نے بوتل پنجرے سے باہر کھینچ لی اور بوتل میں پڑے ہوئے سیال کو سونگھنے لگا۔ یہ ایک انتہائی بدبودار سیال تھا۔ شوگی نے سیال کو پنجرے میں الٹ دیا اور سانپ کو بوتل میں ڈال کر سوراخ دار کارک سے بوتل کا منہ بند کر دیا۔

شوگی نے بوتل کو جیب میں رکھ لیا اور کوٹ کی سائیڈ پاکٹ ٹٹولنے لگا اسکے ہاتھ میں اس کا مخصوص سگار آگیا اور شوگی جس نے بہت دیر سے سگار نہیں پیا تھا۔ سگار پینے کی بے ساختہ خواہش کو نہ دبا سکا۔

اس نے کوٹ کی جیب سے اپنا لائٹر نکالا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے وہ لائٹر کے شعلے کو قریب لگاتے لگاتے رہ گیا۔ اسکے حساس کان کسی کے قدموں کی چاپ سن رہے تھے ۔۔۔!

شوگی نے پھرتی سے سگار اور لائٹر کو جیب میں رکھا اور چھپنے کے لئے کسی محفوظ جگہ کی تلاش میں نگاہ دوڑائی۔

قدموں کی چاپ قریب آتی جارہی تھی ۔۔۔ شوگی اچھل کر دیوار کی طرف بھاگا ۔۔۔ دیوار کے ساتھ بنے ہوئے پنجروں اور اس میں بند دیو ہیکل جانوروں کے طویل و عریض سایوں کی وجہ سے دیوار اور پنجروں کے درمیانی راستے میں اندھیرا تھا۔!

شوگی اس اندھیرے راستے میں پہنچ گیا!

دفعتاً سامنے والی دیوار میں بنا ہوا خفیہ راستہ کھل گیا۔ اور ایک لحیم شحیم آدمی داخل ہوا۔ موٹے نے اندر آکر طائرانہ نگاہ تمام پنجروں پر ڈالی اور پھر عجلت میں گھومتے ہوئے ایک خالی پنجرے کی طرف بڑھ گیا۔

شوگی دبے پاؤں اپنی جگہ سے نکل آیا

موٹا پہلے سر ... سیٹی پر لگا ہوا خالی پنجرے کے قریب پہنچ گیا۔ اس نے دروازہ کھولا اور پنجرے کے اندر داخل ہو گیا۔

یہ پنجرہ بناوٹ کے لحاظ سے دوسرے پنجروں سے مختلف تھا۔ شوگی حیران تھا کہ موٹا پنجرے میں کیوں گھسا ہے۔ وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس پنجرے کے قریب ہو گیا لیکن جب وہ قریب پہنچا تو اسکے منہ سے حیرت زدہ سی سیٹی نکل گئی۔

موٹا آدمی پنجرے سمیت غائب تھا۔!

شوگی لپک کر اس جگہ پہنچا اور پھر یہ دیکھ کر اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں کہ وہاں ایک گہرا گڑھا ہوا تھا!

شوگی نے اندھیرے میں چھلانگ لگا دی اور اس کا سارا زور اس پر منتقل ہو گیا۔ وہ تیزی سے نیچے پہنچ گیا اور اگلے ہی لمحے وہ دوبارہ ایک پنجرے کی آڑ میں چھپ چکا تھا

گولیوں کی بوچھاڑ راکی کے پاس سے گذر گئی اور وہ اس سپاہی کو لے کر گھومتا
ہوا دیوار تک لے گیا۔ اسٹین گن سپاہی کے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔

گن فرش پر گری ۔۔۔ سکرین والا سپاہی۔ پھرتی سے جھک کر گن اٹھانے لگا۔

عین اسی وقت اس کی پیشانی پر عمران کی ٹھوکر پڑی۔ وہ ڈکراتا ہوا واپس پلٹا اور ٹرانسمیٹر
والے سپاہی سے ٹکرا گیا۔

یہ سپاہی فرش پر پڑے ہوئے ریوالوروں میں سے ایک اٹھانے کے لئے لپکا
تھا۔ جیسے ہی دونوں سپاہی ایک دوسرے سے الجھ کر فرش پر گرے۔ صفدر نے جلدی
سے سائیلنسر لگے ریوالوروں پر قبضہ کر لیا۔

اس سے قبل کہ دونوں گتھے ہوئے سپاہی ایک دوسرے سے الگ ہوتے صفدر
بے دردی سے ٹریگر دباتا چلا گیا اور دونوں سپاہی ایک دوسرے سے بغلگیر ہو کر ہمیشہ
کے لئے خاموش ہو گئے۔

چوتھے سپاہی نے جب یہ دیکھا کہ اسکی زندگی اور موت میں صرف چند لمحات
کا فرق رہ گیا ہے۔ اس نے ایک آخری کوشش بھی کر ڈالی۔ وہ جان کی پرواہ کئے بغیر

کی کے پیشانی گھونسے۔ سے کمرے میں ایسی جگہ سنوا دیا جہاں
ای پر چھپا تھا لیکن
صفدر کی بے آواز ریوالور کی گولیانے اس کے سر کے جھنجھرے بکھیر دیئے ۔۔۔!
چاروں سپاہی مردہ حالت میں فرش پر پڑے ہوئے تھے اور لکڑی کا فرش
ون سے سرخ ہو رہا تھا ۔۔۔!

میرا خیال ہے صفدر اور جوزف کو یہیں چھوڑ دیا جائے۔ راکی نے عمران سے
کہا۔ وہ اس وقت قدرے سنجیدہ دکھائی دے رہا تھا۔

میں بھی یہی سوچ رہا ہوں لیکن ۔۔۔! عمران نے یہ کہکر خاموش ہو گیا
اور اسکی نگاہیں ٹرانسمیٹر پر جم گئیں اور وہ چونک اٹھا۔

یہ ٹرانسمیٹر تم نے پہلے بھی کبھی دیکھا تھا ۔۔۔؟

نہیں۔ کیوں ۔۔۔؟ راکی کی بشاشت بڑھ گئی۔

نظر باز ٹرانسمیٹر ہے ۔۔۔! عمران نے جھک کر کہا اور راکی کا منہ بن
گیا ۔۔۔!

عمران صاحب ہمیں جلد از جلد آپریشن روم میں پہنچنا ہے ۔۔۔!

گگ ۔۔۔ کیوں ۔۔۔! عمران نے جرأت کا اظہار کیا۔

اس قدر تاخیر کسی مصیبت کا پیش خیمہ بھی بن سکتی ہے!

نہیں بن سکتی ۔۔۔ میں شرط لگا سکتا ہوں! عمران کا لہجہ استہزائیہ تھا۔

کیا نہیں بن سکتی ۔۔۔؟

خیمہ اور کیا ۔۔۔؟ عمران نے اتنی سادگی سے جواب دیا تھا کہ صفدر اور
راکی بے اختیار ہنس دیئے ۔۔۔!

خود صفدر عمران کی غیر ضروری تاخیر پر جھلا رہا تھا لیکن پھر شاید وہ یہ سوچ کر رہ گیا کہ عمران کی یہ حرکت مصلحت آمیز ہوتی ہے۔

دفعتاً کمرے میں بلی کے چیخنے کی آواز سنائی دی۔ وہ سب چونک کر اٹھے اور پھر انھیں یہ سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ ٹرانسمیٹر پہ کال آئی ہے۔

عمران نے بڑے اطمینان کے ساتھ ٹرانسمیٹر آن کیا اور ماؤتھ پیس کو منہ سے فاصلے پر رکھ کر انچارج کے لہجے میں گفتگو کا آغاز کیا۔ دوسری طرف سے آپریشن روم کا انچارج بول رہا تھا۔

جگر ابھی تک آپریشن روم میں نہیں پہنچا۔!

جگر یہاں موجود ہے ڈاکٹر صاحب؟ عمران نے ذرا کھانس کر جواب دیا۔

اسے جلدی روانہ کرو مجھے ایک اہم آپریشن کرنا ہے۔!

جگر کے دستے کے تین آدمی ابھی باہر ہیں۔ البتہ آتے ہی ٹیلی پاس کھول دیا جائے گا۔!

اوہ۔ پلیز جگر کو بھیج دو آپریشن بہت ہی اہم ہے۔ ڈاکٹر نے دوسری طرف سے جھلائی ہوئی آواز میں کہا۔

اوکے ڈاکٹر میں آپ کی خاطر ٹیلی پاس کھولے دیتا ہوں ورنہ خداوند کا حکم تو آپ جانتے ہی نہیں۔! عمران نے راکی کو آنکھ مارتے ہوئے جواب دیا اور ٹرانسمیٹر آف کر دیا اور ایک انگڑائی لے کر صفدر کو گھورنے لگا۔

اس ٹرانسمیٹر میں ایک ایسی آنکھ جو بولنے والے کی تصویر کسی دوسرے ٹرانسمیٹر پر منتقل کرتی ہے۔!

اوہ۔ پھر تو ڈاکٹر ابھی بدک گیا ہوگا!

راکی کی آنکھوں سے حیرت و سراسیمگی مترشح تھی

نہیں یہ اس آنکھ کو صرف وہی ٹرانسمیٹر کنٹرول کرتا ہے جو مستقل استعمال میں رہتا ہے۔!

یہ آپ کس طرح کہہ سکتے ہیں۔! صفدر نے پوچھا۔

سر کے بل کھڑا ہو کر کہہ سکتا ہوں۔ عمران عملی مظاہرے کے لئے جھکا ہی تھا کہ صفدر نے اسے پکڑ لیا۔

تو پھر چیک پوسٹ والے ٹرانسمیٹر کے بارے میں آپ ...

وہ ٹرانسمیٹر اندھا تھا۔!

آپ کا مقصد ہے اس میں ایسی آنکھ نہیں تھی

ہوتی تو تمھیں معلوم بھی ہو جاتا۔۔۔ یہ ٹرانسمیٹر ... مارنے میں بڑے ماہر ہوتے ہیں۔ عمران نے اسے سمجھانے والے انداز میں کہا اور صفدر نے بوکھلا کر منہ پھیر لیا۔

تو پھر عمران صاحب صفدر اور جوزف یہیں رہیں گے ناں!

ہاں لیکن صفدر کو انچارج کا میک اپ کرنا ہوگا!

یہ واقعی بہت ضروری ہے۔ راکی نے تائید کی

عمران نے صفدر کو ٹرانسمیٹر کے استعمال کا طریقہ سکھا دیا اور دوسری ضروری ہدایات دینے کے بعد جوزف کو تاکید کی کہ وہ اپنی کھوپڑی سے باہر نہ ہونے پائے۔

جواب میں جوزف نے دانتوں کی نمائش کر کے اسے مطمئن کر دیا۔

چلو۔ ٹرانس پاس کھولو۔! عمران نے راکی کو اشارہ کیا۔

راکی نے کمرے کے ایک کونے میں پڑی ہوئی ایک گول میز کو پوری قوت سے گھمایا۔ میز گھومی اور ساتھ ہی لکڑی کے فرش میں ایک اتنا بڑا خلا پیدا ہو گیا جس سے ایک آدمی بآسانی گذر سکتا تھا۔

عمران اور راکی اس خلا میں بنی ہوئی سیڑھیوں سے اتر گئے۔ انھوں نے جو سیڑھیاں طے کی ہوں گی کہ اوپر فرش برابر ہو گیا اور سیڑھیوں پر روشنی پھیل گئی۔۔۔!

وہ دونوں خاموشی سے سیڑھیاں اترتے رہے۔

دو منٹ بعد وہ آخری سیڑھی پر پہنچے۔ آخری سیڑھی کے سامنے راستہ بند تھا۔ راکی آخری سیڑھی بھی اتر گیا اب وہ ایک چوکور فرش پر کھڑا تھا۔ عمران بھی اسکے پاس پہنچ گیا۔

اچانک وہ چوکور فرش پر نیچے دھنسنے لگا۔ چند ثانیے بعد فرش رک گیا اور ان کے سامنے ایک طویل راہداری کا راستہ کھل گیا۔

عمران اور راکی خاموشی سے راہداری میں بڑھتے چلے گئے۔

راہداری کی دیواریں، چھت اور فرش ٹائیلوں کا بنا ہوا تھا۔ بائیں طرف کی دودھیا ٹائیلوں والی دیوار میں زمین سے سات فٹ کی بلندی پر سیاہ رنگ کا حاشیہ تھا۔ یہ حاشیہ سیاہ رنگ کی ٹائیلوں سے بنا ہوا تھا۔

راکی راہداری میں چلتے چلتے اس حاشیے کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ پندرہ میں قدم چلنے کے بعد اسے ایک ٹائیل پر "او۔ آر" لکھا ہوا دکھائی دیا۔

راکی نے اس ٹائیل پر ہتھیلی کا دباؤ ڈالا۔ ٹائیل دیوار میں دھنس گئی اور اس ٹائیل کے چاروں طرف لگی ہوئی ٹائیلیں از خود سرک کر ادھر ادھر ہو گئیں۔ اس طرح ایک چھوٹا سا خلا پیدا ہو گیا۔

راکی نے اس خلا میں ہاتھ ڈال کر ایک مائیک نما آلہ نکالا اور بولا۔

خداوند کا غلام جیگر۔۔۔!

عمران کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔ راکی نے جیگر کے لہجے کی کامیاب نقل اتاری تھی۔۔۔!

راکی نے جیسے ہی فقرہ ختم کیا داہنی ہاتھ کی بہت سی ٹائیلوں نے جلدی سے کھسک کر دروازہ بنا دیا۔۔۔ راکی نے آلہ خلا میں رکھ دیا اور عمران کے ساتھ دروازے میں داخل ہو گیا۔

خاصہ بڑا کمرہ تھا۔۔۔ آپریشن کے جدید ترین سامان سے بھرا ہوا۔ کمرے کے درمیان آپریشن ٹیبل تھا۔۔۔ میز پر ایک آدمی بے حس و حرکت لیٹا ہوا تھا ایک سفید رنگ کی چادر اس بے ہوش آدمی کے جسم پر پڑی ہوئی تھی۔

وہ دونوں جیسے ہی کمرے میں داخل ہوئے ایک جوان سال خوبصورت آدمی نے مسکرا کر ان کا خیر مقدم کیا۔۔۔!

مسٹر جیگر یو آر لیٹ۔۔۔!

سوری ڈاکٹر۔۔۔ خداوند کی بعض پابندیوں کی وجہ سے اکثر ایسا ہو جاتا ہے۔۔۔ بہرطور میں حاضر ہوں!

میرا اسٹاف آج بیمار ہے ورنہ میں آپ کو تکلیف نہ دیتا۔

آل رائٹ ڈاکٹر ——— ہم خداوند کے لیئے اپنی جانیں وقف کر چکے ہیں۔

تھینک یو مسٹر جگر ——— ! ڈاکٹر نے راکی کا جواب سن کر جس قدر خوشی کا اظہار کیا تھا۔ اس سے عمران کو اندازہ ہو گیا کہ ڈاکٹر منڈر بگر کے جان نثاروں میں سے ایک ہے۔

میرا خیال ہے کہ آج کا آپریشن بہت اہم ہے؟

یس مسٹر جگر بہت ہی اہم۔ اس قدر اہم کہ خداوند کے مشن کا انحصار بڑی حد تک اسی آپریشن پر ہے!

آج ہم ملک کی ایک اہم ترین شخصیت کا آپریشن کریں گے! ڈاکٹر مارے خوشی کے پھولا جا رہا تھا۔ راکی اور عمران دونوں کے دل دھڑکنے لگے۔

کون سی شخصیت ہے ڈاکٹر ——— ؟ راکی نے بظاہر بڑے اشتیاق کا مظاہرہ کیا۔ عمران کے کان ڈاکٹر کی طرف لگ گئے۔!

خود ہی دیکھ لو مسٹر جگر ——— ! ڈاکٹر نے ٹیبل کی طرف بڑھتے ہوئے کہا

ڈاکٹر جیسے ہی آپریشن ٹیبل کی طرف پلٹا راکی نے عمران کی طرف دیکھا۔ عمران کا چہرہ میک اپ کی وجہ سے سپاٹ تھا البتہ اسکی آنکھوں سے گہری تشویش عیاں تھی ———

راکی نے عمران کو فکر مند محسوس کیا تو وہ بھی سوچ میں پڑ گیا کہ پردہ ہٹتے ہی دیکھئے کون سامنے آتا ہے۔ ڈا

ڈاکٹر اب دونوں کی دلی کیفیات سے لاپرواہ آگے بڑھ رہا تھا

راکی اور عمران کے دلوں کی دھڑکنیں تیز تر ہو گئیں

ڈاکٹر پر وقار انداز میں چلتا ہوا میز تک پہنچا اور پھر اس نے پھرتی سے بے ہوش آدمی کے چہرے سے چادر کھینچ لی۔!



شوگی نے پنجرے کی آڑ سے دیکھا فرش میں بنے ہوئے کنڈے سے پنجرے کا بالائی حصہ ڈھلکا ہو رہا تھا۔ دو سیکنڈ بعد پورا پنجرہ فرش سے باہر نکل آیا

شوگی نے غور سے پنجرے کی طرف دیکھا۔ پنجرہ خالی تھا۔ اسے یہ سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ پنجرہ بطور لفٹ استعمال ہوتا ہے اور پھر اسکے ننھے ننھے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی ——— وہ اس خودکار لفٹ کو اچھی طرح سمجھ گیا تھا۔

شوگی نے ایک نظر عجائب گھر کا جائزہ لیا۔ تمام جانور خاموش تھے۔ لیکن بے چینی سے اپنے پنجروں میں ٹہل رہے تھے۔

ہر طرف سے مطمئن ہو کر شوگی پنجرے میں داخل ہو گیا۔ اس نے دروازہ بند کیا اور دوسرے ہی لمحے اسے پنجرے کی ایک مضبوط سلاخ کا سہارا لیا

لمبا پڑا۔ لفٹ دروازہ بند کرتے ہی بجلی کی سی تیزی کے ساتھ نیچے دھنسی تھی۔ پھر ایک اور جھٹکا لگا اور لفٹ رک گئی۔ لفٹ کے رکتے ہی پنجرے کا دروازہ کھل گیا۔

شوگی پنجرے سے باہر نکل آیا۔ اس وقت وہ ایک طویل و عریض ہال کے سرے پر کھڑا ہوا تھا۔

ہال میں ایک بہت بڑا آٹومیٹک پلانٹ لگا ہوا تھا۔

شوگی جس جگہ کھڑا تھا وہاں سے پلانٹ کا آخری حصہ بھی دکھائی دے رہا تھا۔ وہاں ایک بہت بڑا گول ٹینک بنا ہوا تھا جسکے نیچے ایک بہت بڑا فرنس جل رہا تھا۔

گول ٹینک سے شیشے کے بنے ہوئے دو پائپ ایک بہت بڑے شیشے کے جار تک آتے دکھائی دیتے ہیں۔!

شوگی نے آگے بڑھ کر آہٹ لی اس وقت پورے پلانٹ میں کوئی شخص دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ شوگی کو اس موٹے آدمی کی فکر تھی جو اس سے پہلے پلانٹ تک آیا تھا۔ اس کا دور دور تک نام و نشان تک دکھائی نہیں دیا۔

وہ چند قدم آگے بڑھا اور پھر وہ حیرت سے چونک اٹھا۔ گول ٹینک سے آتے ہوئے دونوں شیشے کے پائپ کسی زرد رنگ کے سیال سے پیلی رنگت اختیار کر رہے تھے۔!

شوگی تیزی سے آگے بڑھا۔ وہ پلانٹ کے پلیٹ فارم کی آڑ میں چل رہا تھا اس کا رخ گول ٹینک کی طرف تھا۔ کچھ مسافت طے کرنے کے بعد وہ گول

ٹ [illegible]

[illegible] کے قریب پہنچ گیا۔ اس نے آہٹ لی اور پلیٹ فارم کے نیچے سے نکل [illegible]

[illegible] رنس کے جلنے سے شوں شوں کی آواز اب کانوں کو ناگوار گزرنے لگی تھی۔

شوگی نے پلیٹ فارم کے نیچے جھک کر دیکھا دوسری طرف چند آدمیوں کی [illegible] بھی دکھائی دے رہی تھیں۔ اس نے پلیٹ فارم کے اوپر جانے والی سیڑھیوں [illegible] قدم رکھا لیکن دوسرے ہی لمحے وہ پھرتی سے اچک کر دوبارہ پلیٹ فارم کے [illegible] پہنچ گیا۔!

اوپر کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دے رہی تھی۔

شوگی نے ذرا سا ٹیڑھا ہو کر دیکھا۔ آنے والا ایک دبلا پتلا سا آدمی تھا اس نے ایک کنستر اٹھا رکھا تھا۔ پلیٹ فارم سے اتر کر وہ ہال میں چلتا ہوا اس جگہ پہنچا جہاں شیشے کا بہت بڑا جار رکھا ہوا تھا۔

دبلے پتلے آدمی نے کنستر کندھے سے اتارا اور پھر وہ پلیٹ فارم کی سیڑھیاں چڑھ کر جار کے پاس پہنچ گیا۔ شوگی بھی اپنی جگہ سے نکلا اور اسکے عقب میں اوپر پہنچ گیا ـــــ اوپر پہنچکر شوگی نے لوہے کے ایک موٹے ستون کی آڑ لے لی اور جھانک کر دیکھنے لگا۔

وہ آدمی اس وقت کنستر کا ڈھکنا کھول رہا تھا۔ اس نے کنستر کا ڈھکنا اٹھا کر دونوں ہاتھوں سے کسی آدمی کے دو بازو باہر کھینچے۔ شوگی نے اپنی تمام تر توجہ اسکی طرف مبذول کر دی ـــــ لیکن دوسرے ہی لمحے اسکے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

کنستر سے برآمد ہونے والے بازو کندھوں کے قریب سے کٹے ہوئے تھے۔

شوگی اپنی جگہ دم سادھے کھڑا دیکھ رہا تھا۔ دبلے پتلے آدمی نے دونوں

بازوؤں کے بعد کچھ اور کٹے ہوئے انسانی اعضاء کنستر سے نکالے اور شیشے کے جار میں ڈالنے لگا ۔۔۔!

شیشے کے جار میں زرد سیال کی سطح لحظہ بہ لحظہ اونچی ہو رہی تھی۔ ان اعضائے رئیسہ کی وجہ سے سیال کی سطح یکدم ڈیڑھ فٹ بلند ہو گئی اور پھر شوگی نے جھرجھری لے کر آنکھیں بند کر لیں۔

زرد سیال میں پڑے ہوئے اعضاء کا گوشت ہڈیوں سے علیحدہ ہو رہا تھا۔ کچھ دیر بعد سیال کی رنگت بدلنے لگی ۔۔۔ دبلا پتلا آدمی اطمینان سے کھڑا جار کا جائزہ لیتا رہا۔

تقریباً تین منٹ بعد سیال کی رنگت سبز ہو گئی ۔۔۔ اس وقت جار میں گوشت اور ہڈیوں کا نام و نشان تک نہ تھا۔

کنستر والے آدمی نے جار کا منہ بند کر دیا اور جار کے دائیں طرف لگی ہوئی ایک ٹیب کو کھول دیا ۔۔۔ اس ٹونٹی کا منہ آگے جا کر ڈراپر کی طرح باریک ہو رہا تھا۔ ٹونٹی کے ذرا سے منہ سے سبز سیال قطرہ قطرہ کر کے ایک ربڑ کی باریک نلی میں گرنے لگا۔

اچانک شوگی کو کسی کی بھاری آواز سنائی دی ۔۔۔ وہ چونک کر اپنی دائیں طرف متوجہ ہو گیا ۔۔۔ لوہے کے موٹے ستون سے جھانک کر شوگی نے دیکھا تو اسے وہی موٹا آدمی دکھائی دیا جو پنجرے کے نزدیک پلیٹ فارم تک پہنچا تھا۔ وہ اس وقت کسی آدمی کو ہدایات دے رہا تھا۔

شوگی اپنی جگہ سے ہٹ کر ایک دوسرے ستون کی آڑ میں ہو گیا! دوسرے ستون تک پہنچتے ہی شوگی کے کانوں میں ایک اور آدمی کی آواز پہنچی ۔۔۔ اس نے تھوڑا سا سر نکال کر دیکھا ۔۔۔ ایک آدمی موٹے سے کہہ رہا تھا۔

باس آپریشن روم سے ڈاکٹر کی کال ہے۔

ہوں ۔۔۔ موٹے کے منہ سے غراہٹ سی نکلی اور وہ تیزی سے ایک کمرے کی طرف چل دیا۔؟

موٹا آدمی جس کمرے کی طرف بڑھا تھا وہ شوگی کے عقب میں واقع تھا ۔۔۔ شوگی نے جب آپریشن روم سے آنے والی کال کے بارے میں سنا تو سے موٹے کی اہمیت کا احساس ہوا۔

وہ پھرتی سے اپنی جگہ سے نکلا۔ اور دوبارہ پلیٹ فارم کی سیڑھیاں اترتا ہوا فرش پر پہنچ گیا ۔۔۔ نیچے پہنچتے ہی وہ پلیٹ فارم کے نیچے گھس گیا۔ اور پھر تقریباً دوڑتا ہوا پلیٹ فارم کے نیچے سے گزر گیا۔ دوسری طرف نکلتے ہی اسے موٹا دکھائی دیا۔!

شوگی نے اپنے عقب میں دیکھا۔ بہت دور پنجرے کی طرف چند آدمی دکھائی دے رہے تھے لیکن ان کی پیٹھ شوگی کی طرف تھی۔ اس لئے وہ بے فکری سے موٹے کے تعاقب میں اس کمرے میں گھس گیا جس میں موٹا داخل ہوا تھا۔ شوگی نے کمرے میں داخل ہوتے ہی ادھر ادھر نگاہ دوڑائی اور اس سے قبل کہ موٹا دروازے کی طرف منہ موڑتا وہ لپک کر ایک میز کے نیچے گھس گیا یہ میز دیوار کے ساتھ لگی ہوئی تھی کمرے میں چونکہ بلب روشن تھا اس لئے میز کے نیچے قدرے اندھیرا تھا۔

شوگی نے اپنی نیم تاریک پناہ گاہ سے جھانک کر دیکھا موٹا ایک

سکرین کے سامنے کھڑا تھا اس نے چند بٹنوں کی چھیڑ چھاڑ کے بعد سکرین پر نگاہیں گاڑ دیں۔

سکرین پر کچھ دیر تک لہروں کے جھماکے ہوتے رہے، پھر جو منظر سکرین پر دکھائی دیا اسے دیکھ کر شوگی نے اچھلنے کی کوشش کی لیکن جگہ کم ہونے کے باعث اچھلنے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔

سکرین پر آپریشن روم کا منظر تھا۔

شوگی نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا۔ ن روم کے درمیان میں ٹیبل پر سر سلطان بے ہوش پڑے ہوئے تھے۔ شوگی نے ان کو جو تکتے دیکھا ——

عمران اس وقت بھی مند بجز کے بسا ہوا میں سے یہ نے میک اپ میں تھا!

سکرین پر ٹیبل کے برابر میں کھڑے ہوئے ڈاکٹر نما موٹے نے گفتگو کا آغاز کیا۔ مسٹر سمتھ آج ہم ایک اہم آپریشن کرنے والے ہیں—!

اوہ ڈاکٹر —— یہ شخص کون ہے—!

ملک کی ایک اہم شخصیت۔ خداوند کی خواہش ہے کہ انھیں بیہودہ خبط کا بنا کر واپس ان کی خوابگاہ تک پہنچا دیا جائے!

اوہ — پھر خداوند کے حکم کی تعمیل میں اس قدر تاخیر کیوں—؟

تاخیر— نہیں۔ مسٹر سمتھ تم ہاٹ سپلائی کرو— ہم آپریشن کے لئے بالکل تیار ہیں!

اوکے ڈاکٹر— مسٹر سمتھ نے یہ کہہ کر سکرین آف کر دی۔ لیکن اسی وقت دوبارہ ٹرانسمیٹر پر بلب نے سگنل دیا۔ سمتھ جلدی سے ٹرانسمیٹر کی طرف بڑھا اور ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔

اس مرتبہ سکرین پر صرف لہروں کے تڑپنے کا منظر دکھائی دیا اور کسی کی تصویر نہیں دکھائی دی۔ سمتھ باادب کھڑا ہوگیا اور پھر شوگی نے کسی کی بڑبڑاہٹ سنی!

سمتھ —— ڈاکٹر کی کال ملی—!

ہاں خداوند —— میں ابھی سپلائی کے لئے جا رہا تھا—!

خیال رہے ہمارے مشن میں کسی قسم کی کوتاہی نہ رہے—!

خداوند کے حکم کی تعمیل ہوگی—! سمتھ نے سر جھکا کر کہا اور اسکرین پر تڑپتی ہوئی لہروں کے جھٹکے مدھم ہوتے ہوتے ختم ہوگئے—!

شوگی اپنی گھڑی پر دیکھ رہا تھا جس کی چابی اس نے سرگوشیوں کے شروع ہوتے ہی دبا دی تھی— گھڑی کے ڈائیل پر ایک سرخ رنگ کی فاضل سوئی لگی ہوئی تھی۔ سرگوشیاں شروع ہوتے ہی سرخ سوئی نے حرکت کرنا شروع کر دیا تھا اور آواز کے بند ہوتے ہی سوئی ایک ہندسے پر رک گئی تھی—

شوگی نے وہ ہندسہ ذہن نشین کر لیا۔ موٹا سمتھ کمرے سے جا چکا تھا۔ شوگی نے اس مرتبہ اس کا تعاقب نہیں کیا۔ بلکہ وہ اپنی جگہ بڑے ضبط کے ساتھ بیٹھا رہا اور چند لمحوں بعد جب اسے یقین ہوگیا کہ سمتھ دروازے سے بہت دور جا چکا

ضرور جوہری توانائی کا ایک مرکب

ہوگا وہ اپنی جگہ سے نکل آیا—

شوگی گربہ قدمی سے چلتا ہوا دروازے تک پہنچا۔ جھانک کر باہر دیکھا — دور موٹا سمتھ چند آدمیوں سے ہاتھ ہلا ہلا کر گفتگو کر رہا تھا۔ شوگی نے گھڑی پر نگاہ ڈالی۔ سرخ سوئی جو پہلے بارہ کے ہندسے پر تھی سرک کر گیارہ پر پہنچ گئی تھی— اس نے اطمینان سے سر ... دروازے سے نکل کر دائیں ہاتھ چلا۔

سرخ سوئی قدرے اور پیچھے سرک —— شوگی سمجھ گیا کہ وہ درست جا رہا ہے —— وہ آگے بڑھتا رہا۔

اب وہ گول ٹینک کے بالکل عقب میں پہنچ گیا تھا۔ اچانک سوئی اپنی جگہ سے آگے کو سرک گئی۔ شوگی رک گیا۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا۔ نکلنے کو کوئی راستہ نہ دکھائی دیا۔ سامنے اور دائیں طرف چند قدم کے فاصلے پر دیوار تھی۔ اور بائیں طرف گول ٹینک تھا۔ شوگی نے اپنے پیچھے دیکھی اور پھر وہ ایک دم دائیں طرف مڑا سوئی نے آگے کی طرف حرکت کی۔

شوگی نے آگے بڑھ کر سوئی کی حرکت کا جائزہ لیا تو اسے رک کر دائیں طرف سے پورے گول ٹینک کو جائزہ لینا پڑا۔ کچھ دیر غور و فکر کرنے کے بعد وہ ٹینک کی طرف بڑھ گیا — اس نے بازو پھیلایا۔ اور گھڑی پر نگاہ رکھتے ہوئے بازو کو ٹینک کے ساتھ ساتھ گھمانا شروع کیا —!

سرخ سوئی غلط جانب حرکت کرتی رہی۔ اچانک وہ ٹھٹھک گیا اور سوئی تیزی سے چند ہندسے پیچھے ہٹ آئی — شوگی نے غور سے دیکھا تو ٹینک کے نچلے حصے میں ایک کیل دکھائی دی۔ اس نے کیل کو پکڑ کر کھینچ لیا۔ کچھ نتیجہ برآمد نہ ہوا —

اس کیل کو دائیں بائیں گردش دینے کی کوشش کی لیکن نتیجہ وہی ڈھاک کے تین پات — اب اس نے پوری قوت سے کیل کو دبا دیا اور اگر وہ پھرتی سے الگ نہ ہٹ گیا ہوتا تو وہ اس گڑھے میں گر گیا ہوتا جو ٹینک کے عین نیچے بن گیا تھا!

شوگی رینگ کر اس میں داخل ہو گیا —!

سرخ سوئی درست حرکت کر رہی تھی وہ گڑھے میں رینگتا چلا گیا۔ اس گڑھے میں گہری تاریکی تھی۔ لیکن اس نے ٹارچ روشن نہیں کی۔ راکی نے اسے

ے کر دی تھی کہ اس خفیہ راستے میں روشنی کی ایک کرن تک استعمال نہ کرے!

وہ اس غار میں رینگتا رہا — غار متعفن تھا اور حد درجہ تاریک بھی لیکن گی ان تمام چیزوں سے لاپرواہ آگے بڑھتا رہا۔ پانچ منٹ بعد اسے رینگنے س تکلیف دہ عمل سے نجات مل گئی —

اب غار کا دہانہ آ گیا تھا —— یہ دہانہ اس قدر تنگ تھا کہ شوگی جیسا دبلا انسان ہی اس میں سے رینگ کر دوسری طرف جا سکتا تھا۔ وہ رینگ کر بڑھا اور دہانے سے نکلنے کے بعد وہ نسبتاً روشن جگہ پہنچ گیا —!

شوگی نے دیکھا یہ پائپ تھا۔ ایک گول ٹین کا پائپ جس کے انتہائی رے پر آگ روشن تھی —— شوگی نے آنکھیں مل کر دوبارہ دیکھا اور پھر اس کے ے جان ہونٹوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی —— اس نے کوٹ کی جیب سے ایک تہہ شدہ سیلوفین نکالا اور اسے کھولنے لگا —

یہ سیلوفین کھولنے پر ایک ننھا سا لباس ثابت ہوا۔ شوگی نے بہ عجلت وہ لباس اپنے سوٹ پر پہن لیا۔ اور ٹین کے پائپ میں اتر گیا۔ وہ تیزی سے نیچے پھسلا اور پلک جھپکتے ہی وہ پائپ کے دوسرے کنارے پر پہنچ چکا تھا!

اس نے غور سے دیکھا جسے وہ آگ سمجھ رہا تھا وہ ایک سرخ رنگ کی کرسی تھی جس پر کمرے میں روشن بلب کی روشنی براہ راست پڑ رہی تھی۔

وہ بآہستگی اس کرسی پر اتر گیا —

کرسی پر اترتے ہی اس نے دیکھا ایک شخص اس کی جانب پیٹھ کیے میز پر جھکے ہوئے کچھ پڑھنے میں مصروف ہے۔ اس کے برابر میں ایک سکرین روشن تھی جس پر برٹش روم کا وہ ٹیبل دکھائی دے رہا تھا جس پر سلطان بیٹھے ہوئے تھے

کے عالم میں پڑے ہوئے تھے ——— اچانک شوگی چونک کر کرسی سے اترا اور کمرے میں رکھے ہوئے ایک شلف کی آڑ میں ہو گیا۔

کرسی پر بیٹھے ہوئے آدمی نے اچانک کرسی گھما کر پیچھے دیکھا تھا۔

شوگی کے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ اسے یقین نہیں آتا تھا کہ اس کے سامنے روشنی میں موجود کوئی انسان ہے۔ اس نے زندگی میں اتنا کریہہ الشکل آدمی نہیں دیکھا تھا۔!

اس شخص کے دو بڑے بڑے دانت ہونٹوں سے جھانک رہے تھے جس کی وجہ سے وہ درندوں کی طرح سانس لے رہا تھا۔

شوگی کے جسم میں ایک ٹھنڈی لہر دوڑ گئی ——— بلا شبہ وہ منڈریکر ہی تھا ——— اور پھر شوگی کا جسم پسینے میں بھیگتا چلا گیا۔

منڈریکر اسی شیلف کی طرف بڑھتا چلا آ رہا تھا جس کے عقب میں شوگی چھپا ہوا تھا۔!

ڈاکٹر نے جیسے ہی بے ہوش آدمی کے چہرے سے چادر کھینچ کر الگ کی۔ عمران کے منہ سے نکلنے والی بے ساختہ سیٹی پر قابو پانے کے لیئے پھرتی سے منہ پھیر لیا۔ ورنہ شاید ڈاکٹر اس کے چونکنے کو محسوس کر لیتا۔!

آپریشن ٹیبل پر سر سلطان بے ہوش پڑے تھے۔!

راکی چونکہ سر سلطان سے ناواقف تھا اس لیئے اس کے چونکنے کا سوال ہی نہ تھا ——— یہ ناواقفیت اس کے حق میں بہتر ہی ثابت ہوئی۔

راکی نے عمران کی طرف دیکھا لیکن عمران کا چہرہ سپاٹ تھا البتہ اس نے آنکھوں ہی آنکھوں میں سر سلطان کی اہمیت اس پر ظاہر کر دی۔

ڈاکٹر سر سلطان پر جھکا ہوا تھا۔ اس نے چادر سر سلطان کے پورے جسم سے الگ کر دی۔ عمران نے دیکھا سر سلطان کے پورے جسم پر تاریں لپٹی ہوئی تھیں۔ ان میں سے ایک تار دائیں طرف رکھی ہوئی ایک مشین کی طرف جا رہی تھی ——— اسی مشین سے ای۔ سی کارڈیو گرام حاصل ہوتا تھا۔ دو تاریں ان کے ناک اور منہ میں گھسی ہوئی تھیں۔

ڈاکٹر نے راکی کی طرف دیکھا اور بولا مسٹر جیگر ری ایکٹر کو کنٹرول کریں میں منہ سے ماسٹس کی سپلائی کے لیئے کہتا ہوں" ڈاکٹر نے ٹرانسمیٹر پر کسی سے رابطہ قائم کیا اور چند منٹ گفتگو کرتا رہا ——— پھر وہ ٹرانسمیٹر بند کر کے واپس پلٹا۔ اور آپریشن ٹیبل کے قریب پہنچ کر راکی سے بولا۔!

فکس دی سکیل اون ففٹین ———!

اوہ تو کیا اسے پندرہ فٹ لمبا بنانے کا ارادہ ہے۔!

ہاں مسٹر جیگر ——— تم سکیل فکس کر دو۔ خداوند کا دیا ہوا وقت قریب آ رہا ہے ———!

اوہ! راکی نے عمران کی طرف دیکھا اور ہونٹ سکوڑ دیئے ——— پھر وہ دھیرے دھیرے ایک ایسی مشین کی طرف بڑھ گیا جس کے سامنے والے حصے میں سکیل لگی ہوئی تھی! راکی نے مڑ کر عمران کی طرف دیکھا وہ تو اس وقت بڑی بے تابی سے گھڑی دیکھ رہا تھا۔ راکی نے بے دلی سے مشین کو آن کر دیا۔ اسکیل کی سوئی زیرو سے پندرہ کی طرف بڑھنے لگی۔

سوئی بڑھتی جا رہی تھی اچانک عمران نے محسوس کیا کہ سر سلطان اپنی جگہ قدرے کسمسائے ہیں اس نے غور سے ان کی طرف دیکھا۔ دفعتاً اسے

چونک کر گھڑی کی طرف متوجہ ہونا پڑا۔ اس گھڑی کے ڈائیل پر بھی ویسی ہی سرخ سوئی لگی ہوئی تھی جیسی کہ شوگی کی گھڑی میں تھی — سوئی اپنی جگہ سے حرکت کرتی ہوئی بارہ پر پہنچ گئی تھی!

راگی — اوف دی اسکیل — عمران زور سے چیخا۔ راگی نے پھرتی سے اسکیل مشین آف کر دی۔ ڈاکٹر چونک کر پلٹے تو حیرت سے عمران کی طرف دیکھنے لگا لیکن جب راگی نے مشین بند کر دی۔ تو اس نے حیرت سے منہ پھاڑ کر راگی کا جائزہ لیا اور غرایا — مسٹر جیگر یہ کیا حرکت ہے —!

جیگر نہیں راگی کہو ڈاکٹر — وہی راگی جسے ایک روز تم لوگ موت کے گھاٹ اتارنے والے تھے — راگی نے کہکر ڈاکٹر پر چھلانگ لگا دی اور اسے رگیدتا ہوا دیوار تک چلا گیا —!

عمران لپک کر سر سلطان کے قریب پہنچ گیا اور جلدی جلدی ان کے جسم کو لپٹے ہوئے تاروں سے آزاد کرنے لگا — چند منٹ میں وہ اپنے کام سے فارغ ہو کر واپس پلٹا تو دیکھا ڈاکٹر راگی پر چھا رہا تھا — عمران نے آگے بڑھ کر ڈاکٹر کی کنپٹی پر ایک جھکڑ سا ہاتھ رسید کر دیا۔ ڈاکٹر ڈکراتا ہوا پلٹا لیکن نیچے پڑے ہوئے راگی نے ایک زوردار ٹھوکر اسکی چنڈ میں جمائی ڈاکٹر ہاتھ پاؤں چھوڑ کر فرش پر ڈھیر ہو گیا —!

راگی تم سر سلطان کو ہوش میں لاؤ اور انھیں لے کر صفدر تک پہنچو میں ابھی آیا — عمران نے راگی کو آپریشن ٹیبل کی طرف دھکیلا اور خود چھلانگتا ہوا دروازے کی طرف لپکا —!

دروازے سے نکلتے ہی ایک طویل راہداری دکھائی دی۔ عمران نے نگاہ گھڑی کی سرخ [illegible] دیکھی — وہ سوئی کی حرکت کے مطابق صحیح راستے پر جا رہا تھا۔ سرخ سوئی گر

[illegible] سے واپس آ چکی تھی [illegible] سے عمران کو اندازہ ہو گیا کہ وہ منزل مقصود کے قریب ہی کہیں [illegible] پہنچ گیا ہے —

طویل راہداری طے کرتے ہی وہ ایک ایسے کمرے میں گھس گیا جس کا دروازہ دائیں طرف کھلا دکھائی دیا تھا۔ آگے راستہ بند تھا اس لئے عمران اسی کمرے میں جا گھسا تھا۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی عمران ٹھٹھک گیا۔ چار باوردی گارڈ ایک میز کے گرد کرسیاں ڈالے بیٹھے ہوئے تھے۔ انھوں نے جیسے ہی عمران کو دیکھا [illegible] حیرت سے منہ بنایا پھر ان میں سے ایک بولا — [illegible]

وہ تو تمہیں ہونا پڑے گا — عمران نے بائیں آنکھ دبا کر پھرتی سے اپنا جیب [illegible] سے ریوالور نکال لیا۔ چاروں سپاہیوں نے جب عمران کے بدلے ہوئے تیور دیکھے تو وہ چونک اٹھے — اور انھیں یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ ان کے ساتھی کے [illegible] اب میں کوئی اور ہے۔ لیکن اب ان کے لئے کیا حاصل جب عمران کے ریوالور سے گولیاں نکل چکیں —!

چاروں سپاہی میز پر اوندھے منہ گر کر ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گئے۔ عین اسی وقت ایک گڑگڑاہٹ ہوئی اور عمران چونک کر آواز کی طرف متوجہ ہو گیا —

دائیں ہاتھ کی دیوار شق ہو گئی تھی اور اس میں ایک آدمی کے گذرنے کے لائق راستہ بن گیا تھا — عمران بجلی کی طرح تڑپ کر اسی راستے کے بائیں طرف والی دیوار سے چپک گیا —!

عمران نے اپنی سانس روک لی اور ریوالور کے دستے پر گرفت مضبوط کر لی — ایک طویل القامت آدمی نے اپنی کھوپڑی اندر داخل کی اور جھکا ہوا کمرے میں آ گیا — وہ جب اندر آنے کے بعد کھڑا ہوا تو عمران نے دیکھا اس کا سر چھت

سے مس ہو رہا تھا ۔ ناٹکیں کیا گڑ لائے ہو ۔۔۔ عمران نے ہانک لگائی لیکن اسے حیرت ہوئی کہ لمبے آدمی نے اسکی بات کا قطعاً برا نہیں مانا بلکہ چپ چاپ لمبے ڈگ بھرتا ہوا اسکی طرف بڑھا ۔ عمران نے ریوالور والا ہاتھ بلند کر لیا لیکن وہ رکا نہیں

رک جا بھائی جیسے کہ ہاتھ میں ریوالور ہے ۔ عمران نے حیرت سے پلکیں جھپکا کر جیسے اسے تنبیہ کی لیکن لمبے آدمی نے کوئی اثر نہیں لیا ۔ عمران نے اندازہ لگایا اس کا قد بلا شبہ چھ دو فٹ رہا ہوگا ۔!

میں کہتا ہوں ڈر جاؤ ورنہ ...... عمران کچھ کہتے کہتے رک گیا ۔ پھر بولا ۔ ابے تمہاری مادہ کہاں ہے ۔؟

اس مرتبہ بھی اسے جواب نہیں مل سکا ۔ البتہ لمبا آدمی چند قدم اور آگے بڑھ آیا تھا ۔ اب وہ عمران کے بالکل قریب کھڑا تھا ۔ عمران نے سر اٹھا کر اسکی طرف دیکھا ۔ پھر زور سے لات گھمائی اور دوسرے ہی لمحے حسب توقع ہوا ۔ لمبا آدمی لڑکھڑایا اور پھر کٹے ہوئے تنے کی طرح زمین کی طرف دائیں جانب جھکتا چلا گیا ۔ اگلے ہی لمحے اس کا سر دیوار سے ٹکرایا اور وہ یوں بے حس ہو گیا جیسے آرام کی نیند سو گیا ہو ۔!

عمران نے حیرت سے دیدے گھمائے اور پھر چونک کر گھڑی کی طرف متوجہ ہو گیا ۔ سوئی جنوب سمت کی طرف حرکت کر رہی تھی وہ جلدی سے دوبارہ راہداری میں نکل آیا ۔ راہداری اس وقت بھی سنسان تھی لیکن عمران کو حیرت تھی کہ راہداری کے بند حصے کی طرف سرخ سوئی کیوں اشارہ کر رہی ہے ۔ ایک لمحہ بعد اس کی حیرت بھی رفع ہو گئی ۔

راہداری کے بند حصے والی دیوار گڑگڑاہٹ سے اوپر اٹھتی چلی گئی ۔ عمران

ے دوبارہ بغلی دروازے میں چھلانگ لگائی اور آڑ لے کر جھانکا ۔ ایک خوبصورت لڑکی آتی دکھائی دی ۔ عمران اپنی جگہ سے نکل آیا ۔۔۔ لڑکی نے ٹھٹک کر اسکی طرف دیکھا عمران نے بھی جواباً مسکرانے کی کوشش کی ۔ لڑکی اسکے قریب سے گزر کر آگے بڑھنے لگی کہ ے دروازے سے سکرین کا منظر دکھائی دیا ۔

وہ ٹھٹھک کر رک گئی اور جب وہ حیرت سے منہ پھاڑے عمران کی طرف پلٹی عمران کے ہاتھ میں چمکتا ہوا ایک عجیب وضع کا ریوالور دیکھ کر اسکے چہرے کی سکت بھی ختم ہو گئی ۔!

اے خوبصورت مبز ایئل مجھے اپنے ڈیوٹی کا پتہ بتلاؤ ۔! عمران نے اپنا فقرہ شروع تو بڑے رومانی لہجے میں کیا تھا لیکن آخر میں اسکی آواز بھرا گئی ۔

لڑکی جو پہلے خوفزدگی کی وجہ سے منہ پھاڑے اسے دیکھ رہی تھی ۔ اس نے سنگونے پر اس کا خوف قدرے زائل ہو گیا اور اس نے رحم طلب نگاہوں سے عمران کی طرف دیکھا ۔ عمران نے شرما کر گردن جھکا لی ۔۔۔ لڑکی یکدم سنجیدہ ہو گئی اب وہ نسبتاً کم خوفزدہ دکھائی دے رہی تھی ۔!

لڑکی ۔۔ اچانک عمران اتنے سرد لہجے میں غرایا کہ لڑکی سر سے پاؤں تک پتے کی طرح لرز گئی ۔۔۔ چلو مجھے مینیجر تک پہنچا دو ۔!

گگ ۔ کیا تم پاگل ہو گئے ہو ۔!

ہاں میں یہاں ایک عظیم انقلاب لانے والا ہوں ۔۔

لل ۔ لیکن خداوند کا تمہیں زندہ چھوڑیں گے وہ ۔ لڑکی نے حیرت سے عمران کا جائزہ لیا ۔ میرا خیال ہے تم نشے میں ہو ۔!

بس اب زیادہ وقت نہیں دیا جا سکتا ۔۔۔ عمران نے ریوالور لہرایا اور لڑکی دوبارہ اسی راہداری کی طرف مڑ گئی جو بند حصے کے پیچھے دکھائی دے رہی تھی ۔۔۔

عمران نے ریوالور ہولسٹر کی کمر سے لگا دیا۔ لڑکی راہداری میں بڑھتی چلی گئی ___!

راہداری ختم کرنے کے بعد لڑکی نے ایک غار کا دہانہ کھولا اور عمران کو اندر جانے کا اشارہ کیا۔ عمران نے مسکرا کر اس کا شکریہ ادا کیا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے لڑکی کی کنپٹی پر ایک جچا تلا ہاتھ پڑا اور وہ بے آواز گرتی چلی گئی۔ عمران نے اسے ایک طرف ڈال دیا اور غار کا دہانہ بند کر دیا۔

دہانہ بند ہوتے ہی کسی جگہ گھنٹی پر شور آواز سے بجنے لگی۔ عمران نے چونک کر دیکھا سرخ سوئی منزل مقصود کے قرب کی نشان دہی کر رہی تھی۔

وہ جھٹکے سے رک گیا اور ادھر ادھر متلاشی نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ اچانک دائیں ہاتھ سے روشنی کی ہلکی سی کرن دکھائی دی۔ وہ جلدی سے ایک جانب ہو لیا۔ گھنٹی کی آواز اب سنائی نہیں دے رہی تھی۔

روشنی کی کرن کسی جھری سے آ رہی تھی۔ جیسے ہی گھنٹی کی آواز بند ہوئی عمران نے دیکھا جھری میں روشنی کی لکیر پھیلتی جا رہی ہے ___ اور پھر اسکے دائیں جانب ایک روشن راستہ کھلا ہوا تھا ___ وہ پھرتی سے اندر داخل ہو گیا ___

عمران جب اندر داخل ہوا تو اسے ٹھٹھک کر رک جانا پڑا۔ اس نے سامنے ہی دیکھا جو سفید رنگ کا لباس ہاتھ میں لئے کھڑا ہے اور اس کے سامنے ایک کریہہ شکل آدمی حیرت سے اسے گھورنے میں مصروف ہے۔

خبردار مسٹر خداوند ___ عمران نے اپنا عجیب و غریب ریوالور ہاتھ کر فوراً لگایا ___ کریہہ الشکل آدمی چونک کر مڑا اور پھر اسکے ہونٹوں پر بڑی ہی بھیانک مسکراہٹ دوڑ گئی ___!

تم ___ تم ___ مجھے گرفتار کرنے آئے ہو ___ تم ___ تم سنڈیکر کو ریوالور

بے بس کرنے آئے ہو ___ حقیر کیڑے تم نہیں جانتے ___ سنڈیکر ایک روح ہے۔ اور روح کے سامنے دنیاوی ہتھیاروں کی کوئی وقعت نہیں ___

سنڈیکر نے خوفناک انداز میں سرگوشی کی ___ اور عمران چونک اٹھا اس نے محسوس کر لیا کہ سنڈیکر کے ہونٹوں نے ایک مرتبہ بھی حرکت نہیں کی تھی ___

عمران نے بڑے غور سے سامنے کھڑے ہوئے کریہہ الشکل آدمی کا جائزہ لیا۔ اور پھر اس نے مردہ آواز میں کہا ___!

ارے میرے پیارے خداوند تم اب میرے سامنے آ جاؤ ورنہ میں تمہارے اس بہروپ کو ایک ہی فائر میں تباہ کر دوں گا ___!

کرو فائر ___ فائر کرو ___! روح کی سرگوشی دوبارہ سنائی دی ___

سامنے کھڑے ہوئے آدمی کے ہونٹ اس مرتبہ بھی ساکت رہے ___

میرے ہاتھ میں رینٹی ازجنک ریز کا ریوالور ہے سنڈیکر۔ سامنے آ جاؤ ورنہ میں اس ڈمی کے چیتھڑے اڑا دوں گا ___!

اینٹی ازجنک ریز ___ روح کی سرگوشی میں قدرے بے تابی کا عنصر شامل تھا۔ تم ان ریز کے بارے میں کس طرح جانتے ہو ___!

یہ تم اپنے اس دیو ہیکر جوڑے سے معلوم کر سکتے ہو جسے تم ہانگو کہتے ہو ___!

ہانگو ___! روح کی آواز اب قدرے لرز رہی تھی

ہاں ہانگو جس کی موجودگی میں تم اس قدر مطمئن تھے کہ تم نے زیادہ حفاظتی تدابیر اختیار کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی ___ میں تمہیں ایک منٹ کا وقت دیتا ہوں سامنے آ جاؤ ___ اور خود کو گرفتاری کے لئے پیش کر دو ___!

اوہ ___ تم کون ___ سرگوشی اب غراہٹ میں بدل گئی ___ اسکے ساتھ ہی کریہہ الشکل ڈمی نے پیش قدمی کی اور عمران نے خطرناک ریوالور کا ٹریگر دبا دیا ___

ڈمی کے چیتھڑے اڑ گئے اور اسکے ساتھ ہی گڑگڑاہٹ کی آواز سنائی دی اور کسی کی تکلیف میں ڈوبی ہوئی کراہ کی آواز آئی ۔!

تم ۔ تم لوگ بھی بچ کر نہیں جا سکتے ۔۔۔ تم ۔۔ تم لوگوں نے میرے منصوبے نہیں میرے منصوبے ۔۔ آہ ! ۔۔ ! ایک زوردار دھماکہ ہوا اور پھر کسی کی آواز سنائی دی ۔۔!

راکی نے سکرین پر عمران کو دیکھا اور وہ جیسے ہی ٹریس پاور کی سکرین پر آیا اس نے جلدی سے راستہ کھول دیا۔ عمران اور شوگی لکڑی کے اس کول میں آ گئے جہاں سے داخل ہوئے تھے۔

سر سلطان پر نگاہ پڑتے ہی عمران فرشی سلام کرنے کیلئے جھکا ہی تھا کہ سر سلطان مسکرا کر بول اٹھے ۔ ان باتوں کا وقت نہیں ہے جلدی سے نکل چلو۔

عمران صاحب بیس منٹ بعد یہ سارا پلانٹ اڑ جائے گا۔ میں نے ڈائنامنٹ کو آپریٹ کرنے والی مشین کا بٹن دبا دیا ہے ۔ بیس منٹ بعد یہ پلانٹ ختم ہو جائے گا۔ جلدی سے نکل چلیں وہ سب باہر نکل آئے ۔ سر سلطان نے عمران سے ان طویل القامت انسانوں کے بارے میں معلوم کیا تو عمران نے شوگی کی طرف دیکھا اور آہ بھر کر بولا ۔ یہ سب جوہری توانائی کا کمال ہے، پچھلے دنوں جوہری توانائی کے استعمال سے درختوں سے تعداد میں زیادہ اور طویل مدت تک پھل حاصل کرنے کا جو تجربہ ہوا تھا منگو ینجر نے اسی سے یہ نتیجہ اخذ کر لیا کہ جوہری توانائی کا استعمال آدمیوں کو دیو قامت بھی بنا سکتا ہے۔

ختم شد



اظہر کلیم

رُوبی پبلی کیشنز
چوک اُردو بازار لاہور